Pr 12/-

# مکتوبات نیاز

This book
belongs to
Gh. Ahmad
Banga

مکتوبات نیاز

# مکتوبات نیاز

## حصۂ اوّل

نیاز فتحپوری

# حضرت نیاز کی دوسری تصانیف

مکتوبات نیاز حصۂ اول .. .. .. .. .. ۳ روپے کلدار

مکتوبات نیاز حصۂ دوم .. .. .. .. .. ۳ روپے "

شہاب کی سرگزشت .. .. .. .. .. ۲؍۸ "

شہوانیات .. .. .. .. .. ۳ روپے "

جمالستان .. .. .. .. .. للعہ "

حسن کی عیاریاں اور دوسرے افسانے .. .. عہ "

جذبات بھاشا .. .. .. .. .. ۱۲؍ "

مقالات نیاز .. .. .. .. ۲؍۸ "

نقاب اٹھ جانے کے بعد .. .. .. .. ۸؍ "

شاعر کا انجام .. .. .. .. .. ۱۲؍ "

مجموعۂ استفسار و جواب۔ سٹ (تین جلد) .. .. .. لعہ "

نگار بک ایجنسی لکھنؤ

# مکتوباتِ نیاز

حصہ اوّل

This book is not able for reading. One who will read it is a mad and a devil.

R

# مکتوبات نیاز

(۱)

قصۂ عشق کہ مانند ایں ہمہ ناگفتہ بسے
باتو گویم بشرطے کہ نہ گوئی بہ کسے

ظالم! یہ کیا خبر سنائی —— ہاں! ہاں یاد ہے اور خوب، یاد ہے —— ذرا پھر کہنا —— افوہ! وہ قاتل شام! ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب غروب ہو کر اب کیا کبھی نکلے گا، پھر کیا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ اعتکاف پورے چالیس دن کا تھا اور کسی کافر ہی کو خبر ہوئی ہو کہ صبح کب طلوع ہوتی ہے اور شام کسے کہتے ہیں۔ —— میری اس کیفیت و حالت کو ایک شاعر مجھ سے پہلے یوں نظم کر چکا تھا۔

یک چراغست درینخانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اب اس شعر کو میں "مذہبیات" میں صرف کروں یا "تھیاسوفیات" میں لیکن اس وقت تو میرے سامنے اس کا مصرف صرف وہی ایک ذات تھی جو بقول وکٹر ہیوگو

"میرے سامنے سے گزری اور میرا زمین و آسمان سب اپنے ساتھ لے گئی!
جلّ جلالہٗ! تو ہاں سچ بتاؤ! کیا انھوں نے مجھے پوچھا؟ خود، یا تمھارے
یاد دلانے سے — خدا کے لئے اس کے جواب میں کچھ ایسی بات نہ کہہ دینا
کہ کپڑے پھاڑ کر — کسی طرف کو نکل جاؤں — آہ! یہ
"ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم" — کے زمانے کی باتیں تم اب سُنا رہے ہو،
اب کے (Seventies)، کو کچھ سمجھے یا نہیں یعنی عمر کا وہ دور جب ایک
انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ۔

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں

اور انسان بھی وہ کہ "رہا ہو جس کے سر کا تکیہ و دیشِ نازنیں برسوں"
اللہ بس، باقی ہوس!
مرزا صاحب سے کہو کہ خدا کے لئے نہ خود مجھے بلائیے، نہ کسی سے بلوائیے
اور ہاں سنو! میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ اب لکھ دیا تو لکھ دیا، لیکن آیندہ اگر کوئی
ذکر اس قسم کا کیا تو یاد رکھنا مر جاؤں گا اور پھر ظاہر ہے کہ تمھیں بھی خودکشی کرنا
ہی پڑیگی — ہاں جی، اب تو اسی حسن ظن پر زندگی بسر ہو رہی ہے!

———— (۲) ————

میرے عزیز دوست

یہ آپ نے کیا فرمایا ———— میں اور آپ کو بھول جاؤں —!

واللہ خود فراموشی کے بعد بھی ممکن نہیں ——— میری زندگی کی تمام گزشتہ ساعتیں تقسیم ہو چکی ہیں اور اب ان میں سے کسی پر میرا قبضہ نہیں، لیکن انھیں میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جسے میں نے ابھی تک دل سے لگا رکھا ہے اور اس پر کسی کو قابض نہیں ہونے دیتا ——— آپ باور کریں تو کہہ دوں کہ وہ ساعت وہی ہے جب آپ کے "بے پناہ" خلوص کے سامنے میں نے اعتراف تو خیر کیا مگر اعتراف کی سپر ڈال کر اپنی مفتوحیت و مغلوبیت کا اعلان کر دیا تھا، دنیا صرف اپنی فتح و نصرت کی داستان یاد رکھنا چاہتی ہے مگر مجھے تو اپنی زندگی کا صرف وہی فسانہ یاد ہے، جب مجھے کوئی مغلوب کرے، پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیا آپ ایسے زبردست "قہرمانِ محبت" فطرت روز روز پیدا کرتی ہے کہ اُن کے کارناموں کو یوں آسانی سے بھلایا جا سکے" میاں! تعویقِ جواب کا سبب صرف "فراموش کاری" ہی نہیں ہوا کرتا بلکہ "خود فراموشی" بھی ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اِس کا یقین تو آگیا اور اُس کا خیال تک ذہن میں نہ آیا ——— اچھا معاف کرتا ہوں کہ "بدگمانی" محبت کی پہلی علامت ہے ——— مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا

چاہتے وہ ہیں کہ اظہارِ شکایت چھوڑ دوں
یعنی الفت چھوڑ دوں اسکی حکایت چھوڑ دوں

پھر اگر آپ کی یہ شکایت از قبیل "حکایتِ اُلفت" تھی تو خیر "خوتم ہذ" ورنہ توبہ کیجئے قبل اسکے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو کر "درِ توبہ" ہمیشہ کے لئے بند کر دے۔

(۳)

بندہ نواز!

یہ کیا قیامت ہے کہ آپ نہ خود یاد کریں نہ دوسرے کو یاد کرنے دیں یعنی وہ تو اس طرح کہ آپ لکھنؤ سے گزر جائیں اور مجھے اطلاع تک نہ دیں اور یہ اس طرح کہ جب پیام بر بھیجیں تو اس سے یہ تاکید کر دیں کہ دیکھو کوئی تحریر نہ لانا، معقول! ——— اچھا اگر آپ نے خود منع نہیں کیا تو کیا وجہ تھی کہ وہ ظالم پھر کبھی نہ پلٹا ——— جو خط دستی بھیجنے والا تھا اسے چاک کر کے اب یہ دوسرا عریضہ لکھ رہا ہوں ——— میرا نقصان تو خیر کیا ہوتا، بجائے ایک کے دو مرتبہ آپ سے باتیں کر لیں، لیکن آپ ہی پر بجائے ایک کے دو الزام قائم ہو گئے ——— حیران ہوں کہ اس کی تلافی آپ سے کیونکر ممکن ہو گی؟ ——— کیونکہ آپ یہاں آ نہ سکے نہیں اور میں محض زبانی یا تحریری معذرت سننے کا نہیں، البتہ اگر آپ نے ایک بڑا پارسل دو سو "ثمر بہشت" کا بھیج دیا تو مجبوری ہے۔

۴

حضرت!

جی ہاں، کل میر صاحب تشریف لائے تھے اور "جٹھنی" "گالیاں" انھیں یاد تھیں، سب "صرف دربان" کر گئے ——— میں آپ کا "دربان" ہی ہوں نا! میں نے لاکھ کہا کہ قبلہ میں نے آپ کے متعلق ان سے کوئی بات کہی ہو

تو حشر کے دن خدا کا دیدار حرام، سایۂ طوبیٰ، کوثر و تسنیم حرام، حور و قصور حرام، مگر میرے پاس اس کا یک جواب تھا کہ "اگر تم نے نہیں کہا تو انھیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں نے اُن کے متعلق کس سے کیا بات کہی تھی" لاحول ولاقوۃ۔ ذرا سوال و الزام کی اس انجمن کو ملاحظہ کیجئے، میرے پاس اتنا دماغ کہاں کہ ان ضمائر کے ایک ایک مرجع کی جستجو کروں، بہرحال آپ انھیں ایک خط لکھ کر میرے سر سے اس الزام کو دور کیجئے۔ ورنہ قسم ہے آپ کے سر عزیز کی کہ اگر پھر انھوں نے آکر اس قسم کی گفتگو کی تو گیڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں گا۔۔۔۔ توبہ توبہ آدمی کیا ہیں کانٹوں کا جھاڑ ہیں کہ اُلجھ جائیں تو جان چھڑانا مشکل ہو جائے۔

—— ۵ ——

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

یہ تو فرمائیے کہ آپ نے دیوان حیاتی کیا کیا

بر سبیل شکایت نہیں، بلکہ بہ طریقِ لجاجت پوچھ رہا ہوں

آپ کو معلوم ہے کہ یہ نسخہ کمیاب ہے، اور میری ملکیت ہے بھی نہیں،

اگر اصلی مالک مجھ سے مانگ بیٹھا تو کیا میں اس سے بھی یہی کہدوں کہ

ایک "دشمنِ دین و ایماں" لوٹ لیگیا؟ اور یہ آخر مجھ سے کہا کیونکر جائیگا!

خدا "حسن" کے ساتھ "حسنِ ظن" کسی کو نہ دے ——————

بجز میں تو کچھ نہ کہوں گا کہ شروع سے

مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

لیکن وہ شقی کیوں ماننے لگا، آپ کا تو کچھ نہ جائے گا، لیکن میں خواہ مخواہ چور بن جاؤں گا، اگر آپ کو میری رُسوائی میں مزہ آتا ہے تو خیر اسے بھی گوارا کر لوں گا، لیکن یہ یاد رہے کہ اگر حشر میں میرا آپ کا معاملہ پیش ہوا تو آپ کا یہی ایک ظلم ایسا ہو گا جسے میں کبھی معاف نہ کروں گا اور آپ کے دادا بابا نانا سید الشہدا سے التجا کروں گا کہ اس شخص کو کوثر و تسنیم کا ایک قطرہ بھی نہ دیجئے کیونکہ یہ شخص نسباً سید زادہ ہو بنی زادہ لیکن اخلاقاً نہایت مکروہ قسم کا یزید ہے ——— پھر بتائیے آپ کیا کریں گے؟

بہر حال اگر اس قضیہ کو زیادہ بڑھانا مقصود نہیں تو اس کتاب کو واپس فرما دیجئے ورنہ آپ جانیں اور آپ کا کام پھر مجھ سے شکایت نہ ہو کہ ......

——— ۹ ———

مکرّمی!

آپ کی غزل دیکھی ——— آپ کو معلوم نہیں میں متقالاً عرصہ ہوا اپنے آپ کو بیگانۂ "سخن" بنا چکا ہوں اور اسی لئے فکر و احساس کے لحاظ سے میری رائے اس باب میں بہت سخت ہوتی ہے ربہ تعمیل ارشاد غزل دیکھ لینے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر "دیکھنا" اصلاح و مشورے کے مفہوم میں آپ نے استعمال کیا ہے تو میری معذرت قبول فرمائیے، کیونکہ اُستاد بننے کا نہ مجھ میں سلیقہ، نہ اہلیت، میری

زندگی خود یکسر متعلمانہ ہے اور ہر وقت استاد و رہبر کی آرزومند، البتہ ایک مشورہ آپ کو ضرور دوں گا اور وہ یہ کہ آپ اس مشغلہ کو ترک کر دیں تو بہتر ہے کیونکہ میں آپ میں غزل گوئی کی اہلیت بہت کم پاتا ہوں ممکن ہے کسی وقت مشق و مطالعہ کے بعد آپ نظمیں اچھی کہنے لگیں۔ لیکن غزل میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی کیا عمر ہے، کیا مشغلہ ہے، لیکن یہ فرض کر لینے کے بعد بھی کہ آپ نوجوان ہیں، فکر معاش سے آزاد ہیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ غزل کی طرف کیوں مائل ہیں —— کہنے کی بات نہیں لیکن کہنا پڑتی ہے کہ پہلے کہیں دل لگا یئے۔ پھر واردات قلب لکھیے، محض وصل و ہجر کی سُنی سنائی باتیں لکھ دینا غزل نہیں ہے —— "آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کے اصول کو ہمیشہ سامنے رکھیے۔ معاف فرمایئے اگر میری صاف گوئی سے آپ کو تکلیف پہونچی ہو۔

—— ۷ ——

کیسی دعا، کہاں کا سلام،

"زمانہ در پئے جنگ است یا علی مددے" کا وقت ہے اور حواس گم۔ آپ کو معلوم ہے نہ میں جسمانی لذت کا طالب کہ کھانے میں مرغ و ماہی کی جستجو ہو، نہ عیش و طرب کا خواہشمند کہ ریشمی گدوں میں پڑے پڑے

زہرہ کی بھیرویں سننے کی تمنا ہو —— ایک گدایانہ سکون قلب چاہتا ہوں سو فطرت اس کی بھی روادار نہیں، اور فطرت کیا میں تو احباب کی بھی یہی حالت دیکھتا ہوں، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ ادھر سے گزرتے اور مجھے اسٹیشن تک پہونچنے کا بھی موقعہ نہ دیتے

بہتر ہے ستائے جائیے، ظلم کئے جائیے یہاں تک کہ میں ہلاک ہوجاؤں لیکن اگر مقصود یہی ہے تو آپ کیوں اپنا ہاتھ کسی خون سے رنگین کریں

چہ لازمست کہ بدنام قتل من باشی

ستارہ نلک دنجت وروزگارے ہست

—— ۸ ——

ریل میں ہوں اور یہ شعر گنگنا رہا ہوں۔

ہفت آسماں بگردش وما درمیانہ ایم　　غالب دگر مپرس کہ برما چہ می رود

ناممکن تھا کہ آسمان اور جور آسمان کے ساتھ آپ کا خیال نہ آجاتا اس لئے یہ اطلاعی تحریر بھیج رہا ہوں —— اگر مہر سے آپ کو معلوم ہو سکے کہ کس اسٹیشن سے پوسٹ کر رہا ہوں تو مجبوری ہے ورنہ میں تو بتانے کا نہیں

اگر کشمیر چلنے کا عزم راسخ ہو گیا ہو تو لکھیے، میں بھی "عمر رفتہ" کے واپس بلانے کا اہتمام کروں اور لالہ رخ کے ویران باغ کے پایئں میں کسی جگہ دفن ہو جانیکی دعا مانگوں! —— ایک ہفتے

کے اندر واپس آجاؤں گا اور ڈاک میں سب سے پہلے آپکے جواب کی جستجو کروں گا۔

——— ۹ ———

محترم!

آپ کا افسانہ (یعنی آپ کا لکھا ہوا ———) نظر سے گزر چکا ہے لیکن دل و دماغ سے نہیں ——— بُرا نہ مانیے تو عرض کر دوں کہ اس نے دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہی نہیں ———

الفاظ پاکیزہ ہیں، زبان صاف ہے، خیالات بلند ہیں، موضوع پسندیدہ اور نتیجہ برمحل ہے، لیکن پھر بھی جب یہ غور کرتا ہوں کہ یہ فسانہ کیونکر ہوا تو حیران رہ جاتا ہوں ——— میں آپ کو بتاؤں کہ فسانے کے ضروری اجزا کیا ہیں ایک ——— کسی واقعے میں بحیثیت واقعہ ہونے کے "واقفیت" کا پایا جانا دوسرے نفسیاتی طور پر کسی کے کردار یا سیرت کو نمایاں کرنا اسے انگریزی میں (Characterization) کہتے ہیں۔ تیسرے، پلاٹ کو اتنے اور ایسے اجزا میں تقسیم کرنا کہ پڑھنے والے کو ایک سے زائد خود اپنے ذہن سے خلا پُر کرنا پڑے، چوتھے ہلکا سا مزاح، خواہ وہ محض الفاظ سے پیدا کیا جائے یا مفہوم سے ———

اگر پلاٹ میں کوئی کیفیت رومان کی پیدا کر کے تھوڑا سا تمثیلی رنگ (Dramatic touch) دیدیا گیا تو اور زیادہ دلچسپی پیدا

ہو جائیگی کسی ایک مسئلہ پر مکالمہ میں صفحات کے صفحات رنگین کر دینا خلافِ آئین
فسانہ نگاری ہے ـــــــ یہ درست ہے کہ بہترین فسانے وہی ہوتے ہیں جن میں
ٹریجڈی کا عنصر غالب ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک مشہور فسانہ نگار کی
طرح اس کو ایک مستقل عذاب کی طرح سر پر نازل کر دیا جائے کہ ایک خاندان
کی تباہی دکھانے پر آئے تو باپ کو ہیضے میں مبتلا کر کے فنا کر دیا، ماں کو طاعون
سے ہلاک کرا دیا، بھائی کو سانپ سے ڈسوا دیا اور بہن کو کنوئیں میں ڈھکیل کر
ختم کر دیا ـــــــ "

یوروپ میں فسانہ نگاروں کے طبقے علیحدہ علیحدہ ہیں، بعض محض معاشری
افسانے لکھتے ہیں، بعض نے جاسوسی و سراغ رسانی کے واقعات لکھنا اپنا
فن بنا لیا ہے۔ بعض صرف علمی مسایل پیش کرتے ہیں، بعض نے تاریخ کو
لے لیا ہے، اور بعض نے صرف عشق و محبت کو اختیار کیا ہے، ـــــــ
میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا رجحان اس آخری قسم کی طرف زیادہ ہے، سو بہتر ہے
اس کو اختیار کیجئے، لیکن خدا کے لئے ہیرو اور ہیروئن کو اسی دنیا کی
مخلوق رہنے دیجئے، ملاءِ اعلیٰ کی اس آبادی سے جہاں گناہ و لغزش سے کوئی
واقف ہی نہیں، اپنے افسانے کے افراد منتخب نہ کیجیے، امید ہے کہ آپ
اس کو خالص دوستانہ مشورہ سمجھ کر برہم نہ ہوں گے،

ـــــــ ۱۰ ـــــــ

ادھر دیکھیے! میں آپ کا نہ زر خرید غلام ہوں نہ آپ نے کہیں جہاد کیا

کہ تقسیم مال غنیمت کے وقت قیدی کی حیثیت سے آپ کی ملکیت میں مجھے سونپا گیا ہو۔ پھر آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا دین و ایمان کیوں ہو؟ محبت کا قیدی ہوں، نگاہ لطف کا غلام ہوں، سو مجھ سے محبت کیجیے اور اپنا سمجھیے، نظر التفت سے کام لیجیے اور اپنا زندانی بنا لیجیے، اگر ایک لمحہ کے لئے بھی سرتابی کروں تو ذبح کر ڈالیے ——— مگر یہ کیوں کہ ممکن ہے کہ نفرت کر کے مجھ سے خدمت لیجئے، گریز و احتراز بھی کیجئے اور مالک و آقا بھی بنے رہیے ——— کلیوپیٹرا سے زیادہ ظالم تو آپ ہو نہیں سکتے، سو وہ بھی صبح کے وقت ایک غلام کے سامنے اسی وقت زہر کا پیالہ پیش کرتی تھی جب اپنی زندگی کی ایک پوری رات پہلے اس کے آغوش میں بسر کر لیتی تھی۔

یہاں تشریف لائیے، اور جب تک میں آپ سے بیزار نہ ہو جاؤں میرے پاس رہیے، اس کے بعد اگر مجھے عذر ہو تو جو سزائیں تجویز کر دیں مجھے دیجئے، سرسری نظر کیسی، میں تو ایک ایک فقرہ ایک ایک لفظ پر دشمن کی سی نگاہ ڈالوں گا اور نہایت بے دردی کے ساتھ قطع و برید سے کام لوں گا، آپ آئیں تو سہی ——— لیکن ہاں، ایک شرط اور ہے اُسے بھی سُن لیجئے ——— اپنے ساتھ آپ اُن حضرت کو نہ لائیے گا جو "جوابی پوسٹ کارڈ" کی طرح آپ سے کسی وقت جدا ہونے کا نام ہی نہیں لیتے ——— مانا وہ نہایت مرد معقول ہیں، لیکن کیا کروں مجھے تو اُن کی

صورت دیکھتے ہی خفقان سا ہونے لگتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہوں کہ معلوم نہیں کس وقت خدا کا کوئی شدید عذاب مجھ پر نازل ہو جائے۔ لیکن اگر آپ بغیر اُن کے نہ آسکتے ہوں تو انھیں کہیں اور ٹھہرا دیجیے گا اور آدھی رات کے بعد جب میرے سو جانیکا یقین ہو جائے اُنسے مل آیا کیجیے گا۔

—— ۱۱ ——

محترم!

یہ آپ نے کیوں کر سمجھ لیا کہ آپ کا مضمون "نگار" میں درج نہ ہوگا، آپ بھیجیں تو سہی —— اے خوشا وقت کہ آئی و بصد ناز آئی

ہر چند میری راہ ترکستان ہے اور آپ سیدھے کعبے کی طرف جا رہے ہیں لیکن میں اتنا کافر بھی نہیں ہوں کہ وہاں کی باتیں سننا مجھے گوارا نہو ل اور پھر یوں بھی —— "کعبا بُت خانہ ویران ہوگیا"۔ ایسا معمولی واقعہ ہے کہ میں اسے بھول جاؤں، اس لئے میرے آپ کے درمیان اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں کہ آپ نے جو راہ اختیار کی ہے اس پر بھی اطمینان نہیں اور ہر وقت کسی کی بے نیازی کا ڈر لگا ہوا ہے، یہاں یہ عالم ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو کڑک کر ایک بار کہہ اُٹھتے ہیں کہ

بیار بادہ کہ ما ہسم غنیمتیم —— سبے

اور پھر کسی تازہ گناہ کی طرح ڈال دیتے ہیں —— میں آپ کے مرتبہ تک پہنچنا نہیں چاہتا اور آپ میرے مرتبے تک پہنچ نہیں سکتے —— ایک شعر

اس وقت یاد آگیا ہے اُسے بھی سُن لیجیے اور دو چار گالیاں مجھے سنا دیجیے ہنسیں گے تو آپ کیا؟

جمالِ صورت اگر داغ گوں کنم بینند
کہ خرقۂ پشمینہ طلا موباف است

— ۱۲ —

غضب خدا کا پورے ۳۶۵ دن تم کو کانگرس کے بتوں کی سیوا کرتے گزر جائیں اور اس وقت تک کافری کی ایک ادا بھی تم میں نہ آئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

برہمن می شدم گر ایں قدر زنار می بستم

یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہندو کوئی "دین" ہے —— ہندو نام ہے ایک خاص سوشل جماعت، ایک مخصوص معاشری نظام کا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جس طرح تمہارے یہاں کے مولوی ایک مسلمان کو کافر ملحد بنا دیتے ہیں کبھی ہندوؤں کی طرف سے بھی کسی کو اپنی جماعت سے خارج کر کے "غیر ہندو" ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے؟ یہ گوشت سے ناخن جدا کرنے کی رسم آپ ہی کے یہاں ہے —— بہرحال میری نصیحت تو تمہارے ملئے وہی ایک ہے کہ:۔

بال بکشا و صفیر از شجر طوبیٰ زن حیف باشد چو تو مرغیست اسیر قفسے

طوبیٰ سے مرد یہاں "قامت دوست" ہے۔

اگر خدا کا اعتقاد ناگزیر ہے تو نوعِ انسانی میں تفریق مذہب و مسلک کا خیال اتنی بڑی توہینِ خدا کی ہے کہ شاید ہی اس کو معاف کیا جا سکے

کس وہم میں مبتلا ہو؟ انسان پیدا ہوئے ہو انسانوں کی طرح جیو، اور انسانوں کی طرح جان دو ——— یہ نزاعِ کفر و دیں کیسی؟

جز سخن کفرے و ایمانے کجاست     خود سخن در کفر و ایماں می رود

——— ۱۳ ———

بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تم اس وقت پاس ہوتے اور میں سب کے سامنے تمہاری پذیرائی یوں کرتا کہ "آئیے جناب یزید علیہ الرحمۃ" یزید اس لئے کہ تم نے ایک سید زادے کا خون کیا اور علیہ الرحمۃ اس لئے کہ تم بھی بہرحال اولادِ رسول میں شامل ہو ——— بندۂ خدا یہ تو سوچا ہوتا کہ قصور اس غریب کا تھا یا اس کے ننھے ننھے بچوں کا، بہرحال قدرت تو مجھے اس کی سزا بہاں دینے کی نہیں اور میں یہ چاہتا بھی نہیں تاہم ایک تدبیر میرے ذہن میں ہے اور وہ یہ کہ تمہارے اس جرم کی بادافش میں میں اپنے آپ کو ایک مستقل عذاب میں مبتلا کر دوں یعنی جب تک وہ غریب کہیں برسرکار نہ ہو جائے اس کے تمام مصارف اٹھاؤں پھر ظاہر ہے کہ تم اس کے ساتھ نہیں تو کم از کم میرے ساتھ ضرور ہمدردی کرو گے ورنہ تم کو معلوم ہے کہ "ہتیا" دینے میں مجھے کتنا کمال حاصل ہے، بھائی اب بھی ممکن ہو تو اسے اپنی جگہ پر بحال کر دو! آئندہ اگر ایسی غلطی اس سے سرزد

ہو تو پھر رحم نہ کھانا ۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ وہ حد درجہ نالائق و نامعقول ہے لیکن تم تو ایسے نہیں ہو، تمھارے آبا و اجداد تو برائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا کرتے تھے، یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ میں جواب کا منتظر ہوں اور بجینی کیسا تھ

۔۔۔ ۴ ۔۔۔

اجی کہاں کی دعا اور کیسی زاری و التجا؟ کون سنتا ہے، کسے فرصت کہ ہم تم ایسے خس و خاشاک کو بیم برق سے محفوظ رکھے ۔۔۔ آپ مسلمان ہیں، تو ہوا کریں، خدا تو مسلمان نہیں، پھر آپ کس دلیل پر محض پیرو اسلام ہونے کی وجہ سے "فلاح و فراغ" کا مستحق جانتے ہیں،

فریدالدین عطار پر بھی ایک بار یہی کیفیت احساس طاری ہوئی تھی "منطق الطیر" میں ایک جگہ انھوں نے اسی خیال کو یوں ظاہر کیا ہے :-

ایک بار نہایت ہی دین دار لیکن حد درجہ خستہ حال شخص کھڑا ہوا تھا کہ امیر وقت کے چند زریں کمر غلام شال و حریر میں لپٹے ہوئے گھوڑوں پر سوار سامنے سے گزرے، اس مفلس دین دار کو جسے نہ پیٹ بھر کھانا نصیب ہوتا تھا نہ ستر پوشی کے لئے کپڑا، یہ منظر دیکھ کر پہلے تو اپنی حالت پر افسوس ہوا اور پھر غصہ آیا کہ میں باوجود اتنی شب زندہ داریوں کے یوں پریشان ہوں اور امیر وقت جو ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے اتنا دولت مند ہے کہ اپنے غلاموں کو بھی اس شان سے رکھتا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے خدا سے شکایت کرنا شروع کی اور آخر کار خدا پر

یہ الزام قائم ہی کر دیا کہ

بندہ پروردن بیاموز از عمید

یعنی اے خدا! غلاموں کی پرورش کرنا امیر وقت سے سیکھ"
تم کو معلوم ہے کہ اسی لئے میں نے زندگی کا ایک ڈھب ایسا اختیار کیا ہے جس میں منت و سماجت کا سوال ہی نہیں، یعنی بھوکا رہتا ہوں اور ہنستا ہوں، بیوی بچوں کی وجہ سے تکلیف ہے تو سب کو زہر دے دو، میں مہیا کر دوں گا، ان فضول شکایتوں سے کوئی فائدہ نہیں، درباداری اور خوشامد تم سے ہونا نہیں، اسے! جب تک جیو انسان رہ کر جیو، اور انسان رہ کر جینا یہی ہے کہ اپنے سوا ساری دنیا کو حرف غلط سمجھو — اگر فاقہ کر کے زندگی بسر کرنا ہے تو آجاؤ میرے پاس رہو، مگر میں نے تمھیں پہلے ہی کب رخصت کیا تھا کہ اب بلاؤں — خیر،

۱۵

اس وقت تم پر اس قدر پیار آ رہا ہے کہ بے اختیار "میری جان" لکھنے کو جی چاہتا ہے دراں حالیکہ تمھارا "دشمنِ جان و دل" ہونا "نصِ قطعی" سے ثابت ہے — "نصِ قطعی" سے مرا کلام اللہ نہیں بلکہ "تجربۂ نیاز" ہے —
بات یہ ہے کہ آج صبح مولانا تشریف لائے اور انھوں نے مجھ سے اُن تمام مہمان داریوں کا حال بیان کیا جو تم نے ان کے لئے صرف کیں اور محض اسلئے کہ انھوں نے میرا نام لے دیا تھا۔ کیا یہ پیار آنے کی بات نہیں —

میں سوچتا ہوں کہ کیا ہو اگر میں خود کبھی پہونچ جاؤں! ——
عرصہ ہوا کچھ اسی نوع کے جذبات دلمیں موجزن تھے کہ بے اختیار یہ شعر
ہو گیا تھا۔

جفاؤں پر ہے اُنکی جب یہ حالت اپنی الفت کی
میں کہتا ہوں کہ کیا ہو، چھوڑ دیں گر وہ دل آزاری

ہو گیا؟ انتقال ہو جائے —— اچھا تیار رہو ہولی میں آرہا ہوں
اور وہیں تمھارے مکان پر خورشید کی زبان سے کافی ہیں پورے دو گھنٹہ
تک "ہولی آج جلے چاہے کال۔ سیاں نہیں آئے جیا گھبرائے" سنو نگا
مگر شرط یہ ہے کہ سوائے شاہد و مشہود کے اور کوئی وہاں نہو یہانتک کہ تم بھی نہیں

—— ۱۶ ——

میرے بھائی!

کیوں خواہ مخواہ وقت ضایع کرتے ہو میں سچ کہتا ہوں غزل کہنا تمکو کبھی نہ
آئیگا کیوں کہ یہ مشغلہ بغیر کہیں دل لگائے کوئی معنی رکھتا نہیں اور دل لگانے
سے تمہیں ٹھیری ازلی نفرت، پھر تمہیں بتاؤ کہ کام چلے تو کیونکر؟ محبت کو تم
جنون و دیوانگی سمجھتے ہو، لیکن غزل گوئی کو بڑی فرزانگی! قربان جایئے
اس عقل و فراست کے —— پھر بدقسمتی سے قیام آپکا ایسی جگہ ہے
جہاں سوائے "نوک مژگاں" اور "شب ہجراں" کے کسی اور بات کی داد
ملتی ہی نہیں؟ اس لئے اور گمراہ ہوتے جارہے ہو —— بہر حال اگر یہ مشغلہ

تم سے نہیں چھوٹ سکتا تو کم از کم مجھے تو معاف ہی رکھو اور آئندہ کوئی بات ایسی نہ لکھو جس سے میرا خیال تمہاری شاعری کی طرف منتقل ہو سکے۔

میں نے سنا تھا کہ بھائی مراد باوجود ان تباہ حالیوں کے حج کو جانیوالے ہیں خدانخواستہ یہ خبر صحیح تو نہیں؟ ہائے یہ بھی دنیا کا کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ایک بھائی کو شاعری نے تباہ کیا اور دوسرے کو مذہب نے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ عذاب تمہاری شاعری کی وجہ سے نازل ہوا ہے، اور تمہاری غزلگوئی سے گھبرا کر وہ غریب ترک وطن پر آمادہ ہوا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس غریب کے پاس اتنی دولت کہاں کہ وہ یہ جسارت کرتا ـــــ غالباً قرض لیا ہوگا یا جائداد کا کوئی حصہ رہن کیا ہوگا ـــــ اللہم احفظنا من کل بلاء

ـــــ ۱۷ ـــــ

اے صاحب ـــــ "کچھ تو کہو جواب میں ہاں نہ سہی، نہیں سہی" ظاہر ہے کہ آپ کے انکار سے مجھے تکلیف یقیناً ہوگی لیکن اس انتظار کی تپ دق سے تو چھٹکارا نصیب ہو جائے گا ـــــ مرزا جی روز صبح کو فرشتۂ موت کی طرح نازل ہو جاتے ہیں اور میں خون کا سا گھونٹ پیکر خاموش رہ جاتا ہوں ـــــ تم کچھ لکھو تو میں اُن سے کہوں کہ ہاں بھئی یہ کرو اور یہ نہ کرو ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اپنے مصالح کے لحاظ سے جواب دینے میں پس و پیش کرنا چاہیے، لیکن ارے میرے بھائی کسی دلچسپی کی بھی حد ہوا کرتی ہے ـــــ میں تم کو مجبور نہیں کرتا کہ انکی تمام خواہشیں پوری

کر دو لیکن اگر بغیر کسی حرج و نقصان کے ان کی ہزار درخواستوں میں سے کسی ایک کو قبول کر سکو تو کیا آخرت میں ساقیٔ کوثر کی شفاعت سے محروم ہو جاؤ گے
بہر حال میں تو اب تم کو لکھنے کا نہیں، وہ اگر زیادہ ستائیں گے تو انکو لیکر اسٹیشن جاؤں گا اور الہ آباد کا ٹکٹ لیکر ریل میں سوار کر دوں گا اور کہہ دونگا کہ دیکھیے اگر آپ لوٹ کے آئیں تو میرے پاس آنے کی زحمت گوارا نہ کیجیے گا کیونکہ میں ابھی جا کر سنکھیا کھائے لیتا ہوں اور آپ کو زندہ نہ ملوں گا۔ لاحول ولا قوۃ عجیب مہمل انسان ہو

۱۸

رات کس درجہ یاد آئے ہو تم!

ہائے ایک پوری رات فکر و بجو دی میں گزر جائے اور تم مجھسے دُور رہو۔ "واقعۂ کربلا" تو نہیں مگر "دہلی کی تباہی" کے بعد غالباً یہ دوسرا ظلم اپنی قسم کا تھا جسے قدرت نے روا رکھا۔ اچھا سنو ٹھیک ۱۰ بجے "شمع کافوری" روشن ہوئی ہال ہاں وہی۔ "ہاتھ آجائیں اگر ہاتھ لگائے نہ بنے"۔ اُف وہ گلابی رنگ کا آنچل ــــ یہ معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کی روشنی ایک جگہ قائم ہو کر رہ گئی ہے ــــ باور کرو کہ معصوم آنکھوں کی "عصیاں کاریاں" بالکل بے نقاب تھیں اور میری روح لرزاں تھی اس موج بادہ کے ساتھ ساتھ جو آنکھوں کے "جام نرگسیں" سے تبسم بنی چھلکی پڑ رہی تھی۔ بے حجابی بڑھی، تکلف گھٹا اور امین کے پُر جلال سُروں میں رادھا و کرشن کی وہ کہانی شروع ہو گئی جس نے آجکل "عالم کافری" کو

یکسر نغمہ ورنگ بنا رکھا ہے، وہ کرشن کا بازو تھام لینا اور پھر کسی کا لجائی ہوئی ادا سے "ہٹو، چلو، شیام موری بہیاں نامرور" کہنا ۔ اُف دہائی ہے مُرلی والے کی! رات بھر مسلسل تیر و پیکان کی بارش شاید کافی سزا نہ تھی کہ صبح کو بھیروں سے بھی ذبح کرنے کی ضرورت سمجھی ـــــ تمہیں معلوم ہے کہ اس سے قبل ایکبار اسی بھیروں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ـــ ظالم کی یادداشت تو دیکھو بالکل وہی چیز، وہی سماں، وہی ادا ـــــــــ "پھول گیند وا نا مارو لگت کریجوا ہیں چوٹ" ـــ تم پوچھتے ہو میں نے شعر کہنا کیوں ترک کر دیا! خدا کے لئے بتاؤ ان باتوں کا جواب ہمارے تمہارے پاس کیا ہے؟ بیان وزبان بالکل معمولی، تشبیہ واستعارہ بالکل اسی دنیا کا، لیکن مفہوم؟ یقیناً ماورائے سرحد ادراک ـــــ تمہارے ذکر سے ایک لمحہ فارغ بسر نہیں ہوا ـــ اچھا سال گزشتہ کا وہ واقعہ یاد ہے، اور ہاں وہ مصرعہ بھی دماغ میں محفوظ ہے؟ ـــــــ "میرا دامن چھوڑیے اپنا گریباں پھاڑیے" خدا کرے تم اسی لمحہ کی یاد میں گریباں چاک یہاں پہونچ جاؤ،

ـــــــــــــ ۱۹ ـــــــــــــ

بھائی معاف کرنا، تمہاری تحریر کا جواب غیر معمولی تعویق سے جا رہا ہے اگر باور کرو تو کہوں کہ یہ تاخیر بالکل غیر اختیاری تھی اور باوجود کوشش کے جواب دینے پر طبیعت مائل نہ ہو سکی آج اس خیال سے کہ اپنی وضع کیوں چھوڑی جائے، چار و ناچار یہ تحریر بھیج رہا ہوں ـــ تمہاری سیکڑوں

التجاؤں کا صرف ایک جواب میرے پاس ہے اور وہ یہ کہ سب "نامنظور"
دلیل و سبب بتانے پر میں مجبور نہیں اور اگر ہوں بھی تو کہہ سکتا ہوں کہ
بلا دلیل — بے سبب — یوں ہی — میری مرضی —— پھر تم کیا کرو گے؟
تسم لے لو جو میں اس وقت سفر کے حال میں ہوں، یقیناً موسم زیادہ
ناخوشگوار نہیں، لیکن کیا کروں اسوقت پابزنجیر ہوں، بیگم علیل، بچی
مضمحل، اور میں دیوالیہ، بھائی ایک وقت میں تین تین پہاڑ تو فرہاد
بھی نہیں کاٹ سکتا تھا، میں کس شمار میں ہوں؟

اجمیر والوں کا کیا حال ہے؟ تمہارے جنون کی تو خیر حقیقت معلوم ہے
مگر اُدھر سے ہنوز اطمینان نہیں، خدا کرے تم سے بہتر "کماں دار و تیر انداز"
کوئی مل گیا ہو اور تمہاری "ترکی" تمام ہو چکی ہو —— دنیا میں تم سے زیادہ
طویل القامت لوگ موجود ہیں، لیکن شاید ہی کسی کے دل و دماغ ایک
دوسرے سے اتنے فاصلے پر واقع ہوں جتنے تمہارے ہیں ——————

میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ پندار تمہیں کس بات کا ہے؟ کیا بتاؤں وہاں
پہنچ نہیں سکتا ورنہ تم کو دکھا دیتا کہ —————— "پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر"
کوئی اور تازہ بشارت ہوئی ہو تو اطلاع دو، اس ہجوم افکار میں تھوڑی دیر
ہنس لینے ہی کا سامان سہی۔

——— ۲۰ ———

کل کا سانحہ سنو! تمہارے عزیز گرامی میاں الطاف تشریف لائے

اور فرمانے لگے کہ "بڑے بھائی جان جو امانت رکھ گئے ہیں وہ دیدیجیے"، میں حیران کہ یہ کہہ کیا رہے ہیں لیکن صرف اس خیال سے کہ ممکن ہے ان کے "بڑے بھائی جان" نے کسی مصلحت سے کوئی جھوٹ بولا ہو، لاعلمی کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور اصولی گفتگو کے طور پر اُن سے کہا کہ "بڑے بھائی کی امانت چھوٹے بھائی کو کیوں کر مل سکتی ہے، ان سے کہہ دیجیے کہ وہ خود آکر لے لیں"۔۔۔ یہ سنتا تھا کہ حضرت وہیں بکھر گئے اور اسقدر غل مچایا کہ محلے والے یہ سمجھے شاید میں کسی کو قتل کر رہا ہوں ـــــ اب کیا بتاؤں کہ اپنی حماقت پر کتنا افسوس کر رہا تھا، اور منہ پیٹ رہا تھا کہ کیوں میں جھوٹ بولا۔ــــ اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے تو یوں ہی کہہ دیا تھا ـــــ آخر کار خدا خدا کر کے گھنٹوں کی "بحث و گفتگو" کے بعد اس فیصلے پر انہیں راضی کیا کہ اپنے بھائی کے پاس جانے کا کرایہ مجھ سے لیں اور وہاں سے انھیں بھیج دیں ــ خدا کے لیے تمہیں بتاؤ یہ کیا معمہ تھا اور حلیف صاحب نے یہ بلا میرے سر کیوں مسلط کی تھی ــــ چونکہ تم اُنکے "خلوتیاں راز" میں سے ہو اس لئے حقیقت کا علم تم کو ضرور ہو گا ـ ان کو اپنی طرف سے یہ تمام ماجرا لکھ کر مجھے اطلاع دو کہ اگر پھر کبھی وہ حضرت تشریف لائیں تو میں جھوٹ بولنے کا کون سا پہلو اختیار کروں ـــــ خدا جانے لوگ کس طرح عمر کی عمر جھوٹ بول کر گزار دیتے ہیں، یہاں تو جب کبھی اس کی نوبت آئی نتیجہ ایسا ہی دردناک نکلا۔

نماز شروع کر دی، اچھا کیا، خدا مبارک کرے، لیکن یہ تو بتاؤ کہ
اس مرتبہ کونسا شکار پیش نظر ہے، اُس مرتبہ تم نے نماز کی پابندی کی تو
غریب منیر کو تباہ کر دیا، اور وضو کراتے کراتے اس کے چہرے کو اچھا خاصا
"کمبخت" بنا دیا۔ اس مرتبہ نظرِ عنایت کس پر ہے۔ خدا بچائے ان پیرزادوں
سے کہ یہ عبد بن کر بھی معبود ہی بنے رہتے ہیں۔ میرا فلسفۂ نماز، خواہ کتنا ہی ناقابلِ
عمل ہو، لیکن اس کے بلند ہونے سے تمہیں بھی انکار نہیں، پھر جو تم نماز میں پڑھتے
ہو صرف گناہ کرنے کے لئے، عبادتیں کرتے ہو محض کارگاہِ معصیت کو وسیع
کرنے کی غرض سے، تو خدا کے لئے بتاؤ کیا اس نشست و برخاست کے علاوہ کوئی
اور نسخہ تمہیں معلوم نہیں — لاحول ولا قوۃ — یہ کیا لغو حرکت ہے — گناہ کرتے
ہو تو گناہ کرنے والوں کی سی صورت بھی بناؤ ——— اس سے کیا فائدہ
کہ مسجد میں سجدہ کر کر کے جو خاک اپنی پیشانی پر اٹھاؤ اسے کسی آنچل سے
صاف کرتے پھرو ———

اس میں شک نہیں کہ عبادت کا یہ ڈھنگ کسی کو آ جائے تو دنیا میں
اس سے زیادہ لذیذ مشغلہ اور کیا ہو سکتا ہے مگر یہ معاملہ تو "تا نہ بخشند
خدائے بخشندہ" کا ہے ——— سعی و کوشش سے بجز اس کے اور کیا
ہو سکتا ہے کہ "غریبا میر مرا ہے"

—— ۲۲ ——

عزیز من!

مانا کہ نگاہوں سے دور ہو لیکن دل سے تو نہیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی تمہیں لکھا تھا کہ فرصت نکالو اور چند دن کے لئے یہاں آجاؤ، لیکن تمہارا وعدہ اور میرا انتظار دونوں ایک ہی سے نکلے یہاں مالوہ میں خصوصیت کے ساتھ بارش کا زمانہ بہت پُر لطف ہوتا ہے۔ بادہ طلب بھی اور بادہ ریز بھی —— اور غالباً یہیں کے متعلق غالب نے

بادہ نوشی ہے بادہ پیمائی

لکھا تھا —— تم آجاؤ تو شاید کچھ "جراتِ رندانہ" پیدا ہو جائے ورنہ یہاں تو تمام ولولے سرد ہو چکے ہیں اور ساری اُمنگیں خاک —— اسلئے اپنے لئے نہیں آتے تو میرے لیے زحمت اختیار کرو، یہ تمہارا دعوائے اپنا آخر کس دن کام آئے گا جب میں نہ ہوں گا؟ —— اچھا خدا حافظ

—— ۲۳ ——

صدیقی الاجل

آپ کا فرمان سر آنکھوں پر، لیکن یہ تو فرمائیے کہ

طاقتِ نغمۂ و پرواز کہاں سے لاؤں

"عرش" سے نیچے اُتر کر "فرش" کی دنیا پر بھی کبھی غور کرنے کی عادت ڈالیے ہائے کمبخت نظیری کیا کہہ گیا ہے؟

۲۳

بزیرِ شاخِ گُل افعی گزیدہ بلبل را
نواگرانِ نخوردہ گزند را چہ خبر

تو بھائی! تم ٹھیرے "نواگرانِ نخوردہ گزند" اسلیے تمھیں کیا خبر کہ یہاں کتنے سانپ اس وقت تک ڈس چکے ہیں۔ مگر خوش رہو کہ گاہے گاہے پوچھ تو لیتے ہو۔ "ناکردہ گناہوں" کی حسرتوں میں ہیجان تو پیدا کر دیتے ہو ـــ میاں الیاس کہاں ہیں ـــ میں نے سنا تھا کہ انھوں نے ـــ نہیں نہیں ـــ کسی نے اُن سے نکاح کر لیا ہے اگر یہ خبر خدانخواستہ صحیح ہے تو میری تعزیت ان تک پہنچا دو کیونکہ آج نہیں تو کل کسی کو جان دینا ضرورت تو یہ کس قدر ظالم انسان ہے؟ "محسن کُش" تو بہت دیکھنے میں آئے لیکن "محبوب کُش" آجتک کسی کو نہ دیکھا تھا۔ یہ شاید تمیز اشکار ہو، اللھم زد فزد

ــــــ ۲۴ ــــــ

بے دیکھے کہہ دیا کہ چنے ہم نہ کھائیں گے
کچے کہاں ہیں یار اُبالے ہوئے تو ہیں

سچ کہتا ہوں آج بے اختیار جی چاہ رہا ہے کہ تم سے کچھ ایسی ہی باتیں کروں۔ نہایت بے تکلفانہ اور حد درجہ سطحی و سفیہانہ! ـــــ
اُف یہ عقل و ہوش کی دنیا بھی کس قدر تکلیف و آزار کی دنیا ہے ـــــ
بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید دماغ کی تمام رگیں ٹوٹ جائیں گی ـــ تو پھر آ جاؤ نا! ایک بار ہم تم دونوں پھر بے وقوف بن کر

کم از کم ایک رات تو اس طرح بسر کر دیں کہ صبح اٹھیں تو دماغ پورا سکون
محسوس کر رہا ہو ۔۔۔ بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھیں اور حیرت کریں کہ انکے
نقل و حرکت سے کیسے کیسے جانوروں کی شکلیں بنتی ہیں، جلدی جلدی
انہیں گذرتے ہوئے دیکھیں اور کہیں کہ دیکھو چاند کتنی تیزی سے بھاگا جارہا
ہے ۔۔۔ گھنٹوں چاند کو دیکھتے رہیں اور کہیں کہ واقعی بڑھیا چرخا کاتتی
ہوئی نظر آرہی ہے ۔۔۔ چڑیوں کو دیکھیں اور ایک دوسرے سے کہیں
کیوں جی کس مزہ سے ان کی زندگی بسر ہوتی ہے، جہاں جی میں آیا
پھُر سے اُدھر اڑ گئیں، پھُر سے ادھر اُڑ آئیں ۔۔۔ کس قدر جی چاہتا ہے
کوئی کہانی سنائے، لیکن کہانی اس قسم کی ہو جس میں ایک شاہزادے کو
تین راستوں پر جانے کی اجازت مل جاتی ہے لیکن چوتھے راستے پر جانیکی
ممانعت ہوتی ہے، وہ شکار کی غرض سے وزیر زادے کو ساتھ لے کر
جنگل میں پہنچتا ہے اور جان بوجھ کر اسی چوتھے راستہ پر ہولیتا ہے، کچھ
دور چل کر دریا کے اندر اسے لعل تیرتے ہوئے ملتے ہیں، وہ اس
سُراغ پر ایک مکان تک پہنچتا ہے جہاں چھینکے میں کسی خوبصورت
شاہزادی کا کٹا ہوا سر لٹکا ہوا ہے اور اس سے خون کے قطرے ٹپک
ٹپک کر لعل بنتے جاتے ہیں، پھر دیو آتا ہے اور شاہزادہ اس کو ہلاک
کر کے شاہزادی کو اپنے ساتھ لے آتا ہے ۔۔۔ یا پھر اس قسم کی کہانیاں ۔۔
جن میں کوئی شاہزادہ کسی طلسمی شہر میں پہنچتا ہے جہاں ہر چیز پتھر کی نظر آتی ہو

ـــــ دفعتہً ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ پلٹ کر دیکھتا ہے اور خود بھی پتھر کا ہو جاتا ہے ـــ یا پھر اس طرح کی جن میں کوئی شاہزادی مسحور شاہزادے کے جسم سے جادو کی سوئیاں نکالتی ہے لیکن جب صرف آنکھوں کی سوئیاں باقی رہ جاتی ہیں تو کنیز اس خدمت کو انجام دیتی ہے اور آخر کا خود شاہزادی بن جاتی ہے ـــ یا پھر ایسی جن میں سر پہ جادو کی کیل ٹھونک کر کسی شاہزادے کو چڑیا بنا دیا جاتا ہے اور شاہزادی اتفاق سے اس چڑیا کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کیل کو محسوس کر لیتی ہے اور اس کے نکالتے ہی وہ چڑیا فوراً ایک خوبصورت شاہزادے میں تبدیل ہو جاتی ہے ـــــــ آہ ـــ وہ زمانہ اب کیونکر واپس آئے۔ ـــــ وہ شام کو دریا کے کنارے لایعنی طور پر بیٹھے رہنا، وہ دوپہر کو باغوں میں جا جا کر چوری چھپے امرود توڑ توڑ کر کھانا ـــ وہ چاندنی راتوں میں گھنٹوں آنکھ مچولی کھیلنا اور پھر دبے پاؤں گھر واپس آنا ـــ معلوم ہوتا ہے کہ ایک موج سلسبیل تھی جو گزر گئی، نسیم کا ایک جھونکا تھا جو آیا اور غائب ہو گیا

انسان احمق و بیوقوف پیدا ہوا اور حماقت ہی میں اسکے لیے سکون ہے ـــ اللہ محفوظ رکھے عقل و فراست سے جس نے انسان کو کیسی کیسی لوٹنے والے دام میں پھانس رکھا ہے ـــ وہ پیچھے کوئی صاحب "مولانا، مولانا" پکار رہے ہیں، اچھا رخصت، کیونکہ مجھے پھر دہی مکر و فریب کی باتیں کرنا ہیں اور کسی کو دھوکہ دیکر خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دینا ہے۔

—— ۲۵ ——

آپ کو کس طرح مخاطب کروں ؟

محترمہ لکھ نہیں سکتا کہ آپ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی ہیں اور یوں بھی اس سے ایک اجنبیت ظاہر ہوتی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا ——

عزیزہ لکھ سکتا ہوں بشرطیکہ مجھے یقین ہو اس امر کا کہ آپ چھوٹے عزیزوں کی طرح میرا کہنا مان لیں گی —— کل ہی آپ کے شوہر اور میرے محبوب دوست کی مفصل تحریر مجھے ملی جس سے مجھے باہمی کشمکش کا حال معلوم ہوا آج آپ کی تحریر سے اور زیادہ توثیق ہو گئی۔ سنیئے اگر کوئی بات خلاف مزاج ہو تو بھی سنیئے —— کہ ہندوستان کی عورت ابھی اس سطح پر نہیں آئی جو مغرب میں پائی جاتی ہے —— خدا وہ وقت لائے کہ یہاں بھی وہ کلہ بکلہ مرد کو جواب دے سکے لیکن جب تک وہ ساعت نہ آئے محض آرزو کو "حاصل" سمجھ لینا قرین عقل نہیں —— یاد رکھیے اسوقت تک کہ عورت معاش کی طرف سے بے نیاز نہ ہو جائے اُسے کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ مرد کے ساتھ درجۂ مساوات کی مدعی ہو —— پھر چونکہ یہاں کا مرد عورت کی اس بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرتا ہے اس لیے قدرتاً اس میں ایک جذبۂ انانیت و تفوق پیدا ہونا چاہیے، عورت اسے برداشت نہ کریگی تو کرے گی کیا ؟ —— ایک بات ——

دوسری بات جو میرے خیال میں عام طور پر باہمی کشمکش کا سبب ہوا کرتی عورت کا جذبۂ رشک اور اس کی "کاوش پسندی" ہے۔

یعنی وہ اس کوشش میں کہ مرد پر پوری طرح مستولی ہو جائے اس کی جائز تفریحوں اور ضروری آزادیوں میں بھی مخل ہونے لگتی ہو اور ہر وقت اس فکر میں لگی رہتی ہے کہ مرد کہاں جاتا ہے، کس کس سے ملتا ہے اور کس جگہ کتنا وقت صرف کرتا ہے —— زیادہ محبت کرنیوالی عورتوں میں "جاسوسی" کی یہ کیفیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور رات دن وہ اسی فکر میں مبتلا رہتی ہیں —— نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد چند دن تک تو اسے برداشت کر لیتا ہے لیکن جب اس کے جذبۂ خودداری کو زیادہ ٹھیس پہونچنے لگتی ہے تو عورت کی طرف سے ایک قسم کی کیفیت احتراز اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے جو بڑھتے بڑھتے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے —

میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اسی قسم کی "محبت" کا شکار ہیں، اور یہی اصل سبب تعلقات کی ناخوشگواری کا ہے —— پھر میں پوچھتا ہوں کہ جبتک آپ کے حقوق ادا ہو رہے ہیں اور آپ کے ساتھ محبت و خلوص کا سلوک ہو رہا ہے —— آپ کیوں اس جستجو میں اپنا دل دکھاتی رہتی ہیں کہ "وہ کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں —— میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہندوستان میں زن و شو کی ناچاقی کا سبب ۸۰ فی صدی یہی ہوتا ہے اور میں اس باب میں یقیناً عورت کو خطاوار ٹھیراتا ہوں۔

مجھے معلوم ہے کہ انھیں آپ سے بہت محبت ہے (اور آپکو بھی اس کا اعتراف ہے) پھر کیوں نہ آپ اس یقین پر قانع رہکر مسرور زندگی

بسر کریں اور کیوں نہ آپ اس کا موقع دیں کہ وہ ہلکے ہلکے گناہ کر کے کسی بڑے گناہ سے بچے رہیں اگر واقعی ان کی آزادی میں کوئی صورت گناہ کی پیدا ہوتی ہے ---- امید ہے کہ آپ کسی وقت تنہائی میں سکون دل کے ساتھ میری تحریر پر غور کریں گی اور اگر آپ کی نسوانی فطرت اس پر عمل نہیں کر سکتی اور آپ یہی چاہتی ہیں کہ "رنجش بیجا" سے آپ کو منفعل ہونا پڑے تو پھر خود ان کی طرف سے، "می آرم اعتراف گناہ نبودہ را"

———— ۲۶ ————

باز تگ ہے! تمہیں معلوم ہے کہ مایوسی کے کس دور سے گزر رہا ہوں یعنی
راضی ہوں، گر اعدا بھی کریں فیصلہ اپنا

مگر تم نے تو اس خط میں وہ بات لکھی کہ اب کیا کہوں۔ نہ آنکھوں کو اعتبار، نہ دل کو اعتماد، کیونکر باور کر لوں، اسی لئے چاہتا ہوں کہ پھر تصدیق ہو جائے ایک بار پھر وہی کہہ دو، اور سچ مچ جلا لو ---- تمہاری پذیرائی کی ہمت نہیں تمہارے دیدار کی تاب نہیں ---- مگر پھر بھی تمہیں "دعوتِ امتحان" دیتا ہوں، آؤ اور اُن تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ آؤ جو تمہاری فطرت ہیں اور میری روح کی لذت ... اچھا تو بتاؤ کس تاریخ، کس دن، کس ساعت یہ چودھویں کا چاند میرے "ظلمت خانے" میں طلوع کرے گا؟

اجی جاؤ بھی مذاق کر رہے ہو، بنا رہے ہو ---- سچ کہتا ہوں مجھے تو اس وقت بھی یقین نہ آئے گا جب تم میری آغوش میں ہو گے اور میں تمہارے

شانے پر سر ڈالے ہوئے آنسو بہا رہا ہوں گا۔۔۔۔۔۔ آہ!

۲۷

آپ کی رہبری و چارہ سازی میں کلام نہیں، لیکن اس کا کیا علاج کہ

من از آتش دخان بینم تو آتش از دخان بینی

آپ کے نزدیک معیشت و معاشرت کا تغیر پہلا قدم ہے ملک کی آزادی کی طرف، میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے صرف انقلاب احساس اور عزم دلیرانہ کا ہے۔۔۔ تاہم مجھے کھادی کے استعمال سے اختلاف نہیں چپل پہننے سے احتراز نہیں، میں تو ان دونوں چیزوں میں خاص قسم کی روحانیت پاتا ہوں، خصوصیت کے ساتھ گورے رنگ اور صباحت چہرے پہ تو اس کے نکھار کا عجب عالم ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ چہرہ کا کشمیری رنگ اور سواری کے لیے موٹر کہاں سے لاؤں۔۔۔۔ کھادی پہننا اور بری صورت لئے ہوئے بازار میں جوتیاں چٹخاتے پھرنا مجھے پسند نہیں۔ کیا یہ کھادی کی توہین نہیں؟

آپ کیلئے یقیناً موزوں ہے کیونکہ آپکو خوش قسمتی سے دونوں نعمتیں حاصل ہیں ہیں تو یہ دیکھتا ہوں کہ نماز کی طرح اب کھادی سے بھی زیادہ تر نمائش کا کام لیا جاتا ہے اور مقصود کا سوال بہت کم لوگوں کے سامنے ہے اس لئے چند دن اور غور کر لینے دیجیے شاید نقد و نسیہ کی تمیز کوئی بہتر صورت اختیار کرلے ذاکر سے پوچھیے کہ تا ہم تو یہ اور فراموش کاری کا یہ عالم کہ گویا ہمارا شمار خدا

کی مخلوق ہی نہیں، معاذ اللہ!

——— ۲۸ ———

مجتبیٰ!

آپ بھی کیا پرانا قصہ لے کر بیٹھ گئے — نہ اب امیر موجود نہ داغ، نہ ان کی شاعری کی ضرورت۔ نہ ان کی غزل سرائی سننے کی کسی کو فرصت، نہ جانِ عالم پیا رہے، نہ محمد شاہ رنگیلے — اور تو اور — بقول شخصے سر سید اور ذکاء اللہ بھی تو نہیں رہے، پھر اب غزل و موسیقی کا کیا خاک لطف! —
میں بھی اس وقت آپ کی طرح بے تکی ہانک رہا ہوں — اگر اس میں بھی آپ کو شاعری نظر آتی ہے تو آداب عرض کرتا ہوں اور حسن سماعت کی داد دیتا ہوں، لیکن "مکرر ارشاد ہو" کی شرط نہیں، کہیے تو یہ مضمون نذرِ آتش کر دوں (صرف اس رعایت سے کہ آتش بھی ایک شاعر کا تخلص تھا) ورنہ بیمہ کرا کے سر بہ مہر خدمت گرامی میں بھیجدوں تاکہ شافعِ محشر کے سامنے وقت ضرورت آپ اسکو پیش کر سکیں۔

نگار کا رنگ آپ کو معلوم، میرے ذوق سے آپ آشنا، زمانہ کی ضرورت سے آپ آگاہ پھر بھی پورے ۳۲ صفحے ان خرافات میں سیاہ کر دئے — بندۂ خدا اتنا وقت کسی اور لذیذ گناہ میں صرف کرتے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی مجھے سنا دینے کہ تمہیں نہیں تو مجھ ہی کو کچھ لطف آجاتا —

لاحول ولا قوۃ —!

معقول! ادھر مجھ سے تو یہ کہنا کہ میں اُنھیں جانتا بھی نہیں، اُدھر میرے متعلق ان کے سامنے ایک مستقل باب بحث و گفتگو کا کھول دینا میرے پاس جو تحریر ان کی آئی ہے بھیجتا ہوں،

ادھر لاؤ ذرا دستِ حنائی
پکڑ لیں چور کا دل ہم یہیں سے

مانا کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس میں سوائے محبت و خلوص کے کچھ نہیں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ محبت کا احسان ماننے والے دولت کے احسان کو مشکل سے قبول کر سکتے ہیں۔ آپ سے تو میں نے یوں ہی برسبیلِ تذکرہ کہہ دیا تھا کہ وہ چاہیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے، مگر آپ نے شاید اس کو میری طرف سے "حسنِ طلب" قرار دیا۔۔۔ مہربانی فرما کر انھیں لکھ دیجیے کہ مجھے ان کی امداد کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھی ان پر ظاہر کر چکا ہوں کہ "محبت انسان کو ذلیل کر دیتی ہے"۔۔۔ اس کی ایک مثال یہ بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی "گدائے متکبر" ہوں اور پیسہ لینے کے بعد سوڈنڈے مارنے کا احسان دوسروں پر رکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ سوچنا ذرا ایسے احمق مجھے دنیا میں کہاں ملیں گے؟ آئندہ اس التفات و خلوص سے مجھے معاف رکھیے اور یہ سمجھنا چھوڑ دیجیے کہ جو بات کہی جاتی ہے اس میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غرضِ دنیا ضرور شامل ہوتی ہے۔ مجھے تو ان کی اس زبانی

ہمدردی کا ہی نے رات بھر بے چین رکھا ۔۔۔ خدا جانے کیا ہوتا اگر وہ عملاً اظہار ہمدردی کرتے ۔ مجھے نہ ان کی نیت پر شبہ ہے نہ آپ کی محبت پر ۔ کہنے کی بات نہیں ہے مگر کہتا ہوں کہ کسی نے میرے ساتھ بھلائی کی اور مجھے اس سے نفرت ہوئی کیونکہ خواہ مخواہ دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ وہ مجھے ذلیل سمجھتا ہوگا ۔۔۔ پھر نہیں بتاؤ کہ ایسا نامعقول شخص احسان کیے جانے کے قابل ہے ؟ اگر ان سے ہو سکے وہ صاحب سلامت ترک کرانا ہو تو خیر ، ورنہ انھیں لکھ دو کہ اس معاملے کو یہیں تک رکھیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں ۔

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

———— ۳۰ ————

کرم گسترا ،

رہبری کا شکریہ ، لیکن کیا کروں میری گمراہی تو سکندر کی سی گمراہی ہے کہ خضر بھی "آب حیواں" تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہوئے ۔ میں آپ کی ہدایت پر ایک سے زائد بار ان کی صحبت "مراقبہ و سلوک" میں شریک ہو چکا ہوں ۔۔۔ گھنٹوں سر جھکائے رہنے کے بعد گردن میں درد تو ضرور پیدا ہو گیا ، لیکن دل پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ "حضرت" کی صورت ہی مجھے اچھی معلوم ہونے لگتی ! ۔۔۔ فرمایا ۔۔۔ "کیا چاہتے ہو ؟" ۔۔۔ میں نے جواب دیا ۔۔۔ "روحانیت" ۔۔۔ بولے ۔۔۔ "روحانیت سے کیا مراد ہے" ؟ ۔۔۔

میں نے کہا۔ "بادہ خواری کی توفیق اور گناہ کرنے کی اہلیت"! قریب تھا کر گردن میں ہاتھ دے کر مجھے نکال دیتے لیکن میں نے کہا "جناب غصے کی کوئی بات نہیں، جب روحانیت کا مفہوم خود آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں تو سوائے اس کے کیا عرض کر دوں۔ میں تو آپ کے پاس خود یہی سوال لے کر آیا ہوں اور آپ الٹا مجھ ہی سے دریافت کرتے ہیں" یہ سنکر خیر غصہ تو کیا کم ہوتا، لیکن ایک حد تک ضبط پر قادر ہو گئے اور فرمایا۔ "پھر بھی تمہارے نزدیک کوئی نہ کوئی مفہوم روحانیت کا ہوگا، وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا "میرے نزدیک روحانیت نام ہے صرف پاکیزہ اخلاق کا" دریافت فرمایا "کوئی مثال دو" میں نے جواب دیا "مثلاً گاندھی جی" اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ یہ سن کر ان کا کیا حال ہوا! ایک ایک زبان میں ہزار ہزار گالیاں مجھے اور لاکھ لاکھ غریب گاندھی کو دے ڈالیں۔ میں نہایت خاموشی سے سنتا رہا اور جب وہ کامل آدھ گھنٹے تک گلفشانیاں ختم کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو میں نے کہا "بہتر ہے میں رخصت ہوتا ہوں کیونکہ پہلا درس اخلاق تو آپ کی طرف سے آج ختم ہو گیا، اگر اس سے جانبر ہو گیا تو پھر حاضر ہوں گا ورنہ غالباً نجات کے لئے اسی قدر کافی ہے"۔ پھر جی میں آیا تو کہ ان حضرت کو ایک بار بے نقاب کر کے نگار کے صفحات پر لے ہی آؤں، لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ برہم ہو جائیں خون کا سا

گھونٹ پی کر رہ گیا — اب آپ کبھی آئیں گے تو آپ ہی کے ساتھ دو ایک
درس لینے چلوں گا — یوں تو مجھ میں ہمت نہیں

— ۳۱ —

غلامی مبارک ۔ کچھ زمانہ ہوا یہ حماقت مجھ سے بھی سرزد ہوئی تھی
لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی کسی کا رہبر نہیں ۔ مجبوراً یہ تعلق ترک
کیا، اور خود اپنی ہی ذات کی طرف توجہ کی ۔ نتیجہ کیا ہوا ؟ اگر یہ کہوں
کہ تمام حجابات دفعتہً اُٹھ کر ذات و ماسوا سب سامنے آ گئے تو تم مانو گے
نہیں، کیونکہ بدقسمتی سے وہ صورت ووضع نہیں رکھتا جو تم ایسے احمقوں
کو فریب میں مبتلا کر سکے — اگر یہ کہوں کہ بیس مرتبہ ابدال کی خدمت میرے
سپرد کی گئی اور میں نے انکار کر دیا تو اس کا یقین اور بھی تمہیں نہ آئے گا
کہ کجا یہ گناہ گار اور کجا یہ سعادت ! اس لئے تمہیں حقیقت کا یقین
کیونکر دلاؤں کہ رفع حجاب اور ابدالیت کا تو ذکر ہی کیا منزلِ قطبیت
سے بھی گزر کر ایک خاص درجہ پر فائز ہوں اور بغیر کسی واسطے کے
براہ راست انوار ربانی سے معاملہ رکھتا ہوں، اِدھر آؤ —
اگر یقین نہ داری بہ امتحاں برخیز — اور بیعت کر کے دیکھو کہ تمہارے پیر
ٹھکانے کی باتیں کہتے ہیں یا یہ "دل خانہ خراب" ! — مگر مجھے معلوم ہے اور
از رُوئے "کشف" معلوم ہے کہ تم مانو گے نہیں، اور ہمیشہ یوں ہی مسجدوں
اور خانقاہوں میں بھٹکتے رہو گے ۔

سرِ روحانیاں داری و لے خود راندیدستی
بخوابِ خود درآ تا قبلۂ روحانیاں بینی

—— ۳۲ ——

صدیقی!

قربانی کے باب میں میرا ابھی وہی مسلک ہے جو آپ کا، کیونکہ آج تک میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ "وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا" لیکن میں ۱۰ر ذی الحجہ کو ایک جان ضرور لیتا ہوں، اس کو "قربانی" اسلیے نہیں کہتا کہ نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیتا ہوں اور جس وقت لوگ عیدگاہ سے واپس آتے ہوں یہاں ہضم رایہ بھی ختم ہو چکا ہوتا ہے، لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں کہ قیامت میں مجھے تماشا بننا منظور نہیں کہ پل صراط سے بکرے کی پیٹھ پر سوار گزر رہا ہوں اور لڑکے پیچھے تالیاں پیٹ رہے ہیں۔ لیکن چونکہ نشاط قومی قائم رکھنے کے لیے ایسے تہواروں کا قائل ہوں جن میں روز کی بے آب و رنگ زندگی سے ہٹ کر چند ساعتیں چہل پہل میں گزر جائیں اسی لیے یہ گناہ کر لیتا ہوں، ہولی اپنے یہاں نہیں تو کیا خون کی چند چھینٹوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھوں مگر آپ کا فلسفہ تو شاید یہ ہوگا کہ دوپہر کو بھُنی ہوئی کلیجی اور شام کو بریانی کا دردِ سر کون مول لے، نقصانِ مایہ اور دعوتِ ہمسایہ!

—— ۳۳ ——

عزیز عبید آپ کا خط لے کر آئے، آپ کا خط نہ ہوتا تو بھی کیا صرت

انسانیت کا تعلق میری ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کم تھا ــــ آپ مطمئن رہیے ــــــ میں نے ان کے تمام اوقات کا لحاظ رکھ کر پوری راحت و آسایش کا انتظام کر دیا ہے، حتیٰ کہ پلنگ کے پاس ایک چوکی اور چوکی پر ایک نرم جانماز بچھوا دی ہے تاکہ وہ نہایت سکون کے ساتھ اوراد و وظائف پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے رہیں

آپ کو یہاں کی حالت معلوم ہو یا نہ ہو لیکن کم از کم میری نااہلی و بیچارگی سے تو آپ ناآشنا نہیں ـ وہ شخص جو ایک ایک مہینہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے، وہ جو کسی کے سامنے کوئی غرض لے کر جانا "شرک فی التوحید" سمجھے، اس سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں ــ لیکن اسے بھی جانے دیجیے، میں رات دن اُنکے لیے سرگرداں رہنے کے لیے آمادہ ہوں اور ایک ایک کے سامنے دستِ سوال پھیلانے کے لیے بھی تیار، لیکن جانتا ہوں کہ صاف انکار کی کسی میں ہمت نہیں اور ایفائے عہد کی توفیق نہیں، پھر آپ ہی بتائیے کہ وہ کب تک اپنا وقت ضایع کریں گے، اول تو نوکری ملنا آسان نہیں اور اگر ہزاروں احسان رکھنے کے بعد کسی نے دفتر میں کوئی جگہ دی بھی تو بیس پچیس حد ہے ـ خدا کیلیے ان سے کہیے یا آپ اجازت دیں تو میں کہہ دوں کہ میاں داڑھی بڑھالو اور تہمد باندھ کر کسی مسجد میں خدا رسول کے متعلق جتنی سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہو سکتی ہیں لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دو، پھر دیکھو چند دن میں فتوحات کا کیا عالم ہوتا ہے۔

آپ مطمئن رہیے سعی میں کمی نہ ہوگی لیکن سچ کہتا ہوں شعر کا [illegible] کی کوئی امید نہیں۔ اگر تجارت کا شوق ہو تو بے شک میں بمبئی کے ایک تاجر کے پاس بھیج سکتا ہوں جو دولت و دل دونوں حیثیت سے بہت بڑے شخص ہیں ان کے پاس چند دن کام سیکھیں اور انہیں کے منشاء کے مطابق اپنا کام شروع کر دیں ۔۔۔ کہیے منظور ہے یا نہیں

———— ۴۴ ————

محبی!

معاف فرمائیے جواب تعویق سے جا رہا ہے چند دن کے لئے اجین چلا گیا تھا وہاں سے واپس آیا تو ایک اور دردِ سر مول لے لیا جس سے ابھی تک نجات نہیں ملی لیکن آخر کب تک آپ کو منتظر رکھتا، مجبوراً لکھ رہا ہوں اگرچہ جی نہیں چاہتا،

بیٹے! آپ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کا ایک قدیم نسخہ میرے پاس ضرور موجود ہے اور مجھے عاریتاً کیا ارادتاً پیش کر دینے میں بھی کوئی عذر نہیں ہو سکتا لیکن باور کیجیے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ ہے کہاں! یعنی بھوپال میں یا فتحپور میں ۔۔۔ بہرحال آپ مطمئن رہیے وہ آپ تک ضرور پہنچ جائے گا لیکن آج یا دو سال کے بعد؟ اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا ـــــــ یہ تو جواب ہو گیا آپ کے خط کے اس حصے کا جو بقول آپ کے واقعی میرے لیے "غیر دلچسپ" تھا ۔۔۔ رہ گیا دوسرا حصہ جس میں آپ نے مجھے میری آئندہ زندگی

کے متعلق چند محبت آمیز مشورے دیے ہیں سو اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ

نظارۂ خوبان و می و نغمہ حرام است
دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا

اگر ناگوار ہو تو شعر کے "طنزیاتی" پہلو کو اڑا دیجیے اور خوش ہو جائیے کہ میں نے "اعتراف گناہ" بھی کر لیا اور توبہ بھی — آہ! کاش کے آپ اس فلسفہ کی صداقت پر بھی کبھی ایمان لے آتے کہ

دل از تمکین شود بہ ذوق زنہار
گہے طفلانہ شود مستانہ می رقص

—————— ۳۵ ——————

(میرے منتظر عزیز!)

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خود تو آپ وہی گناہ سو بار کرنے پہ بھی بس نہ کریں، اور میرے لیے ایک بار کی جسارت بھی حرام ہو — پہلے آپ بتائیے کہ آپ نے میری پچیس تحریروں کا جواب کیوں نہیں دیا پھر میں بھی بتاؤں گا کہ آپ کی ایک تحریر کے جواب میں مجھ سے کیوں تاخیر ہوئی —— معقول! میں سوچتا ہوں کہ آپ عدالت گاہ میں کیا خاک انصاف کرتے ہوں گے، غریبوں کا خون ہی ہوتا ہوگا۔

پہنچے، نامۂ گرامی پہلی کو مجھے ملا اور دوسری کو مجھے ایک عزیز کی

ناگہانی موت کی وجہ سے بھوپال چھوڑنا پڑا، ایک ہفتہ کے بعد واپس آیا تو تپ میں مبتلا ہو گیا ـــ ایک سو چار ڈگری اور کچھ پوائنٹ اچھے سمجھے آپ پرسوں اس قابل ہوا ہوں کہ سہارے سے بیٹھ سکوں ـــ مجھے معلوم ہے کہ یہ سن کر آپ رسمی ہمدردی کے چند الفاظ لکھ دیں گے اور خود اپنی فراموش کاری کا وہی فرسودہ عذر پیش کر دینگے کہ "خط ملے ہی نہیں"

ـــــــــ ۳۶ ـــــــــ

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں ہوں!

سیماب پشت گرمیٔ آئینہ دے ہے ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں دلِ بیقرار کے

اگر کوئی ذریعہ سکون کا ہے تو صرف یہ خیال کہ جب زندگی کو بقا نہیں تو دل کے "اضطراب بے مدعا" پر کیوں سر دھنا جائے۔

پرسوں مرزا جی کے خط کے ساتھ ایک تحریر اور کسی کی بھی ملی اس نے قیامت ڈھا دی، ارشاد ہوتا ہے:۔

آجاؤ جو تم کو آنا ہو ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

اب فرمایئے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟ سر پھوڑنا تو خیر اختیاری بات ہے، اس کے علاوہ جو صورت جواب کی ہو وہ سوچیے ـــ "آشتی چشم و گوش" اگر کوئی گناہ ہے تو خدا ابھی زیادہ سے زیادہ یہی سزا اسکی دے سکتا تھا میں نے توفی الحال کلیجہ پہ پتھر رکھ کر یہی جواب دیدیا ہے کہ ـــــــ

"فی الحال اس مژدۂ نوید سے تو جانبر ہو لینے دیجیے۔ ممکن ہے یونہی کام تمام ہو جائے"

—————— ۳۷ ——————

مکرمی میاں صاحب!

میں آپ سے جدا ہو کر یہاں آنے کو تو آگیا، لیکن خدا شاہد ہے کہ۔ دل و دماغ دونوں وہیں چھوڑ آیا ہوں ـــــ ایک چیز آپ کے پاس اور دوسری اُن کے ـــــ اب تقاضا کروں بھی تو کس سے ـــــ آپ سے کہ دماغ کا ہر ہر نقش آپ ہی کا مرہون کرم ہے ـــــ اُن سے؟ کہ دل پھیر بھی دیں تو پھر بصد لجاجت انہیں کو سونپ دینا پڑے

میری بندگی ان تک پہنچا دیجیے اور کہہ دیجیے کہ میری زندگی بے مزہ کر کے انہیں کیا ملا؟

—————— ۳۸ ——————

ظالم! خدا مجھے (تم سے تو نہیں مگر) اُس سے جس نے تمہیں یہ سمجھا دیا کہ محبت کی آزمایش یوں بھی ہوا کرتی ہے ـــــ میں پوچھتا ہوں کہ میں نے کیا قصور کیا تھا جو یوں مجھ سے روٹھ گئے، قسم لے لو جو میں نے آپ کی غیبت میں کوئی لفظ بھی آپ کے متعلق ان سے کہا ہو ـــــ یہ آخر آپ نے انہیں اس قدر معصوم اور اپنے آپ کو اس درجہ مستحق کرامت کیوں سمجھ لیا، گیا آپ سے زیادہ گناہ گار کوئی اور انہیں دنیا میں مل ہی نہیں سکتا؟

میاں ہوش میں آؤ! کیسی محبت کہاں کی اُلفت۔ جوانی میں بڑھاپے

گے سے گلے شکوے کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے —— وہ ایک دفعہ بھلا دینے
کی دھمکی دیں تو تم سو دفعہ منہ موڑ کر چلے آؤ —— یہ بھی کوئی بڑی بات
ہے۔ تمہاری عمر میں تو یہاں دل کے اندر تیر پہ تیر پیوست ہوتے تھے اور
پھانس کی طرح نکال کر پھینک دیتا تھا۔

—— ۴۹ ——

صدیقی الحزنیہ

آپ کو معلوم ہے کہ یہ تحریر کس کے ذریعے سے بھیج رہا ہوں —— پہلے
اُٹھ کر سروقد تعظیم دیجیے پھر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائیے اور دست بوسی
کر کے صدر میں بٹھائیے —— اس کے بعد بتاؤں گا کہ یہ کون ہیں؟
سُنیے ان کے جد بزرگوار تو خیر صرف ہمارے فتح پور ہی کے صاحب خطبات
تھے لیکن ان کے والد محترم کے سپرد تو پوری کمشنری الٰہ آباد کا نظم و نسق
تھا —— یہ خود کیا ہیں مجھے تو ان کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ
یورپ کے جس قطب نے جنگ عظیم کرادی تھی اس کو شکست دے کر
انہوں ہی نے آپس میں صلح کرائی ہے یہ اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ آپ ہی اس کی
حقیقت کو سمجھ سکیں۔ میرے بس کی تو بات ہے نہیں —— یہ فی الحال اپنے
گاؤں میں ایک مسجد بنوا رہے ہیں اور امداد کے طالب ہیں —— میں نے
پوچھا کہ کیا آپ کے گاؤں میں کوئی اور مسجد نہیں تو فرمایا کہ مسجدیں تو کئی ہیں
لیکن بے مینار کی مسجد کوئی نہیں۔ میں خود سے بارے یہ نہ کہہ سکا کہ کیوں

نہ آپ موجودہ مسجدوں کے مینار توڑ وادیں اس میں زیادہ آسانی ہے" شاید آپ انہیں سمجھا سکیں، بہرحال آدمی بہت دلچسپ ہیں اور ہمدردی کے قابل

## ۴۰

چلو مٹھو! میں تم سے بات نہیں کرتا ان سے کہہ رہا ہوں جنکے متعلق تم یہ کہا کرتے ہو ان کو کیا بات کرنی نہیں آتی

بیٹے! اس شقی نے چار خط میرے پاس بھیجے ہیں اور ہر خط آپ کی شکایت سے لبریز، کچھ آپ سمجھیں کہ شکایت کیوں اور کس بات کی ہے، تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ میں تو آپ کی بے گناہی پر اور اس شخص کی نامعقولیت پر اسی دن ایمان لے آیا تھا جب باوجود آپ کی مخالفت کے یہ جمعہ کی نماز کا بہانہ کر کے گیا اور "خون آلودہ ہاتھ" کسی جگہ گرفتار کیا گیا یہ آپ کی شرافت تھی کہ اسکی توبہ پر یقین کر لیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی، ورنہ یہ تو اس قابل تھا کہ ایک پنجرہ میں "میاں مٹھو" بنا کر بٹھا دیا جاتا اور صبح و شام دو پیالوں میں دانہ پانی دیکر پھر اسکی خبر نہ لی جاتی —— وہ تو کہیے اللہ نے آپ کو نیک دل، خدا ترس پیدا کیا ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کو تو میدان کربلا میں گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالنا چاہیے —— اسلئے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ میں سفارش تو اسکی کبھی نہیں کر سکتا، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہ روز روز کے جھگڑوں سے آپ

اپنی زندگی کیوں تلخ کرتی ہیں، آپ لعنت بھیجیے تمام تعلقات پر اور میرے پاس چلی آئیے۔ ہر چند جسمانی راحت و آسایش کے وہ اسباب تو یہاں فراہم نہیں جو آپ کو وہاں میسر ہیں لیکن اس کا ذمہ دار ضرور ہوں کہ نہ اختلاج قلب کا دورہ آپ پر ہوگا نہ ضیق نفس کا، میں یہ لکھ رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ کبھی نہ آئیں گی کیونکہ باوجود ان تمام باتوں کے جتنی محبت آپ کو اس کافر سے ہے اس کا اعتراف وہ بھی کرتا ہے پھر خدا کے لیے آپ ہی ذرا صبر و ضبط سے کام لیجیے اور کبھی کبھی لڑکپن کر لینے دیا کیجیے، چند دن کی بات اور ہے، ۳۰ سے متجاوز ہونے کے بعد اگر آپ دیکھیں گی بھی تو یہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے گا۔۔۔۔ اتنی سختی بھی اچھی نہیں خاص کر ایسے شخص کے ساتھ جو واقعی آپکا غلام ہے، گو قیل و قال وفادار نہیں

—— ۱۴ ——

حضرت قبلہ!

یہ جو آپ نے خواہ مخواہ درد سر مول لے رکھا ہے میں پوچھتا ہوں اس سے فائدہ کیا ہے؟ مانا کہ یہ سب کچھ فرض ہے اور قرض بھی کیسا؟ مذہبی، صدیقی، چشتی، نظامی، لیکن اس کے کیا معنی کہ خود آپ اپنی زندگی کے فرائض بھلا دیں کر بیوی بچوں سے بیزار ہو جائیں، خدا کے لئے بتایئے یہ کہاں کا مذہب ہے یہ کیسا تصوف ہے، یہ دنیا میں دردمندی و خدا ترسی کا کونسا نیا مسلک ہوا ہے جو سب سے پہلے انسان کے دماغ ہی کو خراب کر ڈالتا ہے

صبح جائیے تو معلوم ہو کہ شاہ صاحب کے یہاں ختم خواجگان میں شرکت
کے لئے گئے ہوئے ہیں، دوپہر کو ڈھونڈھیئے تو خبر ملے کہ ابھی تک نہیں آئے
پیر جی کے پاؤں داب رہے ہیں، شام کو تلاش کیجیے تو پتہ چلے مراقبہ میں توجہ
لے رہے ہیں، رات کو تو خیر انوار ربانی کے حصول کے لئے پیر و مرشد کے ساتھ
شب زندہ داری گویا فرض ہی ہے ــــ میں پوچھتا ہوں کیا دماغ خراب ہو گیا ہے
یا تمہارے پیر نے کوئی افسوں پھونک دیا ہے جو اپنے بچوں کی محبت بھی تم کو
باقی نہیں رہی، تم اپنے پیر کے ساتھ فاقہ کرو یا جو جی میں آئے جھک مارتے
رہو اپنے متعلقین کو کیوں بھوکا مارتے ہو۔ تیس روپے تو آپ کی تنخواہ ہے
اس پر یہ غیر حاضریاں پھر آپ ہی بتائیے کہ اس مہینے میں جو صرف دس روپے
آپ کو ملے ہیں ان میں آپ کے بیوی بچوں کے کھانے کپڑے کا انتظام
کیا جائے یا اس مہاجن کی قسط ادا کی جائے جس سے قرض لیکر آپ نے
”خانقاہ شریف کی“ مسجد کا کنواں کھدوایا ہے لمبی داڑھیاں تو بہت دیکھنے
میں آئی ہیں لیکن تم سے بیوقوف شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہیں

یاد رکھو! کہ یہ جنت کی لالچ دلا دلا کر رات رات بھر تم سے پاؤں
دبوانے والے، دن دن بھر غلام کی طرح تم سے کام لینے والے۔ مذہب کے
دشمن ہیں، انسانیت کے دشمن ہیں اور تمہاری عاقبت خراب کر رہے
ہیں، اصلی مذہب نام ہے صرف ان حقوق کے ادا کرنے کا جو بحیثیت متمدن
انسان ہونے کے تم پر عائد ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جن کے حقوق تم کو

ادا کرنا ہیں نہ تمہارے بچے ہیں، یہ تمہارا پیر، جیتے ہی جی اس دنیا ہی میں تمہیں جہنم واصل نہ کر دے تو سہی۔۔ خیر چند دن اور دیکھتا ہوں اس کے بدتم سے تو خیر کچھ نہ کہوں گا، لیکن تمہارے پیر کو بتادوں گا جس نے ایک شریف عورت کو شوہر کے ہوتے ہوئے بیوہ اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو باپ کی زندگی ہی میں یتیم بنا دیا

—————— ۴۳ ——————

کیا اچھا اسٹیکار ہی!

آپ حضرات کی اسکیم پہنچی، کیا کہنا، کیسی جولانی طبع سے کام لیا گیا ہے کیا کیا جوانیاں دکھائی گئی ہیں، لیکن سچ پوچھیے تو سوائے ایک کے مجھے کسی سے اتفاق نہیں —— پہلے ایک لطیفہ سُن لو

"ایک بڑھیا ضعیف و کمزور راستے سے گزر رہی تھی کہ ناگہاں ایک گاڑی سے تصادم ہو گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑی —— یہ دیکھ کر چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور مختلف رائیں دینے لگے۔ کسی نے کہا اس کو فوراً اسپتال پہنچانا چاہیئے۔ کوئی بولا کہ ہلدی تھوپنے کی ضرورت ہے۔ کسی نے رائے دی کہ اس کے مکان کا پتہ معلوم کر کے گھر پہنچا دینا چاہیے، الغرض اسی طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب نے کہا کہ یہ تو بیری تو بعد کو ہوتی رہیں گی چوٹ زیادہ لگی ہے، اس لئے سب سے پہلے گرم گرم دودھ پلانا چاہیے۔ بڑھیا اس وقت تک تو بے ہوش پڑی ہوئی تھی

لیکن یہ رائے سن کر فوراً ایٹ سے آنکھیں کھول دیں اور نہایت ہی حزیں آواز میں بولی کہ "ارے کوئی ان کی بھی تو سنو یہ کیا کہہ رہے ہیں"؟

سو بھا بیو! نہ کشمیر جانے سے مجھے اتفاق ہے، نہ مسوری کے سفر سے میں تو بشیر صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے وہی کہوں گا جو اس بڑھیا نے کہا تھا کہ "کوئی ان کی بھی تو سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" یعنی تم سب ملکر یہیں آجاؤ، میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گا کہ جب آؤ تو اپنی اپنی حسب حیثیت میرے لیے تحائف بھی لیتے آؤ ـــــ مقصود صرف اجتماع ہے سو وہ اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے۔

ـــــــــــ ۴۳ ـــــــــــ

ہر چند شادی کوئی اچھی چیز نہیں، مگر آپ ضرور کیجئے، کیونکہ اگر یہ حرکت آپنے نہ کی تو کوئی اور اس سے زیادہ خراب حرکت کر بیٹھیں گے مگر یہ خیال رہے کہ آپ شادی کر رہے ہیں، عیاشی نہیں "بیوی" کا تعلق "جذبۂ شہوانی" سے اتنا نہیں ہے جتنا "مصلحت عمرانی" سے ہے اسکا صاحب حسن و جمال ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا خوش خصال ہونا ـــــ لیکن مجھے معلوم ہے آپ میری اس نصیحت کی مطلقاً پروانہ کریں گے، اور "ضرورت شادی" کا جو اشتہار دیں گے تو اس میں سب سے پہلی شرط "جمیل و طرحدار" ہونے کی درج ہو گی۔ حالانکہ آپ خود اس لحاظ سے ماشاء اللہ صفر ہی ہیں ـــ میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ ایک

معمولی صورت کا مرد کیوں یہ خواہش کرتا ہے کہ عورت اسے بہت حسین ملے پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اگر کوئی بدقسمت اسے مل بھی جائے تو یہ چاہتا ہے کہ وہ اس سے محبت بھی کرے ۔ آؤ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں مگر کسی مولوی سے نہ کہہ دینا ۔ یہ جو مذہب اسلام میں کفو کے درمیان شادی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس کا مفہوم سب لوگ غلط سمجھتے ہیں کُفو سے یہ لوگ خاندان یا برادری مراد لیتے ہیں درانحالیکہ کفو کے معنی مماثل کے ہیں ۔

مماثل کیا؟ یعنی جو لوگ تہذیب و شرافت، تعلیم و تربیت، سیرت و صورت میں باہم دگر مماثل ہیں ان میں ایک دوسرے کیساتھ رشتۂ ازدواج قائم ہونا چاہیے پھر اس کے لئے خاندان یا برادری کی قید بیکار ہے فرض کیجیے خاندان ہی میں ایک لڑکی ہے لیکن اپنے صفات کے لحاظ سے وہ ادنیٰ درجے کی ہے تو یقیناً کفو میں داخل نہ ہوگی، لیکن اگر کسی دوسرے خاندان کی ہے اور صورتاً و سیرتاً مماثل واقع ہوئی ہے کفو کہلائے گی

بہر حال کفو کا صحیح مفہوم انگریزی کے لفظ STATUS سے ظاہر ہوتا ہے ۔ اس لیے اگر کوئی شخص بدصورت ہے تو وہ حسین عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جس طرح ایک بدصورت عورت ایک حسین مرد کا کفو نہیں ہو سکتی، جنت میں حوریں بدصورت مردوں کی صحبت کو گوارا کر لیں تو کر لیں لیکن اس دنیا میں یہ ظلم زیادہ نبھنے والا نہیں، اسلیے

یوں بھی آپ کو "حسن و جمال" کی جستجو کا حق حاصل نہیں یقیناً آپ بدصورت نہیں لیکن اتنے طرحدار بھی نہیں کہ جیوپٹیر کی بیٹی سے کم درجے کی عورت آپ کو پسند نہ آئے ـــ بہرحال اگر معمولی صورت کی مگر بے انتہا شریف سلیقہ مند لڑکی درکار ہو تو میری نگاہ میں دوچار جگہ ایسی ہیں جہاں یہ رشتہ قائم کیا جاسکتا ہے اور اگر تمہیں صرف "حرمزدگی" کرنا ہے تو شادی کا خیال ترک کردو اور جس طرح قربانی کے سانڈ بازاروں میں آزاد زندگی بسر کرتے ہیں، تم بھی بسر کرو، ذمہ داری کچھ نہیں اور لذتیں وافر۔

ـــــــــ ۴۴ ـــــــــ

نیاز نواز، کرم گسترا،

میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے باندازۂ احساس و تاثر الفاظ سے کہاں سے لاؤں لیکن اگر "سکوت" کبھی کسی نوعیت سے لفظ بن سکتا ہے تو خدارا میری اس خاموشی ہی کو اعتراف احساس سمجھیے گو میں جانتا ہوں

کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب

آپ ان پر جو خلوص و محبت صرف فرما رہے ہیں اور جس عالی حوصلگی سے ان کی اعانت فرما رہے ہیں، وہ آپ کی فطرت سہی لیکن اس زمانے میں تو اس کی نظیر مجھے کوئی نظر نہیں آتی، مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنی خدمت و نیازمندی سے ہمیشہ آپ کو خوش رکھیں گے اور آپ کو اس لطف و محبت کے رائیگاں جانے کا افسوس نہ ہوگا۔

میں خود بھی سرِ عقیدت آستانِ گرامی پر جھکانے کیلیے اگلے ماہ حاضر ہونگا
ایامِ دولت مستدام

۴۵

کیا پوچھتے ہو! کس عالم میں ہوں نہ "صحو و بیداری، نہ سُکر و خمول" بلکہ ایک اور کیفیت ہے ان کے بین بین، جسے بیحسی کے لحاظ سے جو چاہے کہہ لو، لیکن "احساسِ بے حسی" کے اعتبار سے میں تو اسے یکسر "گوش و ہوش" ہی کہوں گا،

مولانا تشریف لائے اور چار دن قیام رہا لیکن کس کمبخت کو یاد ہو کہ وہ کیوں آئے اور کس طرح تشریف لے گئے، ظاہر ہے کہ اس حالت میں اُن کی خاطر مدارات مجھ سے کیا ہوئی ہوگی؟ سخت شرمندہ ہوں

میں خود اس دوران میں ایک ہفتہ کے لئے اجین گیا تھا، لیکن اب سوائے خواجہ صاحب کی الاپ کے (جو روزانہ ۸ بجے ڈنر کے بعد تنبورے پر ایک گھنٹے تک الاپتے رہتے ہیں) کچھ یاد نہیں، سید منور علی صاحب وکیل نے میرا جی بہلانے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو اپنے بے تکلف دوستوں کے ساتھ کر سکتے تھے لیکن وہ تبسم مضمحل میرے بھی لب آشنا نہ ہو سکے — شام کو اجین کی اُس کفر خیز و جاں نواز ندی کے ساحل پر بھی گیا جو بقول آپکے ہزاروں افسانہائے عشق اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے اور بارہا "بتانِ شوخ و طناز" سے نیاز نگاہ بھی ہوا لیکن دل کی یہ کیفیت نہ

جیسے "برف کی قاش" جامد بارد۔ اس سے قبل بھی کئی بار یہ دورہ میرے اوپر پڑا لیکن ایسا سخت و شدید نہیں کہ رات دن سوائے نمازیں پڑھنے کے اور کسی کام کا نہ رہوں، تمہیں بتاؤ کیا کروں؟

کل شام کو حکیم حفیظ صاحب تشریف لائے، کہنے لگے، اجمیر چلو، خواجہ کے دربار میں حاضری دو، یہ گرہ کھل جائے گی، بے اختیار ہنسی آگئی، پندرہ دن کے بعد یہ پہلی گدگدی تھی جو دل میں پیدا ہوئی وہ تو خیر یتیم خانہ کا چندہ لے کر چل دیے لیکن ایک مستقل خلش دل میں چھوڑ گئے کہ کیوں نہ اس کا تجربہ کیجیے، غور کیجیے کہ کہاں میں اور کہاں یہ خیال نیم ہُہ، اخواگر کے صبح تک اس سے نجات ملی تھی کہ آپ کا خط ملا اور وحشت دو چند ہوگئی اگر اتنی باتیں کر کے دل ہلکا نہ کر لیتا تو خدا جانے اور کس خبط میں مبتلا ہو جاتا، بمبئی سے بھی میاں صاحب کا خط آیا ہے، بلا رہے ہیں ارادہ ہے چلا جاؤں اور وہاں بھی چند دن "سر پھوڑ کے تقدیر کو رو آؤں"

—— ۴۶ ——

رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے
میں نے ہی تم سے بے وفائی کی

آپ نے بھی کس کا ذکر چھیڑ دیا — میں تو اس وقت تک اس لئے خاموش تھا کہ دنیا کا ذوق اتنا بلند ہی نہیں ہوا کہ وہ مومن کو سمجھ سکے

—— ایسے ایسے خدا جانے کتنے جواہر پارے اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ مومن کنایہ و طنزیات کا بادشاہ تھا اور اس وقت تک دنیائے شاعری اس کا جواب پیدا نہیں کر سکی —— ایک اسی شعر کو لیجیے جو آپ نے لکھا ہے خدا جانے کتنے ٹکڑے ملانے کے بعد یہ داستان پوری ہو سکتی ہے —— پھر لطف یہ ہے کہ تمام ٹکڑے خود شعر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ پہلے یہ متعین کیجیے کہ —— "رشک دشمن بہانہ تھا" کس نے کہا؟ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ محبوب نے کہا ہو گا اور مومن سے کہا ہو گا —— اس لیے یہ بات کھل گئی کہ مومن نے اپنی عدم حاضری کا سبب کبھی یہ بتایا ہو گا کہ تیرے آنے سے دشمن کو رشک پیدا ہوتا ہے اور یہ غالباً آپ کو گوارا نہ ہو گا" —— محبوب نے یہ سن کر کہا ہو گا کہ "کیوں رشک دشمن کا بہانہ کرتے ہو، یہ کیوں نہیں کہتے کہ محبت اب نبھ نہیں سکتی" —— اس کا جواب مومن نے اپنے اسی طنزیہ انداز میں یوں دیا کہ

رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے
میں نے ہی تم سے بے وفائی کی

یعنی اگر تم یہ کہتے ہو تو یہی سہی —— مدعا یہ کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے اور مجھ سے بے وفائی کی شکایت کوئی معنی نہیں رکھتی،

اگر آپ نے کوئی اور مفہوم پیدا کیا ہے تو اس سے مطلع کیجیے آپ اس رنگ کے اور شعر چاہتے ہیں، مومن کا دیوان بھرا پڑا ہے،

چند اشعار ملاحظہ ہوں،

بے جرم پائمال عدو کو کیا کیا | مجھ کو خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں
کسدن تھی اسکے دل میں محبت جواب نہیں | سچ ہے کہ تو عدو سے خفا بے سبب ہوا
کیا گلے ہوتے جو ادروں پہ بھی رحم آجاتا | شکر صد شکر کہ میرا سا ترا دل نہوا
عدو اس ادج پہ شاکی ہو غصہ شاید آجائے | ملا دے خاک میں یہ بھی تو شکر آسماں کیجیے

خود بینی و بیخودی میں ہے فرق | میں تم سے زیادہ کم نما ہوں

یاد رکھیے کہ دیوان غالب کی شرحیں لکھ لی جائیں گی، ذوق و سودا کے قصائد حل کر لیے جائیں گے، لیکن مومن کو چھونے کی ہمت کسی میں نہیں دیکھیے اگر کبھی فرصت ہوئی تو میں ہی اس خدمت کو انجام دونگا، سچ ہے،

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق

اگر آپ آمادہ ہو جائیں تو کیا کہنا!

——— ۴۷ ———

کل ہانسی کے ایک خط سے مرزا جی کے حالات معلوم ہوئے دل تڑپ کر رہ گیا مجھ پر جتنے احسانات اسکے ہیں وہ صرف میں جانتا ہوں۔ وہ پریشان ہوں اور میں ان تک پہونچ نہ سکوں! قیامت ہے۔

خدا کے لئے سب سے پہلی فرصت میں، ہانسی پہنچو اور خود تمام حالات معلوم کر کے مجھے اطلاع دو، مرزا جی سے مطلقاً اس کا ذکر نہ آسکے کہ تم میرے اشارے سے گئے ہو یا یہ کہ مجھے کسی اور ذریعے سے اُن کے حالات

معلوم ہو چکے ہیں
ظاہر ہے کہ مجھ سا شکستہ ناخن شخص کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے، لیکن جان دینا تو اختیار میں ہے، گو اس کے بعد بھی ان کے احسانات سے سبکدوش ہونا ممکن نہیں۔

———— ۴۸ ————

جان عالم پیا، اپنے بعد کوئی اولاد چھوڑ گئے ہوں یا نہ چھوڑ گئے ہوں، لیکن تمہیں اپنا جانشین ضرور بنا گئے ہیں — ماشاء اللہ کیا کہنا، وہی تیور وہی رنگ رلیاں، وہی آن بان، کیوں نہ ہو جوانی ہے، حسن ہے، باپ کی کمائی ہوئی دولت مفت ہاتھ آئی ہے — تم نہ ایسا کرو گے تو کیا کوئی فرشتہ آسمان سے آئے گا۔

میاں ہوش میں آؤ، عقل کے ناخن لو، آدمی کے گھر میں پیدا ہوئے ہو تو آدمی کی طرح رہو بھی — چار دن کے بعد جب سورج ڈھلنے لگا تو تمہارے تمام دوست احباب جو اس وقت جان چھڑکنے کے لئے تیار ہیں بات کرنے کے بھی روادار نہ ہوں گے، اس وقت تمہیں ہوش آئے گا ابھی نہیں — مجھے آپ کی دولت کا حال معلوم ہے — نقد زیادہ سے زیادہ دس ہزار اور جائداد کم و بیش چالیس ہزار کی — یہ بھی کوئی اتنی بڑی چیز ہے، جس پر انسان اپنے حواس کھو بیٹھے، شریفوں کی طرح جلو اور اپنی دکھیا ماں کا دل نہ دکھاؤ، تمہیں شرم نہیں آتی کہ جس دیوان خانے

کے اندر تمہارے باپ کے زمانے میں کسی وقت صرف علماء و فضلاء کا مجمع نظر آتا تھا، آج وہ صرف گالی گلوج اور مسخرے پن کے لیے وقف ہے، برا تو ضرور معلوم ہوگا لیکن ہو، جب تک تمہاری والدہ زندہ ہیں مجھے سب کچھ کہنے کا حق حاصل ہے اور کہے جاؤں گا، زیادہ سے زیادہ تم یہی کر سکتے ہو کہ مجھے اپنے مکان پر نہ آنے دو گے مگر اس سے تو مجھے باز نہیں رکھ سکتے کہ تمہاری والدہ کو ہمیشہ کیلیے اپنے پاس بلا لوں اور انکو اس تکلیف سے نجات دلا دوں،

———— ۴۹ ————

نہ آپ کا تقاضا، نہ مجھے ضرورت، لیکن "جذبۂ بے اختیار شوق" کا کیا علاج کہ

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

ہر مہینے دو تین دن مجھ پر بھی ایسے گزر جاتے ہیں جب بالکل "معطل" ہو جانے کو جی چاہتا ہے اور اس تعطل میں خواہ مخواہ چھیڑنے یا چھیڑے جانے کے لئے بے قرار ہوتا ہوں —— اچھا تو سنیئے :-

(۱) یہ آپ نے میرے پچھلے خط کا جواب فوراً کیوں دیا، اور کیوں مجھے کوئی موقع شکایت کا نہ دیا؟ مدعا یہ کہ آپ "اخلاق مراسلت" میں بھی اپنا تفوق مجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں! —— بہتر ہے، سمجھوں گا،

(۲) بغیر پوچھے ہوئے آپنے خربزے کیوں بھیجدیے؟ غالباً مجھے جلانے کیلیے کہ آپ کو تو اونہ میسر آتے ہیں اور مجھے کبھی نہیں، خیر دیکھا جائیگا،

(۳) عبدالرزاق سے آپنے کیوں کہا کہ آپ آئندہ اتوار کو مجھسے ملنے ضرور آئیں گے کیا آپ نہ آئیں گے تو میرا دم نکل جائے گا؟ آئے بڑے وہاں سے احسان کرنے والے۔

(۴) آپنے بیدل کا نسخہ کیوں واپس کر دیا؟ اپنے گویا بڑا زبردست ثبوت "رعایت شوق" کا دیا ہے لیکن میں اسے مکر و فریب کہتا ہوں، پھر اگر ان میں سے کوئی ایک الزام بھی غلط ہو تو آؤ میرے سامنے اور کرو اس کی تردید، اگر بڑے مرد ہو۔

۵۰

او میاں تجمل حسین خاں[۱]!

میں پوچھتا ہوں کہ کیا "عیش" تمہارے ہی لیے بنا ہے اور کسی کیلیے نہیں

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ارے ظالم! — یہ ساون کی کالی گھٹائیں اور یہ "تنہا نوشیاں"! تم سے تو نہیں لیکن اس خدا سے فریاد ہے جس نے نہ تمہیں باندازۂ توفیق ہمت دی اور نہ مجھے باندازۂ ہمت توفیق — نہیں آ سکتے تو مجھ ہی کو بلاؤ ورنہ ہو لیکن "بلانوش" نہیں، حسن پرست ہوں مگر "چشم بدبیں" نہیں رکھتا دور سے اگر تمہاری رنگ رلیاں دیکھ لوں گا تو کیا تمہارا کچھ بگڑ جائے گا

اچھا! بھئی نہ بلاؤ!!

---

[۱] اشارہ ہے غالب کے اس مصرع کی طرف "بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے"

## اے جفاہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

۵۱

نواب حامد علی خاں کو نیا نیا ذوقِ شعر پیدا ہوا ہے، رات دن سوائے شاعری کے کوئی اور چرچا نہیں، دربار شعراء سے بھرا ہوا ہے اور اٹھتے بیٹھتے بجز شعر و شاعری کے کوئی ذکر نہیں

نواب" بے نظیر کی بارہ دری میں مسند پر رونق افروز ہیں اور آئندہ شاعرے کے لیے مصرع طرح تجویز ہو رہا ہے دفعتہً پہلو بدل کر ارشاد ہوتا ہے:-

"میری رائے میں داغ کا یہ مصرع ہونا چاہیے:

وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کے لیے

ہر طرف سے "احسنت و آفریں" کی صدا بلند ہوتی ہے اور نواب صاحب ایک ایک شاعر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ:-

"دیکھیے آپ وفا کے قافیے پر زور دیجیے گا، آپ جفا کو نہ چھوڑیے گا۔ اور ہاں رسا صاحب آپ حیا کے قافیے پر پورا زور طبع صرف کر دیجیے گا وغیرہ وغیرہ"

اتفاق سے اس مجمع میں ایک غریب شاعر ایسے بھی تھے جن سے نواب نے مخاطب ہو کر کسی قافیے کی فرمایش نہیں کی، جب تقسیم قوافی ختم ہو گئی تو انھوں نے حد درجہ بیکسی کا اظہار کرتے ہوئے شانے سکوڑ کر آپ ہی آپ مایوسانہ لہجہ میں کہا کہ "ہم سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ فلاں قافیے میں طبع آزمائی کرنا"

بالکل یہی حال میرا تمہارے دربار میں ہے کہ ساری دنیا کو دعوت انجمن آرائی

دی جائے لیکن نہ پوچھا جائے تو ایک غریب نیاز کو۔ ہاں ہاں کہدو کہ غلطی ہوئی
میری معاف نہ کروں گا تو کروں گا کیا، لیکن یہ یاد رہے کہ خدا ایسے "وفادشمن"
کو مشکل ہی سے معاف کرتا ہے

۵۲

کل آپکے دوست تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ غالب کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جاں کیلئے — رہا نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کیلئے

میں شعر پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کیونکہ انھوں نے
"بیداد دوست" کو صفت وموصوف سمجھ کر بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا تھا،
میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا اشکال جناب کو معلوم ہوا؟ فرمایا
جب جان کی صفت "بیداد دوست" قرار دی تو پھر نویدِ امن کیسا؟
میں نے کہا کہ "پہلے مصرع میں بیداد کی (دال) کو زیر دے کر پڑھیے
ممکن ہے یہ مشکل حل ہو جائے" بولے "آپ ہی بتائیے اس صورت میں کیسا
مفہوم پیدا ہو گا"؟
میں نے کہا کہ بیدادِ دوست (یعنی دوست کا ظلم) فاعل واقع ہوا ہے
(ہے) کا، اور شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ دوست کا ظلم دراصل ہماری جان کیلئے
نویدِ امن ہے کیونکہ اُس نے آسمان کیلئے کوئی طرزِ ستم رہنے ہی نہیں دیا کہ وہ
ہمپر صرف کرے،
کچھ دیر تامل فرماکر بولے کہ "نویدِ امن یوں بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اسطرح

آسمان نہ سہی دوست تو برابر ظلم کرتا رہے گا ــــــ میں نے کہا کہ "کرنے دیجیے اس میں کیا حرج ہے؟ شکایت تو فی الاصل جورِ آسمان کی ہوا کرتی ہے جو مقاصد عاشق میں حارج ہوا کرتا ہے نہ کہ جورِ محبوب کی جو عین تمنا ہے" بولے "اگر ترکیب صفت و موصوف کی قائم رکھ کر "بیداد دوست" بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا جائے تو کیا حرج ہے"؟ ــــــ میں نے کہا حرج تو کوئی نہیں لیکن شعر مہمل ہو جائے گا" ــــــ مگر ان کا اصرار برابر جاری رہا اور آخر کار عاجز آکر میں نے کہدیا کہ جناب! میری سمجھ میں جو کچھ آیا عرض کر دیا لیکن اگر آپ کے نزدیک "بیداد دوست" میاں "خداد دوست" کے رشتہ داروں میں سے کوئی ہیں تو مجھے اس کا حال نہیں معلوم کسی اور سے دریافت فرمایئے۔

یہ سُن کر وہ نہایت چیں بجبیں ہوے اور منھ پھُلا کر چلے گئے، مجھے معلوم ہے وہ ضرور آپ کو میری شکایت لکھیں گے، اس لئے اصل واقعہ میں نے آپ پر ظاہر کر دیا کہ مبادا کوئی بدگمانی پیدا ہو،

ــــــ ۵۳ ــــــ

نواب صاحب قبلہ!

میں نے سنا ہے (یہ نہ بتاؤں گا کس سے) کہ آپ ماہ آیندہ سفر حج کا عزم رکھتے ہیں اور بر سبیل تذکرہ آپ نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ کیا نیاز کا ساتھ ہو جانا ممکن نہیں ــــــ معلوم نہیں حاضرین مجلس نے اس کا کیا جواب آپ کو دیا، لیکن اس کا یقین ہے کہ بعض چپ ہو گئے ہوں گے بعض

آپس میں اشارے بازی کر کے مسکرا رہے ہوں گے، اور ممکن ہے بعض نے صاف صاف یہ بھی کہہ دیا ہو کہ "آپ بھی کس کا فردِ شرک کا ذکر کرتے ہیں"

سو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نفسِ حج کا خیال اور وہ بھی کسی کی معیت میں، کسی کے طفیل میں قیامت تک کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا، رہا سوال سیر و سیاحت کا سو ایک عازمِ حج کے ساتھ بھی کوئی لطف نہیں کیونکہ ان دونوں میں "سنگِ اسود" و "سنگِ رخام" کا سا فرق ہے، آپ چلیں گے آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور یہاں عالم ہوگا نظارہ زجنبیدن مژگاں گلہ دارد" کا آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح و حمائل ہوگی اور یہاں جام و مینا، پھر آپ ہی بتائیے کہ اگر کسی صورت کو دیکھ کر بے اختیار میری زبان سے سبحان اللہ نکل گیا اور ٹھیک اسی وقت آپ تسبیح پڑھنے لگے استغفر اللہ کی تو میں کیا کروں گا سوائے اس کے کہ سمندر میں کود پڑوں ـــــ غرض یہ کہ آپکے ساتھ چلنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہاں اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ بمبئی میں جہاز کے عرشہ پر مجھے گم کر کے پھر اس وقت تک میری جستجو نہ کریں گے جب تک آپ پھر بمبئی واپس نہ آجائیں، تو بیشک میں تیار ہو سکتا ہوں ـــــ مگر پوچھیے کہ یہ معیت ہی کب ہوئی؟

ـــــــــــ ۵۴ ـــــــــــ

مرزا جی ـــ آپ کا خط پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی ـــــ میں خدا کو بھول سکتا ہوں قرآن و حدیث کو بھول سکتا ہوں، بیوی بچوں کو بھول سکتا ہوں لیکن

لیکن آپ کو بھلا دینا میرے امکان میں نہیں، اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور اس کا ریشہ ریشہ علیحدہ کر دیا جائے تو بھی اس سے "یا غفار[1]" ہی کی آواز نکلے گی آپ نے مجھ پر احسان نہیں کیے ہیں، مسیحائی کی ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ کچھ کیا ہے جو خدا نے بھی نہ کیا تھا، پھر آپ ہی بتائیے کہ یہ احساس کسی طرح محو ہو سکتا ہے؟

یقیناً یہ خطا مجھ سے ضرور ہوئی کہ آپ نے یاد کیا اور میں نہ آسکا، لیکن کیا عرض کروں کہ یہ جرم کن مجبوریوں کی بنا پر سرزد ہوا ہے — پھر بھی منھ پیٹتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں — اگر میں نہ آسکا تو مجھے عدم حاضری کے اسباب تو ظاہر کر دینا ہی چاہیے تھے، خدا کے لئے لکھ بھیجیے کہ آپ نے معاف کر دیا ورنہ خواب و خور مجھ پر حرام ہو جائے گا

—————— ۵۵ ——————

جو حالات آپ نے لکھے ہیں اُن سے کھلا ہوا "اختناق الرحم" ظاہر ہو رہا ہے یوں آپکی مرضی ہے کہ خواہ مخواہ دعا و تعویذ میں اپنا وقت اور بیوی کی صحت غارت کرتے رہیں لیکن اگر خود انہیں کا اصرار ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اسطرح خود انکی قوتِ ارادی کام کریگی اور ممکن ہے اس سے فائدہ ہو جائے۔

ایکدواقعہ خود میرے ذاتی تجربہ کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اجیگڑھ میں تھا دوپہر کو ایک آدمی "غطیمن" کا رقعہ لیے ہوئے آیا کہ تجارتی کا تعویذ لکھ دیجیے

---

[1] مکتوب الیہ کا نام مرزا عبدالغفار بیگ ہے۔

میں حیران کہ یہ قصہ کیا ہے، جواب دے دیا کہ میں اس پیشے کا آدمی نہیں ہوں کسی نے آپ سے کہدیا

اُدھر سے اصرار ہوا اور اِدھر سے انکار لیکن مجھے اعتراف شکست کرنا پڑا اور مجبوراً ایک تعویذ لکھ کر دے دیا کہ بازو پر باندھ لیا جائے تعویذ کا بازو پر باندھنا تھا کہ بخار کافور ہوگیا اور تین مہینے کی تجاری دفعتہً غائب ہوگئی۔ اب کیا پوچھتے ہیں آپ کیا ہنگامہ بپا ہوا، جشن ومسرت کا ایک سیلاب تھا جو اجے گڈھ کے ایک ایک ذرہ سے اُمنڈا پڑتا تھا، مہاراج (سرر گھوبر سنگھ کا زمانہ تھا) تک خبر پہنچی مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ یہ کیا جادو تم نے کر دیا؟ عظیمن کبھی محجوب وسرنگوں انداز میں بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھیں، میں نے عرض کیا کہ مہاراج تعویذ ہی ایسا تھا" بولے ــ"مجھے بھی بتاؤ"۔ میں نے کہا ــ"آپ کو تو نہیں لیکن عظیمن اگر چاہیں تو بیشک بتا سکتا ہوں"ــ مہاراج نے ہنس کر عظیمن سے کہا کہ "کیوں کیا ارادہ ہے؟" بولیں "ضرور" میں نے کہا کہ "تعویذ اپنے بازو سے کھولکر دیجیے اور جو میں نے لکھا ہے وہ آپ بھی لکھ کر دے دیا کیجیے لیکن میں اسکا ذمہ دار نہیں اگر آپ کو پھر بخار آنے لگے"

بولیں ــ"جی ہاں! میں یہ ساری چالیں سمجھتی ہوں، مدعا یہ کہ میں آپ سے کھول کر نہ دیکھوں اور یہ عمل مجھے نہ معلوم ہو سکے"

میں اٹھا اور ان کے بازو سے تعویذ علٰحدہ کر کے سامنے رکھ دیا، اس میں صرف یہ مصرعہ لکھا ہوا تھا:۔

نام سے تعویذ کے باندھے گئے بازوئے دوست

اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ کس قدر قہقہہ پڑا،

بہرحال اس نقطۂ نظر سے تعویذ گنڈے میں کوئی حرج نہیں کہ مریض کی طبیعت کو پر بنائے اعتقاد مرض کے دفع کرنے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن اس کو اصل چارہ کار سمجھ کر دوسری تدابیر سے غافل ہو جانا مناسب نہیں،

میرے تجربے میں "لوبی کھنی" کا علاج بالماء اس مرض میں بہت مفید ثابت ہوا ہے، بشرط آں کہ کوئی شخص پوری پابندی کر سکے،

———— ۵۶ ————

عزیز گرامی!

مبارک ہو کہ آپ کی بدولت زندگی میں آج بالکل پہلی مرتبہ جھوٹ بولنے کی "سعادت" مجھے بھی حاصل ہو گئی، آپ کا پیام جو حرف بحرف غلط تھا اُن کو حرف بحرف سنا دیا اور یہ کہکر کہ جو کچھ لکھا ہے سب صحیح ہے۔ اس سے زیادہ ایثار آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

لیکن ایک بات پوچھتا ہوں اگر بُرا نہ مانیے اور وہ یہ کہ اس مکرو فریب پر آخر کب تک زندگی بسر ہوگی؟ ایک نہ ایک دن وہ ساعت آئے گی جب ڈپلومیٹ میں بھی آپ کے لیے کوئی لذت باقی نہ رہے گی اور آپ خود اپنے ہاتھوں سے یہ نقاب نوچ کر پھینک دیں گے۔ پھر خدا کیلیے بتائیے کہ مجھے آپ کیوں درمیان میں ڈالتے ہیں، میری مٹی کیوں پلید کرتے ہیں۔

یونہی میں کونسا بڑا عقلمند ہوں کہ اس تازہ حماقت میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ بدنام ہوں،

میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ "صداقت" خواہ کتنی ہی نقصان رساں ہو جائے خود ایک لذت ہے، لیکن آپ کہتے ہیں کہ نہیں، جھوٹ بھی ایسا ہی ہے۔ اچھا تو ہوگا اس میں جھگڑا کیا ہے لیکن خدا کے لیے آیندہ مجھے اس لذت سے "سرفراز" نہ فرمایئے ——— ڈر رہا ہوں کہ اگر کسی وقت ان پر یہ جھوٹ کھل گیا اور ایک نہ ایک دن یقیناً کھل کر رہے گا تو میرے متعلق وہ کیا خیال کرینگے میں آپ کا دوست سہی لیکن اپنے ساتھ دشمنی کیوں کر دوں ——— دیر سے یہ خیال دماغ میں چکر کھا رہا ہے، اور خدا جانے کتنی بار ارادہ کر چکا ہوں کہ جا کر سارا حال صاف صاف کہہ دوں لیکن پھر رک جاتا ہوں کہ مبادا آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے ——— بہرحال اب تو جو ہونا تھا ہو گیا لیکن آیندہ کے لیے اس خدمت سے مجھے معاف رکھیے ——— اگر آپ کا اور ان کا معاملہ ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے تو آپ ہی تنہا یہ ثواب حاصل کیجیے، اور مجھے جہنم میں جلنے کے لیے تنہا چھوڑ دیجیے، بڑا احسان ہوگا۔

——— ۵۷ ———

ظالم، خدا سمجھے!

جی چاہتا ہے کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں اور جتنی گالیاں دنیا میں وضع ہوئی ہیں وہ سب تم پر صرف کر دوں ——— غضب خدا کا تم یہاں

آؤ دو دن تک قیام کرو اور مجھے خبر تک نہ ہو ــــ تمہارے پاؤں میں مہندی لگی تھی تو آدمی کو بھیج دیا ہوتا، کارڈ لکھ دیا ہوتا اور کچھ نہیں تو اپنے میزبان ہی سے کہدیا ہوتا وہ مجھے بلا لیتے ـــــ یہ آخر کیا انداز تھا؟ کس نوع کی سفاکی تھی، بے رحمی کی کون سی قسم تھی، ناآشنائی و بے مروتی کی کونسی ادا تھی؟ میں بھی تو سنوں! مگر تم کیا کہو گے اور میں کیا سنوں گا، تمہاری فطرت کو جانتا ہوں، تو پوچھوں، تم اپنے آپ کو نہ جانتے ہو تو کہو ـــ بہتر ہو اس سے بھی زیادہ ظلم اگر کوئی مدنظر ہے تو اسے بھی آزما دیجیے، کشتۂ دشمن تو سبھی ہوتے ہیں، میں کشتۂ دوست ہی سہی!

———— ۵۸ ————

جی ہاں،

آگرہ سے واپس آگیا اور اس عالم میں کہ دل و دماغ دونوں بےکار ہیں اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ ایک ہفتے کے قیام میں مجھ پر کیا گزر گئی لب دریا اسی باغ میں ان کا قیام ہے جہاں آپ آخری مرتبہ دیکھ گئے تھے محبت کا آزار یقیناً سب کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوگا جو ان کے ساتھ ہو رہا ہے، لیکن میں تو یہ سوچتا ہوں کہ دنیا میں کیا ان سے زیادہ کوئی اور زندہ رہنے کا اہل تھا جس کو ان کی زندگی چھین کر دی جا رہی ہے ــــ میں نے بڑی بڑی حساس عورتیں دیکھی ہیں لیکن معاذ اللہ! یہاں تو عالم ہی کچھ اور ہے، زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ شمع کا گھلنا کسے کہتے ہیں ــ

باور کیجیے ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ معلوم نہیں کس وقت یہ منظر میرے قلب کی حرکت کو بند کر دے۔

یہ تو طے ہے کہ انہیں مر جانا ہے، لیکن اس ظالم کو کیونکر اس کا یقین دلایا جائے جس نے اس حال تک غریب کو پہنچا دیا ہے، سامنے آجائیں تو معلوم ہو کہ ان سے زیادہ "غمزدۂ محبت" دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا اور بیٹھ پیچھے وہی "بزم آرائیاں" ہیں اور وہی "ناوک اندازیاں"! خیر اس ذکر کو چھوڑیے دل پر چوٹ لگتی ہے، یہ بتائیے کہ تبدیل آب و ہوا اور علاج کے لیے اگر انھیں دہلی لایا جائے تو آپ کچھ مدد کر سکتے ہیں یا نہیں وہ مکان تو اب تک میرے قبضے میں ہے جس میں رہا کرتا تھا، لیکن تنہا مکان سے کیا ہوتا ہے؟ علی الخصوص اس وقت جبکہ مکین نہ صرف بلحاظ صحت و توانائی بلکہ بلحاظ فطرت و طبیعت بھی حد درجہ نازک و حساس ہو

——— ۶۹ ———

صدیقی العزیز!

مکتوب گرامی ملا لیکن شکریہ اس لیے ادا نہیں کرتا کہ اس میں نہ میرے کام کی بات تھی نہ آپ کے — جس حد تک وہاں کی فضا کا تعلق ہے آپ کی غزل میں کسی ایک حرف کے اضافے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یوں وہ غزل کیا نظم بھی نہیں ہے، نثر بھی نہیں ہے، یاد رکھیے جب تک آپ تقلید و اتباع ترک کر کے خود اپنے اندر کوئی کیفیت شعر کہنے کی نہ پیدا کریں کبھی

کامیاب نہیں ہو سکتے۔

آپ نے امیر و داغ کی بحث چھیڑ کر طبیعت کو مکدر کر دیا۔ جس حد تک مراۃ الغیب کا تعلق ہے امیر و داغ کے موازنہ کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ دونوں میں شمال و جنوب کی نسبت ہے لیکن صنم خانۂ عشق لکھ کر امیر نے خواہ مخواہ ایک عذاب مول لے لیا، اپنے لیے بھی کہ ان کے شایان شان نہ تھا اور دوسروں کے لیے بھی ان کو داغ کی سطح پر لا کر گفتگو کرنا پڑتی ہے۔

امیر شاعر تھے اس میں کلام نہیں لیکن آپ کو معلوم نہیں شاعر دو قسم کے ہوتے ہیں — وہبی و اکتسابی نہیں میں نے یہ تقسیم اور طرح کی ہے مطلق شاعر اور شاعر بالقوۃ، یعنی ایک تو وہ جو سوائے شعر کہنے کے اور کسی کام کا نہیں یعنی شعر نہ کہے گا تو کرے گا کیا اور دوسرا وہ جو دوسری تمام انسانی اہلیتوں کے ساتھ شعر گوئی کی بھی اہلیت رکھتا ہے، سو ظاہر ہے کہ جہاں تک محض شعر کا تعلق ہے امیر کو داغ سے کوئی نسبت نہیں، داغ صرف شاعر تھا اور کچھ نہیں، امیر سب کچھ تھے اور شاعر بھی — داغ کا سرمایۂ ہستی صرف اسکی شاعری تھی اور امیر کیلیے یہ امر باعث فخر و ناز نہ تھا۔ داغ نے تمام عمر اسی ماحول میں بسر کر دی جو گوشت پوست سے متعلق ہونے والی شاعری کے لئے ضروری ہے اور غریب امیر کو نماز پنجگانہ اور تہجد گزاری سے کہاں فرصت تھی کہ وہ اس طرف توجہ کرتے،

ہر چند مراۃ الغیب (ان کے دیوان اول) کی شاعری بھی صرف امیر کی سی شاعری ہے جس میں جذبات وغیرہ سے بہت کم سروکار ہے، لیکن خیر ایک مخصوص

رنگ اس زمانے کا ہے جو اچھا نہیں تو بُرا بھی نہیں ہے، لیکن صنمخانۂ عشق لکھکر تو انھوں نے کمال ہی کر دیا۔ غضب خدا کا امیر ایسا شخص اور عامیانہ جذبات نگاری میں اس سطح تک اُتر آئے کہ

رخسار نازک ہوں تو ہوں آج ایک نہ مانوں گا میں
دو بوسے لوں گا جانِ من ایک اس طرف ایک اس طرف

داغ سے تو ہم اس سے زیادہ یہ بھی سن سکتے ہیں

مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

لیکن امیر ایسے سنجیدہ و متقی شخص کی طرف سے ہم وہ بھی گوارا نہیں کر سکتے البتہ ایک بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ وہی امیر جو مرآۃ الغیب میں یکسر بے آب و رنگ نظر آتے ہیں اور صنمخانۂ عشق میں شرمناک حد تک عریاں جوہر انتخاب اور گوہر انتخاب میں (جو صنمخانہ کے ضمیمے ہیں) کیونکر دفعۃً لکھنؤ چھوڑ کر دہلی کی فضا میں پہنچ گئے۔ لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| کچھ آج نہیں رنگ یہ افسردہ دلی کا | مدت سے یہی حال ہے یارو مرے جی کا |
| صورت تو امیر اپنی دکھیو | کھاتے ہو قسم نہیں میں عاشق |
| اور جو وہ کوئی آہ کر بیٹھے | تم دکھاتے ہو امیر کا دل |
| کچھ تمہارا غریب لیتا ہے | اک کنارے پڑا ہوا ہے امیر |
| کوئی امیر ترا دردِ دل سُنے کیونکر | کہ ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے |

حیران ہوں کہ جس میں ایسے اشعار کہنے کی اہلیت ہو وہ اپنے نام سے مراًتاً ایغب اور ضمنی نہ عشق کی نسبت گوارا کرے

بہر حال اگر آپ کو امیر کی تقلید ہی منظور ہے تو اس رنگ کو سامنے رکھیے کہ اصل تغزل یہی ہے،

— ۶۰ —

اے جہان کہو پھر اس ادا سے
میں آج نظام سے خفا ہوں

نظام رام پوری نے جس عالم میں یہ شعر کہا ہے اس کا حال تو معلوم نہیں لیکن تم نے جس انداز سے اپنی برہمی کا اظہار کیا ہے اس پر میں اپنے جذبات کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا۔

کس قدر احمق ہو میں نے لاکھ مرتبہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے خفا نہ ہوا کرو کیونکہ تم جتنا غصہ کرتے ہو اتنا ہی مجھے پیار آتا ہے اور تمہیں اور ستانے کو جی چاہتا ہے۔

دیکھو غصے سے ایک مقصود یہ ہوتا ہے کہ اظہار بیزاری و نفرت کیا جائے اور دوسرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ انتقام لیا جائے سو یہ دونوں حاصل نہیں، تمہاری ہر بیزاری میرے لیے ایک "جدید" پیمان وفا ہے اور انتقام کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا، جب کہ معاملہ "شاہ و گدا" کا ہو

کتنے ناسمجھ ہو کہ محبوبیت کے لحاظ سے تو "جان عالم" کہلاؤ اور محبت کے اس ادنیٰ رمز کو نہ سمجھ سکو۔ اگر واقعی تم یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ تمہارا تعلق

کسی پر ظاہر نہ ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ "عاشقی کا پردہ ہے بیگانگی" اور

منھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

خیر "شاعری برطرف" اب آپ ذرا اپنی برہمی کی بھی حقیقت سمجھ لیجیے آپ کی ایک تحریر آئی ہے کہ میں "فلاں وقت اسٹیشن سے گزروں گا"۔۔۔ میں قصداً آپ سے نہیں ملا صرف اس لیے کہ ادھر سے گزرنا اور گزر جانا کیا معنی آپ شکایت کرتے ہیں، میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ "جی ہاں نہیں مل سکا معاف فرمایئے"۔۔۔ آپ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور برہمی ظاہر کرنے کے لیے جتنے الفاظ آپ کو یاد ہیں سب ایک سانس میں سنا جاتے ہیں، میں ہنس کر ٹال جاتا ہوں لیکن آپ پھر بھی نہیں سمجھنا چاہتے۔۔۔ اور سمجھیے کیونکر معشوق ٹھہرے نا

——— ۶۱ ———

محترم!

نوازش نامہ ٹھیک اس وقت ملا جبکہ میں مایوس ہو کر خودکشی پر آمادہ ہو چلا تھا یقیناً یہ خودکشی ہے کہ آپ ایسے محسن و کرم فرما کی طرف سے کوئی برا خیال دل میں لاؤں۔۔۔ آپ کے اس التفات کا بیش از بیش شکریہ

عزیزی جنید کو بھیج رہا ہوں اور اس توقع کے ساتھ کہ آپ ان کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر ہر اس رعایت و سختی سے کام لیں گے جو "فضل میاں" کے لیے روا رکھی جاتی ہے، یہ آپ ہی کے ہیں اور ہمیشہ آپ کے رہیں گے ہیں اگر "بندہ گریزپا" ہوں تو کیا ضرور ہے کہ مجھ سے متعلق ہونے والا ہر شخص ایسا ہی

"ناشکر گزار" ثابت ہو، پاؤں میں زنجیر ڈالیے، ہاتھوں میں ہتھکڑی اور کشاں کشاں جہاں جی میں آئے لے جایئے، نہ مجھے کوئی عذر ہو سکتا ہے نہ نہیں، حالانکہ اس کی ضرورت آپ کو غالباً کبھی نہ ہوگی، کیونکہ ان کی فطرت ہی انقیاد و اطاعت ہے ۔ رہ گیا اہلیت کا سوال، سو اس کو آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، میں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ آپ چاہیں تو خزف ریزہ بھی الماس بن سکتا ہے اور وہ الماس جو آپ کے درخورِ نظر نہ ہو، خزف ریزہ سے بدتر ہے،

— ۶۲ —

یہ تو نے کیا کہا ناصح! نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو اس گلی کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

آئے بڑے وہاں سے چارہ ساز بن کر! کچھ عقل خراب ہوگئی ہے حواس ٹھکانے نہیں ہیں، یا کچھ پی گئے ہو، آخر یہ قصہ کیا ہے جو بیٹھے بٹھائے ناصح شفیق بننے کا شوق چرّا اٹھا۔

تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ مجھے ان سے کیا تعلق؟ تو کیا تم چاہتے ہو کہ ناخن گوشت سے جدا ہو جائے، جسم سے روح علٰحدہ ہو جائے، میں مرجھاؤں تباہ و برباد ہو جاؤں ۔ آخر یہ تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہو ۔ اپنے کام میں لگو دفتر میں بیٹھ کر مراسلت نگاری کیا کرو، تمہیں اس دنیا کی کیا خبر جہاں آفتاب و ماہتاب بھی سر جھکا کر گزر جاتے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اب بھی باز نہ آؤ گے اور اپنے آپ کو میرا بڑا خیرخواہ ظاہر کر کے لوگوں سے فریاد کرو گے لیکن مجھے کیا پروا ہے تمہاری اور تمہاری دنیا کی، میری دنیا سب سے علٰحدہ ہے جو میرے دل نے بنائی ہے اور جس کا میں خود حاکم و فرماں روا ہوں — بڑی ہمت ہے تو آ جاؤ اور اسے تاراج کر ڈالو ۔ اگر تم اس بات پر جلتے ہو کہ انھوں نے کیوں مجھے درخورِ التفات سمجھا، تو یہ اُنکی مرضی'

وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

تمہارا اجارہ؟

—— ۶۳ ——

صدیقی —— میں تعمیلِ ارشاد کی غرض سے کل شام کو وہاں گیا اور ان سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی، انھوں نے ایک ایک کر کے اپنے تمام عذر میرے سامنے پیش کیے اور ایک ایک کر کے میں نے تمہاری طرف سے رد کر دیے ہر چند ایک ہلکی سی کیفیت جو مغائرت کی پیدا ہو گئی ہے وہ دل کو صاف ہونے نہیں دیتی — مگر یہ ضرور کھل گیا کہ نہ ان کی معقولیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے نہ تمہاری نامعقولیت میں، وہ اس لیے کہ باوجود ان تمام شکایتوں کے تمہارا خیال وہ اسی طرح کرتے ہیں، اور یہ اس لیے کہ تم نے خود ذکرِ معاملہ کیوں نہ صاف کر لیا بہر حال

قائل تو ہو گئے ہیں وہ تاثیرِ عشق کے

موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

خواہ یہ حکمت تمہاری طرف سے ظاہر ہو یا اُن کی طرف سے

—————— ۶۴ ——————

کرم گستر ا بیاز نوازا!

آپ نے جس خلوص کا اظہار کیا ہے اس کا اعتراف تو خیر کیا، البتہ عدم اہلیت اعتراف کا اظہار بیشک کر سکتا ہوں ــــ آپ جس آئینے میں مجھے دیکھ رہے ہیں وہ خود آپ ہی کا "عکس بردار" ہے، میں وہاں کہاں

مجھے حاضری میں کیا تامل ہو سکتا ہے لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا قریب کا مطالعہ اس حسنِ ظن کو محو کر دے جو آپ کے لیے تو خیر کچھ نہیں مگر میرے لیے سرمایۂ افتخار ہے،

آپ نے جس مسئلہ پر قلم اُٹھانے کی دعوت دی ہے وہ نہ صرف میرے مقاصد بلکہ میرے احاطۂ علم سے بھی باہر ہے اسلیے کیوں آپ مجھے رسوا کریں گے۔

اگر ناگوار نہ ہو تو عرض کردں کہ کیوں نہ حضور ہی دلیل راہ بنیں۔ میں یوں بھی ہمیشہ قیادت کی ذمہ داریوں پر اطاعت کی "سپردگیوں" کو ترجیح دیتا ہوں چہ جائیکہ آپ کسی تحریک کے علمبردار ہوں کہ اسوقت تو جھکا ہوا سر بھی

"نیزۂ غازیان ست کہ ترنج آفتاب را بنوک سناں ربودہ"

یہ فقرہ ملا ظہیری تفرشی کا ہے جو شاہ عباس صفوی کے باغ کے فوارہ کی تعریف میں بے ساختہ اس کے قلم سے نکل گیا ہے۔

کس بلا کا منشی تھا، کتاب صرف سولہ صفحے کی ہے لیکن زور بیان

"بلندی تخئیل کا وہ عالم ہے کہ اس کو پھیلانے پر آیئے تو ۱۶۰۰ صفحے بھی کم ہیں چونکہ آپ کو فارسی سے خاص لگاؤ ہے اور مجھے بھی اپنی ابتدائی تعلیم کا زمانہ یاد آگیا ہے اس لیے دو چار مثالیں نزاکتِ بیان کی اور سُن لیجیے۔

فوارے کی دو خوبیاں قابلِ ذکر ہوا کرتی ہیں، ایک یہ کہ اس کا پانی بہت پھیل کر گرے اور دوسرے یہ کہ وہ بلند ہو جائے، بلندی کی تعریف تو آپ نے سُن لی کہ "نیزۂ نازیان ست ....." اب پہلی صفت کو ملاحظہ کیجیے کیا قیامت کی تشبیہ پیش کی ہے، لکھتا ہے:-

"شیریں خیمہ نشین ست کہ گیسوے گوہر کش رشحہ بر تن بلوریں افشاندہ

پرویز حباب دور با چشم نمناک بتماشا ایستادہ

ایک وجہ شبہ پر متعدد مشبہ بہ پیدا کرنا انشا پردازی کا کمال ہے۔

فوارے کی ایک حالت کو دیکھ کر دو کیسی لطیف تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ یعنی فوارہ نہیں ہے بلکہ شیریں خیمہ کے اندر بیٹھی ہوئی جسم بلوریں پر اپنے گیسو بکھرائے ہوئے ہے جس کے بال بال میں موتی پروے ہوئے ہیں۔

پھر چونکہ شیریں کی رعایت سے پرویز کا وجود بھی ضروری تھا اسلیے "حباب" سے یہ خدمت لی گئی حباب کو "چشم نمناک" کہنے میں تو کوئی کمال نہ تھا لیکن "دور بتماشا ایستادہ" کہہ کر ظالم ملا اپنی بالغ نظری کا پورا ثبوت دے گیا۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب حوض کے پانی میں فوارے کا پانی آکر گرتا ہے تو حباب کثرت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن پانی کے ہلکورے سے وہ کنارے جا کر لگ جاتے

ہیں باغ کی تعریف میں دو فقرے کس قیامت کے لکھ گیا ہے۔

صبح نسیمے کہ ست کہ از نسترن زارش برگشتہ
و شفق ہوا ئیست کہ بر لالہ ستانش گزشتہ

یعنی دنیا جس چیز کو صبح کے نام سے موسوم کرتی ہے وہ تو صرف نسیم کا ایک جھونکا ہے جو باغ کے نسترن زار سے گزر گیا ہے اور لوگ جس چیز کو شفق کہتے ہیں وہ تو ایک موج ہوا ہے جو اسی باغ کے لالہ زار کو چھوکر چلی گئی ہے"۔۔۔۔

دنیا آج نئی نئی تشبیہات کی جستجو میں ہے حالانکہ فارسی کی قدیم تشبیہات میں اب بھی خدا جانے کتنی جدتیں پائی جاتی ہیں۔

اخیر میں چند شعر کی مثنوی بھی شامل کر دیگئی ہے جوش بہار کا عالم ملاحظہ ہو

بہار است دمی غلطد از جوش گل
ستارہ چو شبنم در آغوش گل

فرط نمو سے ایک ایک پھول اس وقت سربلند ہے کہ اسکے دامن میں ستارے شبنم کے قطروں کی طرح پڑے جگمگا رہے ہیں۔

ہر چیز کا حد سے زیادہ مبالغہ ناگوار ہوتا ہے، لیکن یہاں حسن بیان نے اس کو بھی گوارا بنا دیا۔۔۔ خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا، معاف فرمائیے پرانی صحبتوں کا یہ لطیف احساس آپ کے سامنے پیش نہ کروں تو پھر دوسرا کون ہے؟

فارسی کلاسکس کو اب کون پوچھتا ہے ۔۔۔۔۔ خود ایران کی بھی دنیا

بالکل بدل گئی ہے، یہ ترقی ہے یا تنزل، اس کا حال کیسے معلوم؟

— ۶۵ —

خانِ والاشان

آپ کی تحریر جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اضطراب ٹپک رہا ہے کل شام کو مجھے ملی۔ یقیناً آپ کو حیرت ہو گی کہ میں نے اس قدر جلدی جواب دینے میں کیوں کی، جب کہ آپ کے خیال کے مطابق کم از کم دو چار دن تو دریافت حال کے لیے ضروری تھے۔

سنیے مجھے تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں ان کو خوب جانتا ہوں گو وہ مجھے نہ جانتی ہوں ۔۔۔ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کی شناسائی کب کی نکل آئی؟ بہر حال اگر یہ خواہش خود انہیں کی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ابھی تک آپ صرف تنہا ہی تمنا پر جی رہے ہیں تو میں اس اقتران کی مخالفت کروں گا۔

آپ کے اور اُن کے مزاج میں وہی تفاوت ہے جو میرے اور قاضی صاحب بھوپال کے مزاج میں، آپ ٹھیرے "ہنسوڑ" کہ پہلے ہنس لیا اور پھر بات کرنا اور وہاں متانت و سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی اس وقت تک کسی نے انکی پیشانی کو شکن سے خالی دیکھا ہو، مجھے نہیں معلوم مگر سُنا ہے کہ اپنے فن پر اور شاید صورت پر بھی اتنا پندار ہے کہ وہ کسی سے کھلکر بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہیں۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ سلاح وہ اچھا کرتی ہیں اور حسنِ دلنا ہر نما ہمی

شہرت انھوں نے حاصل کر لی ہے لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہ تمہارے درد دل کا علاج کر سکیں،

صورت کے لحاظ سے انھیں "جمیل" تو یقیناً نہیں کہہ سکتے لیکن دلکش ہونے میں کلام نہیں — رنگ کھلتا ہوا سانولا (جو شباب کے زمانے میں واقعی قیامت ہوتا ہے) کشیدہ قامت، دراز گردن، بڑی بڑی آنکھیں، چھریرا بدن، کتابی چہرہ، یہ ہیں ان کی جسمانی خصوصیات — رہے معنوی محاسن، سو یہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ لکھنؤ کی گریجوٹ اور دہلی میڈیکل کالج کی فاضل ڈاکٹر ہیں، عمر ۲۶، ۲۷ سال کی ہوگی لیکن چہرہ کی نرمی اترہ اٹھارہ سال کی سی ہے تہذیب جدید کی جتنی رعنائیاں ہو سکتی ہیں وہ بھی سب ان میں موجود ہیں، خصوصیت کے ساتھ رفتار تو واقعی قیامت ہے — پھر اب پوچھو کہ میں تمہارے لیے کیوں موزوں نہیں سمجھتا — ایک سبب تو ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ان کی تنک مزاجی تمہاری خوش مزاجی کی متحمل نہیں ہو سکتی — دوسرے یہ کہ وہ اپنے فن کو کبھی کسی حال میں ترک نہ کریں گی اور تمہاری رشک کرنے والی طبیعت غالباً اسے گوارا نہ کرے، تیسرے یہ کہ نقاب وہ اپنے چہرہ پر ڈالیں گی نہیں اور تمہارے والد بے پردہ نہیں گھر میں گھسنے نہ دیں گے، اور چوتھا سبب جو سب سے بڑا مانع ازدواج کا ہو سکتا ہے، یہ ہے کہ اس نام کی ڈاکٹرنی کوئی ہے ہی نہیں، یہ تم کو کس نے بیوقوف بنایا ہے، مجھے بھی تو معلوم ہو۔

— ۶۶ —

لاحول ولاقوۃ،

ہزار بار لکھ چکا کہ میں جمیل صاحب سے واقف نہیں۔ کبھی اُن کی صورت بھی نہیں دیکھی، نام تک نہیں سُنا، اور آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں ضرور ملے ہوں گے — آپ آدمی ہیں یا تماشا!

تمہیں اب بھی شاید اعتبار نہ آئے گا لیکن تمہارے وہم و گمان کی رعایت سے محال کو ممکن بنا دینا، میرے اختیار میں تو ہے نہیں۔

ایک صاحب اس نام کے ضرور میرے پڑوس میں رہتے ہیں، لیکن جس معاملے میں آپ مدد لینا چاہتے ہیں اس سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا — یہ غریب کسی دفتر میں بیس روپیہ کے ملازم ہیں اور آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے "جمیل" کوئی با اختیار افسر ہوں گے —

علاوہ اس کے یہ صاحب یہیں کے رہنے والے ہیں اور اُن کی بابت آپ نے لکھا ہے کہ علی گڑھ کے باشندے ہیں

بہرحال یہ انکشاف میرے اختیار سے بالکل باہر ہے، اس کے لیے آپ کوئی کو مبتس ڈھونڈیے، یا خود تکلیف کر کے آیئے اور نشان دہی کیجیے "بوسہ بہ پیام" بالکل مہمل بات ہے۔

— ۶۷ —

مکرمی، تسلیم

"نقوش" ملے، اور پورا ایک دن اُن کے مطالعہ میں صرف کیا،

ظاہر ہے کہ جس چیز میں گھنٹوں تک لطف اٹھایا ہو اس کی تعریف چند سطروں میں کیا ہو سکتی ہے لیکن اس خیال سے کہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے اولین فرصت میں یہ عریضہ بھیج رہا ہوں،

آپ کے مرسلہ نقوش میں سے تین تو اس لیے قابل لحاظ نہیں کہ وہ نقوش قدیمہ کے چربے ہیں، گو سایہ و رنگ کی تکمیل میں آپ نے کافی ذہانت سے کام لیا ہے باقی چار واقعی بہت پاکیزہ ہیں اس قدر پاکیزہ کہ مشکل سے صحیح الفاظ ان کی تعریف کے لیے مل سکتے ہیں — اجازت دیجیے کہ مختصراً ہر ایک پر اپنی رائے کا اظہار کر دوں:-

(۱) "طلوع صبح" اچھا عنوان ہے، لیکن پامال، میری رائے میں "امتزاج رنگ و نور" زیادہ موزوں ہے — کیونکہ آپ کے نقش کو دیکھ کر مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبح کا منظر دکھایا ہے یا شام کا اور اسی لیے غالباً آپ نے عنوان میں اسکو ظاہر کر دیا ہے۔

آفتاب جس وقت تک بلند نہ ہو ایک نقش میں محض روشنی سے یہ پتہ چلانا کہ صبح کا وقت ہے یا شام کا مشکل ہے، علی الخصوص اسوقت جبکہ ماحول سے کوئی سراغ نہ مل سکے۔ اگر آپ چڑیوں کی پرواز، درختوں کی سمت سے روشنی کی طرف دکھاتے تو طلوع صبح کا منظر زیادہ قریب الفہم ہو جاتا، اور روشنی کی طرف سے درختوں کی طرف انکی آمد دکھاتے تو شام کا منظر متحقق ہو جاتا، لیکن آپ نے چونکہ اس چیز کو

بالکل ترک کر دیا ہے اس لئے عنوان کو بھی مبہم ہی رہنے دیجیے تو اچھا ہے

اس میں شک نہیں کہ افق کے "غبار رنگیں" کو آپ نے جس تکمیل کے ساتھ دکھایا ہے وہ آپ کے مطالعۂ فطرت کا بین ثبوت ہے اور "پس منظر" میں جو اپنے ایک شان "لاانتہایت" کی پیدا کر دی ہے وہ کسی معمولی نقاش فکر کا نتیجہ نہیں ہو سکتی

(۲) "خارِ سرِ راہ" بہت دلکش نقش ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جس لڑکی کو آپنے برہنہ پا دکھایا ہے، کیا اسکا لباس وہی ہونا چاہیے جو آپ نے تجویز کیا ہے میری رائے میں اس کو دہقانی لباس میں ملبوس کرنا چاہیے تھا ترچھی مانگ رکھنے والی اور ریشمی ساڑیاں پہننے والی لڑکیاں غالباً کبھی برہنہ پا نہیں دیکھی جاتیں

ایڑی سے چبھا ہوا کانٹا نکالنے کے لیے جتنے خم اور لوچ ایک کمسن لڑکی کے جسم میں پیدا ہونے چاہییں وہ سب آپ نے حد درجہ تکمیل کے ساتھ دکھائے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ گردن اٹھا کر دیکھ کس کو رہی ہے ---- آپنے یہ پوزیشن صرف اس لیئے رکھا ہے کہ اس کی صورت بھی سامنے آجائے، لیکن اگر آپ چاہتے تو صرف ایک رخ دکھا کر اس کے نقوش کے تناسب کو پیش کر سکتے تھے ---- اصولاً و فطرتاً اس کی نگاہ ایڑی ہی کی طرف رہنا چاہیے تھی اور اس حالت میں جو خم اس کی گردن میں پیدا کیا جاتا وہ بہت زیادہ دلکش ہوتا بحیثیت صاحبِ فن ہونے کے یہ نکتہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ ایک نقش میں ایک آدھ خلا ایسا چھوڑ دینا جنہیں دیکھنے والے کا دماغ خود

پر کرے بہت لطف کی بات ہے۔

(۳) گاؤں کی ایک شام —— میرے نزدیک آپ کا یہ نقش بہت کامیاب ہے اور شام کے وقت ایک گاؤں کا جو منظر ہونا چاہیے اس کو آپ نے تمام جزئیات کی تفصیل کے ساتھ دکھا دیا ہے۔ آبادی پر ہلکا سا تاریک سایہ اور درختوں کی چوٹیوں پر کہیں کہیں مضمحل دھوپ، مویشیوں کی تھکی ہوئی واپسی، تالاب کے پانی کا سکون، درختوں پر چڑیوں کا جھنڈ، الغرض تمام باتیں تکمیل کے ساتھ پائی جاتی ہیں ——

اگر آپ ایک آدھ کا اٹھا ہوا سر دکھا دیتے تو خوب ہوتا، شام کو جب مویشی واپس آتے ہیں تو گائیں اس خوشی میں کہ اپنے بچوں کو دیکھیں گی، ضرور دو چار مرتبہ ہمک کر آواز دیتی ہیں

(۴) آئینہ کے سامنے —— اچھی تصویر ہے لیکن اس میں بھی بہت عمومیت ہے اگر آپ آئینے کو تصویر میں نہ دکھاتے اور صرف "لڑکی کے نقش سے یہ بات ظاہر کر دیتے کہ وہ آئینہ دیکھ رہی ہے تو یہ عمل بہت بلند ہو جاتا۔ آئینہ تو سبھی دکھاتے ہیں، لطف تو جب تھا کہ بغیر اس کے دکھائے ہوئے لوگوں کے ذہن کو آپ اس طرف منتقل کر دیتے۔

دو چار احباب اور اس فن کے شائق ہیں ان کو دکھانے کے بعد واپس کر دوں گا افسوس ہے کہ میں اپنے رسالہ میں تصاویر نہیں شائع کرتا ورنہ دو ایک نقش آپ سے ضرور مانگ لیتا۔ آپ کلکتہ ضرور بھیجیے،

گجراتی اور بنگالی زبان کے رسائل یقیناً لے لیں گے۔
چغتائی صاحب کے فن کے متعلق میں اپنی رائے نگار میں ایک بار مفصل ظاہر کر چکا ہوں ملاحظہ فرمائیے اسمیں شک نہیں کہ خطوط کا بادشاہ ہے

―――― ۶۸ ――――

جاؤ جی

کیوں جلاتے ہو، تم ادر اپنے لطف کو چھوڑ کر میرے پاس آؤ! قیامت تک ممکن نہیں

گزر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

بہر حال آؤ یا نہ آؤ لیکن اپنا دعا گو سمجھ کر کبھی کبھی یاد کر لینے کی عادت ترک نہ کر دیں خود نہیں چاہتا کہ تم اپنے لمحات کامرانی کو رائگاں جانے دو زمانہ کب کسے فرصت دیتا ہے، خدا جانے کیا اتفاق ہے کہ تم پر یوں مہربان ہے۔

میرا سلام پہونچا دو اور نامناسب نہ ہو تو یہ بھی کہہ دو کہ

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر موجودہ حالات پر نگاہ ڈالتا ہوں تو حیرت ہو جاتی ہے کہ

روئے محمود دخاک پائے ایاز

اچھا جی خوش رہو، ہمیں یاد کرو یا نہ کرو، بقول اکبر

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

———— ۶۹ ————

اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

یہاں تو اب ناکامیوں اور مایوسیوں نے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ دوسروں کے متعلق بھی کسی اچھی خبر سننے کی امید باقی نہیں رہی،

بارے شکر ہے کہ تمہاری الجھنیں ختم ہوئیں، اور

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم

میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ کنوار کے جھالے ہیں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں لیکن تمہیں فرط شوق میں کب اعتبار آتا تھا — دیکھ لو وہی ہوا، جو میں کہتا تھا اب تو شاید تم بھول کر کبھی حرف شکایت زبان پہ نہ لاؤ گے اور لاؤ کیونکر

دلِ شکستہ دراں کوچہ می کنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

اچھا اب رات زیادہ گئی ہے، کیوں سردی میں ٹھٹھرو گے، جاؤ آرام لو اور بے آرام کرو

———— ۷۰ ————

میاں مستان شاہ!

کہو اب کیا دل میں ٹھانی ہے۔ ساحلِ بمبئی کے پریزادوں نے تمہیں

نہ پوچھا بنگال کی جادو کرنے والیوں نے تمہاری پروا نہ کی "سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی" نے تم کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا، مدراس کی "نازنینانِ کمند بردوش" تمہاری طرف سے منہ موڑ کر چلی گئیں —— پھر میں پوچھتا ہوں کہ اس سخت جانی کو کہاں کہاں لیے پھرو گے اور خدا کے اس عذاب کو کیونکر ٹالو گے۔

تم سے کہتا ہوں کہ پاؤں توڑ کر کسی ایک جگہ بیٹھ جاؤ تو اپنی جوانی کا عذر پیش کرتے ہو۔ خودکشی کی رائے دیتا ہوں تو مذہب کی آڑ پکڑتے ہو اب رہ گئی ایک صورت "مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز" کی وہ تمہاری غیرت و خودداری کے منافی ہے —— ہاں ایک تدبیر اور ذہن میں آئی ہے، وہ یہ کہ زلفیں بڑھا لو اور گیروے رنگ کی ریشمی چادر لپیٹ کر کسی مزار پر بیٹھ جاؤ —— یہاں اگر آ گئے تو تمہاری کرامت کے سیکڑوں قصے میں گھڑ کر لوگوں کو سنا دوں گا

امید تو ہے کہ کام چل جائے اور اچھی طرح چل جائے

—— ۱۷ ——

میرے بھائی

خط ملا، پڑھ کر بے اختیار آنسو ٹپک پڑے، ہائے کیا زمانہ تھا، کیسا بے فکریاں تھیں تم میرے پاس اور میں تمہارے قریں۔ اللہ اللہ!!

لیلیٰ و مجنوں بہم می بودہ اند

پیش ازیں خوش روزگارے بودہ است

تمہاری حالت معلوم کر کے اب کیا کہوں کس قدر بے چین ہوا ہوں، لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اس بے چینی سے تمہیں کیا فائدہ، نہ تقدیر کا قائل ہوں نہ تدبیر کا اہل، نہ صبر کی لذت سے آگاہ نہ شکر کے "فن" میں دستگاہ، اس لیے جبتک جیتا ہوں خونِ جگر پیتا ہوں اپنے مآل پر اور ان سب کے حال پر جن سے مجھے علاقہ ہے

همه حیرتم که دهقاں بچه کار کشت مارا

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ جب جی میں آئے میرے پاس چلے آؤ، تم کہتے ہو کہ "بلائے آسمانی میں گرفتار ہوں، آپکو پریشان کرنے سے فائدہ"۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حال یہ ہے تو ضرور آؤ یہ "خانۂ انوری" آخر ہے اور کس کام کے لیے، مگر تم سنتے نہیں اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا،

یقیناً میری "آشفتہ روزگاری" بھی کم نہیں لیکن باور کرو کہ یاوہ گو اور ہرزہ کار نہیں، جو کہتا ہوں سچے دل سے کہتا ہوں لیکن تمہیں اعتبار نہیں آتا کیسا کروں؟

عرفان صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ پیام پہونچا دو کہ

عشق تو قائم نہ ہوا آپ سے

اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیے

ہائے ہائے کیسا زبردست سانحہ ہے کہ جس نے ان کے لیے دنیا

چھوڑ دی اسی کو چھوڑ کر وہ ساری دنیا کے ہو گئے۔ مگر پھر سوچتا ہوں کہ وہ غریب آخر یہ نہ کرتے تو کیا کرتے، ان کی فطرت کو تو اس سے زیادہ پستی کی طرف مائل ہونا چاہیے تھا سچ ہے

مردِ ایں رہ را نشانے دیگر ست

— ۷۲ —

تم تو خیر، مجھے کیا لکھو گے، میں ہوں کیا جو خاطر میں لاؤ گے لیکن کل صفدر کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کن پریشانیوں میں مبتلا ہو۔ میں تمہیں خط نہ لکھتا اگر سوال صرف تمہاری پریشانیوں کا ہوتا، چونکہ معاملہ تمہارے بچے کی جان کا ہے اس لیے چپ بھی نہیں رہا جاتا

میں پوچھتا ہوں کیا تم سے زیادہ کوئی پڑھا لکھا جاہل دنیا میں کوئی اور بھی موجود ہے؟ غضب خدا کا وہ تو اعصاب کی کمزوری قلت خون اور دماغ کے تشنجی دوروں میں مبتلا ہے اور تم آسیب کا خلل جان کر دعا تعویذ اور جھاڑ پھونک کے پیچھے پڑے ہوئے ہو،

مانا کہ تم مذہبی انسان ہو، خدا کے بڑے صبر و شکر والے بندے ہو کلامِ الٰہی میں بڑی قدرت ہے لیکن خدا کے لیے بتاؤ کہ بے جا بات میں تم خدا کو تکلیف دیا کرتے ہو اس سے کیا فائدہ۔۔ کیا اللہ میاں کو سوائے اس کے کوئی کام نہیں کہ وہ صرف تمہاری عبادت و ریاضت، اور تمہارے ایمان و اسلام کو بیٹھے ہوئے سراہا کریں اور تم کو مرنے سے پہلے ہی دنیا میں

جنت کی تمام راحتیں مہیا کر دیں،

ہوش میں آؤ، زہد و تقویٰ بھی وقت سے اچھا معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ میاں کو چھینک آئی اور تسبیح پہ ہاتھ پہونچ گیا، سر میں درد ہوا اور مصلّٰے بچھ گیا! اللہ میاں کو تو بہ توبہ کیا تم نے اپنا خانہ زاد غلام سمجھ لیا ہے جو بات بات میں تمہارے پیچھے دوڑتا پھرے گا۔ کیا دنیا میں ہم سے گناہگار بندوں کی کمی ہے جو تم ایسے زاہدان عبوس کی طرف توجہ کرے،

میں یہ نہیں کہتا کہ تم عبادت و ریاضت چھوڑ دو یا میری طرح بے دین ہو جاؤ لیکن یہ حرکت کیا کہ "زہر عرض کہ بنالد کسے شراب دہید" جب دیکھو نماز، جب سنو نماز ـــــ نماز نہ ہوئی بلائے جان ہو گئی،

اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو مہربانی کر کے بچہ کو میرے پاس بھیج دو، اور تم نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے وہاں "عقدانامل" کیا کرو لاحول ولاقوۃ،

ـــــــــــ ۷۴ ـــــــــــ

ہائے کیا پوچھتے ہو، کیا سانحہ ہو گیا، اُجڑ گیا، تباہ ہو گیا، لٹ گیا۔

مرنے والے کی موت پہ حیرت نہ کرو، حیرت کرو میری زندگی پہ، میری سخت جانی پہ میری سنگ دلی پہ! فطرت کا اپنے "ناخن و چنگال" کو خون سے رنگین کرنا نئی بات نہیں لیکن اس کے مقابلے میں سینے کو پتھر کر کے جیتے رہنا

شکل ہی سے کسی سے بن آتا ہے ـــ آہ! تفصیل نہ پوچھو! سخت جانگداز داستان ہے شام کو داہنی طرف جگر سے نیچے درد محسوس ہوا، معمولی تکاثف ریاح سمجھ کر محلل دواؤں کا استعمال ہوا مگر درد بڑھتا ہی رہا، صبح ڈاکٹر آیا اس نے انپنڈکس کا درد تجویز کیا، اسپتال گئے آپریشن سے معلوم ہوا کہ اس نے امعا مستقیم کو جکڑ لیا ہے، اسے قطع کیا گیا اور آخر کار

چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اسی بے ہوشی کے عالم میں غریب کا رشتۂ حیات منقطع ہو گیا

دعائیں مانگتے مانگتے زبان لکنت کرنے لگی سجدے کرتے کرتے پیشانی گھس گئی، لیکن قدرت کو رحم نہ آنا تھا نہ آیا ـــ اگر زندگی نام صرف سانس کی آمد و شد کا ہے تو مجھے زندہ سمجھ لو، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں تو مردہ کا بدتر ہوں زندگی کے ویران اور سنسان جنگل میں خدا جانے کس محبت سے میں نے ایک باغ لگایا تھا اپنے خون سے سینچ سینچ کر اسکو شاداب بنایا تھا کہ خزاں کا ایک جھونکا آیا اور خاکستر کر کے چلا گیا، اب پھر وہی میں ہوں اور وہی ریگزار حیات، وہی گھتیاں ہیں اور وہی میری "شکستہ ناخنی" ـــ سچ ہے زندگی اسی کا نام ہے اور حیاتِ انسانی کی داستان اتنی ہی مختصر و ناپائدار ہے۔

تمام بود بیک حرف گرم دنا غافل
حکایتے کہ ہمہ نا تمام می گفتند

—— ۴ ——

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم!

مجھ سے پیار کرنے والے تو تمہیں بہت مل جائیں گے لیکن تم سا محبوب
مجھے کہاں ملے گا کہ بغیر کسی طلب و التجا کے یوں "التفات کے دریا بہا دے
کہ ہمیں شرما دے۔ اب اور کیا کہوں؟ یہ میں نے آپ سے کب کہا تھا کہ
حضرت صاحب" سے مل کر وہ سب کہہ دیجیے جو میں خدا سے بھی نہیں کہتا
تھا۔ ان کا خط کل مجھے ملا اور آپ ہی کے الفاظ میں وہ سب کچھ معلوم ہو گیا
جو ان سے کہا گیا ہے۔ خیر ان کی ہمدردی کا شکریہ تو رسماً مجھے ادا ہی کرنا تھا
لیکن آپ کی اس حرکت کی داد کن الفاظ میں دوں؟ گالی دوں گا تو آپ
ہنس دیں گے، ماروں گا تو آپ گردن جھکا دیں گے، سوائے اس کے کہ
اٹھ کے چلا جاؤں کسی طرف نکل جاؤں یا اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر مر جاؤں اور
کر ہی کیا سکتا ہوں۔ ہائے وہ شخص جو خدا کے سامنے "دستِ سوال پھیلانے
کو تیار نہیں ہے"، اسے تم ایک معمولی انسان کے سامنے یوں رسوا کرو

تم ظالم ہو۔ تمہیں اتنا تو سمجھنا چاہیے تھا کہ حضرت صاحب سے جو تعلق مجھے
ہے وہ کبھی نہیں ہو سکتا اور بات جو اس کے جوڑنے سے اس وقت تک کچھ
نہ کہنا تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا۔ میں انکی بزرگی
کا احترام کرتا ہوں، ان کے اثر و ہدایت کا قائل ہوں اور یہ بھی جانتا
ہوں کہ انھیں مجھ سے بہت محبت ہے لیکن جانتا جو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی ہو

خیال ذہن میں آیا ہو کہ وہ میرے لیے کچھ کر سکتے ہیں یا میں ان کے سامنے
کوئی درخواست اپنی پیش کر سکتا ہوں۔

میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح رہا ہے اور رہے گا۔ وہ
کبھی مجھے چین سے رہنے نہ دے گا اور میں کبھی شکایت نہ کروں گا۔ تمنائیں
بہت محدود رکھتا ہوں نہ فقر و فاقے سے ڈرتا ہوں نہ آزارِ جسمانی سے
ہمت مردانہ نہ سہی لیکن صبرِ درویشانہ ضرور رکھتا ہوں — جب ہاتھ
قطع کر دیے تو "دستِ دعا" دراز کرنا کیسا؟ جب پاؤں توڑ ڈالے تو
"جادہ پیمائی" کیسی — پائے لنگ رکھتا ہوں تو ملک خدا کو بھی اپنے
لیے تنگ بنا لیا ہے، پھر ہائے وائے کیوں کر کروں؟

تمہارے جی میں آئے تو یہ خط انہیں دکھا دینا اور کہہ دینا کہ ان کی
تمام محبتوں کا احترام رکھتے ہوئے میں ان کی طرف سے کبھی ایسے اقدام
کو پسند نہ کروں گا جو میری اس وضع کو صدمہ پہنچانے والا ہو۔

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغِ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

—— ۶۵ ——

نیاز نوازا! دیں پناہا!

شکر نعمت ہائے تو چند انکہ نعمت ہائے تو

حج سے واپسی کی مبارکباد اس لیے پیش نہیں کرتا کہ "گنبدِ خضرا"

کے جوار سے جدا ہو کر پھر اس تیرہ خاکدانِ ہند میں لوٹ آنا خود آپ کی تمنا کے بھی خلاف تھا، لیکن ان مقدس تحایف کا شکریہ تو ضرور واجب ہے جو آپ حضور محبت کے ساتھ میرے لیے لائے ہیں،

خاکِ شفا، اور ماءِ زمزم میں مٹی اور پانی کے لحاظ سے کوئی خاص اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ دیارِ حبیب کی چیزیں ہیں اور اس سرزمین سے تعلق رکھتی ہیں جہاں "دوست" آسودہ ہے۔

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

مولانا! میں تو کائنات میں صرف محبت کا قائل ہوں اور مذہب کے صرف اس حصے پر ایمان رکھتا ہوں جو کسی نہ کسی نہج سے "درسِ محبت" دینے والا ہے — خدا کے "جبّار و قہار" ہونے کا ابھی تک کوئی مفہوم میرے ذہن میں متعین نہیں ہوا، صرف اس کی "شانِ کرم" پر جیتا ہوں اور وہ سب کچھ کر لیتا ہوں جس کا ذکر غالب نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

بر لبِ یا علی سرائے بادہ روانہ کردہ ایم
مشربِ حق گزیدہ ایم علیش خانہ کردہ ایم

—— ۷۶ ——

بھائی!

تجھے تم یہ کیا شناسا ہوتے ہو،

گذر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

میں تم پر کیوں رشک کروں، جبکہ اس سے قبل کبھی دنیا مجھ پر بھی رشک کرتی تھی، خیر، خدا مبارک کرے اور یہ اقتران پائدار و استوار ثابت ہو

میاں سلیم آج کل کہاں ہیں ملیں تو کہہ دینا کہ اُنکی فرمائش پوری کرنے کی فکر میں ہوں، تعویق کو تغافل پر محمول نہ کریں بلکہ صرف تساہل پر، اور تساہل کوئی ایسی قابل الزام بات نہیں، علی الخصوص اسوقت جب "اعتماد مجسّت" بھی ساتھ ساتھ کام کر رہا ہو ــــ بہر حال اُنکو مطمئن کر دو۔ اور اگر خفا ہوں تو معذرت بھی کر دو،

ـــــــــــــ ۶۶ ـــــــــــــ

عزیزم!

غالب کے جس شعر کو تم نے جس انداز سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پڑھا بھی اسی طرح ہو گا، اچھا، اب یوں لکھ کر دیکھو:-

وہ آئینگے مرے گھر؟ وعدہ کیسا؟ دیکھنا غالب
نئے فتنوں میں اب چرخِ کہن کی آزمایش ہے

یعنی پہلے مصرعہ کے پہلے ٹکڑے کو یا تو تعجب کے لہجے میں پڑھو یا "استفہام انکاری" کے انداز میں، دوسرے ٹکڑے کو "استفہام انشائی" کی صورت دو۔ یہ "استفہام انشائی" میری وضع کی ہوئی اصطلاح ہے

جس سے مراد وہ استفہام ہے جو کسی حقیقت کی خبر دیتا ہے،

مدعا یہ ہے کہ اس کے وعدے پر بھروسہ کرنا بیکار ہے اور وہ میرے گھر کبھی نہ آئیں گے۔ پھر جب صورت یہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ یہ چرخِ کہن کیا نیا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی اگر وہ میرے گھر آجاتے تو بیشک یہ ایک نیا فتنہ ہوتا، لیکن چونکہ وہ آئیں گے اس لیے ظاہر ہے کہ چرخ کہن کوئی اور تازہ فتنہ پیدا کرے گا،

بعض لوگ اس کا مفہوم یوں ظاہر کرتے ہیں کہ — اے غالب دیکھنا وہ ضرور میرے گھر آئیں گے، وعدہ کریں یا نہ کریں، کیونکہ اُن کے آنے سے ایک نیا فتنہ میری جان کیلیے پیدا ہوگا جو چرخ کہن کا شیوہ ہے ہر چند مفہوم تو اس طرح بھی پیدا ہوتا ہے لیکن شعر تغزل سے علیحدہ ہو جاتا ہے — غالب کے یہاں متعدد اشعار ایسے ہیں جن کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے اسی طرح کھینچ تان کی ضرورت ہوتی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ کس جذبہ کے تحت اس نے کس خیال کو ظاہر کرنا چاہا تھا۔ بہرحال اس وقت تو میری سمجھ میں یہی مطلب آتا ہے آئندہ اگر غالب کی "روحِ پُرفتوح" نے کوئی مزید رہبری کی تو تم کو اطلاع دوں گا۔

——— ۷۸ ———

میرے ناصحِ مشفق!

میں پوچھتا ہوں کہ یہ تمام "دفترِ تدبیر و مصلحت" میرے ہی لیے کیوں وقف

کر دیا گیا آپ کے دوستوں میں بعض اور بھی "مستحق کرامت" موجود ہیں اپھر بھی تو اپنی "تیغ تقدس" کی آزمائش فرمائیے، ہاشمی رات دن سرشار رہیں اور آپ ان سے باز پرس نہ کریں، جمیل "سرقہ نگاہ" کے لیے شب و روز گلیوں میں خاک بسر پھرتے رہیں اور آپ کچھ نہ کہیں لیکن ایک میں جو بقول غالب

بہ دریوزہ رُخ کردہ باشد سیاہ

آپ کے طعن و ملامت کا ہدف قرار دیا جائے یہ تماشہ کیا ہے۔

لالہ ساغر گیر و نرگس مست، بر ما نام فسق

داوری خواہم، مگر یارب کرا داور کنم!

آپ کے خلوص و محبت سے انکار نہیں، لیکن اپنے احمق نہ ہونے کا بھی اقرار ہے ——— خوب سمجھتا ہوں جو آپ کہتے ہیں اور بے سمجھائے ہوئے سمجھتا ہوں لیکن گناہ کو گناہ جان کر، کرنا ایک مستقل لذت ہے جس سے آپ واقف ہی نہیں، آپ کہیں گے کہ یہ نور ایمان کی علامت ہے اور میں کہوں گا کہ ——— توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

بہرحال بات وہی ایک ہے تعبیریں مختلف ہیں، کاش آپ ہی مرتبۂ عرفان پر پہنچ جائیں کہ وضو کے بدھنے اور سبوچۂ شراب کا امتیاز اٹھ جائے میری اصلاح تو ممکن نہیں،

——— ۷۹ ———

میں کل صبح کلکتہ پہنچ گیا اور اب کیا کہوں کہ یہاں کیا دیکھ رہا ہوں

شہر یست پُر ز خوباں وز ہر طرف نگارے
یاراں صلائے عام ست گر میکنید کارے

غالبؔ نے اس کی تدبیر کے لیے دو چیزیں ضروری قرار دی ہیں یعنی
فکرِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہیے

پھر تم بھی ساتھ ہوتے تو تقسیمِ عمل کے اصول پر "فکرِ فضول" کی خدمت تمہارے سپرد کر دیتا اور "جرأتِ رندانہ" کی غیر دلچسپ خدمت میں اپنے سر لیتا ـــــ لیکن بغیر تمہارے کیا کروں؟ ایک ہی وقت میں دو دو کام کیونکر انجام دوں؟ نیو مارکٹ کے سامنے ہی ایک آرمینین خاندان میں قیام ہے اور گھر سے باہر قدم نکالتے ہی "نادِ علیاً مظہر العجائب" کا حصار اپنے گرد کھینچ لیتا ہوں لیکن وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپے جا سکیں۔ ان کے نزدیک یہ حصار کیا وقعت رکھتا ہے۔

ارادہ تو صرف ایک ہفتے قیام کا ہے، لیکن یہاں وقت و زمانے کے تعین کا اصول کچھ اور ہے، اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک ہفتہ کبھی ختم بھی ہو گا یا نہیں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

آخرِ گل اپنی صرفِ درِ میکدہ ہوئی
پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ـــــــ ۸۰ ـــــــ

کیا بتاؤں کہ کیسا ہوں

پھرتے ہیں داد خواہ ترے حشر میں خراب
تو پوچھتا نہیں تو کوئی پوچھتا نہیں

اب تم نے پوچھا ہے تو دنیا بھی پوچھ لے گی اور پھر مجھے دنیا کی کیا پرواہ ہو
ساتھ ہو میرے اگر تم، پھر تو دنیا ساتھ ہو

جسمانی آزار تو بظاہر کم ہیں لیکن روح کی بیزاریاں بدستور قائم ہیں۔ یہاں کی زمین، یہاں کا آسمان، یہاں کی مخلوق، یہاں کی آب و ہوا سب میرے لیے بیگانہ ہے۔ لیکن زمانے کا زندانی ہوں، وقت کا قیدی ہوں اور نامعلوم مدت کے لیے پابہ زنجیر کر دیا گیا ہوں، زندگی کیسی؟ نہ مرسکنے کا نام جینا ہے۔

بھائی ارشاد کی خبر مدت سے نہیں معلوم ہوئی اگر علی گڈھ میں ہوں تو میرا یہ پیام پہنچا دیا کہ جس وقت بمبئی جانے کا ارادہ ہو تو مجھے اطلاع دے دیں تاکہ میں اسٹیشن پر اُن سے مل لوں اور چند کتابیں جو یوسف صاحب کے لیے بھیجنا ہیں ان کو دے دوں۔ ان سے تمہاری مفصل کیفیت بھی معلوم ہو جائے گی۔

یہاں کا موسم خوشگوار ضرور ہے لیکن مفید صحت نہیں جس طرح بعض آدمی صورت حرام ہوتے ہیں اسی طرح یہ جگہ "موسم حرام" ہے یوں بظاہر بے انتہا خوشگوار لیکن اثر کے اعتبار سے یکسر آزار،

۸۱

صدیقی!

تم نے جو کچھ لکھا اس کا مجھے یوں بھی یقین تھا تاہم تمہاری تحریر سے اور تصدیق ہو گئی، سچ ہے۔

نازوالے نیاز کیا جانیں

میں نے ان سے کبھی پہلے بھی شکایت نہیں کی اب کیا کروں گا۔ لیکن اگر ملاقات ہو تو اُس "پیکر غرور ناز" سے یہ ضرور کہہ دینا کہ دنیا میں کبھی کبھی ——— روئے محمود در خاکپائے ایاز والے معاملے بھی دیکھنے میں آجاتے ہیں اور غالباً وہ وقت بہت سخت ہوتا ہے جب کسی کو بام بلند سے نیچے اتر کر خاک بسر رہنے والوں کی بھی گلیوں کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں ——— خدا نہ کرے ان کے ساتھ یہ معاملہ ہو، لیکن کیوپڈ کے ترکش میں تیروں کی کمی نہیں اور اس کے انتخاب کا حال تم کو بھی معلوم ہے کہ سب سے پہلے وہ "سرکشان جمال" ہی کو تاکتا ہے، ابھی تو نہیں لیکن آیندہ ماہ کی کسی تاریخ میں آنے کا قصد ہے اور ظاہر ہے کہ آزادی کی سانسیں وہی بسر کروں گا جہاں سب سے پہلے پاؤں میں غلامی کی زنجیر ڈالی گئی تھی۔

۸۲

عطوفت پناہا! مروت دستگاہا!
بارشِ لطف و کرم اور استقدر سلسل! وعدۂ چارہ سازی اور اسدرجہ معجل
نتواں ترا و جاں را بہم امتیاز کردن
قبلہ اتنی فرصت تو دیجیے کہ اعتراف کے لئے مناسب الفاظ کی جستجو کر لوں، اسقدر
مہلت تو ملنی چاہیے کہ پیش کش کے لیے گلہائے تشکر سے اپنا دامن بھر لوں

اے دل و دیدہ فدایت بکجایی آئی
باز از دل بسوے دیدۂ ما می آئی
چشم بد دور زہے عقدہ کشا می آئی
دیدہ و دل ہمہ گلچین بہار آغوش ست

آپ اور مجھ سے یہاں آنے کی رخصت طلب فرمائیں! کیا شبنم سبزۂ پامال سے
دریافت کر کے اس کو نہال کرتی ہے، کیا آب نیساں صدفِ تشنہ کام سے
پوچھ کر اس کی پیاس بجھاتا ہے، کیا نسیم صبح کلیوں سے استمزاج کر کے انکو
شگفتہ کرتی ہے، کیا بارش کا چھینٹا کھیتوں سے اجازت طلب کر کے ان کو
سیراب کرتا ہے؟ کہیں وہ ساعت تو آئے جب آپ زحمتِ پارنجہ فرمائیں
اے ہزار دل دیدہ در رہِ تو خاک

۸۳

آخر تم بھی انہیں سی کہنے لگے نا! سچ ہے
کہیں پرستشِ داد خواہاں نہیں
اُن سے تو نہیں لیکن تم سے پوچھوں گا کہ میں نے کب ان کی شکایت کی اور

ان کے اخلاق پر کب نکتہ چینی کی ۔۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کو کس نے باور کرایا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس میں کون سی مصلحت کارفرما تھی۔

کبھی ملاقات ہوئی تو رو در رو گفتگو ہوگی اور اس وقت تمہارے اور ان کے دونوں کی "چشم منفعل" سے لطف اٹھاؤں گا ۔۔۔ افسوس ہے کہ باوجود ایک زمانے تک ساتھ رہنے کے تم نے ابھی تک نیاز کو نہیں پہچانا

اگر آزاد ساد روشن نظر دہمیں نہیں جچتا          تو جا اور جا کے اہل اللہ کی پہچان پیدا کر

۸۴

مکرمی میر صاحب قبلہ!

کل آپ کا خط کامل میاں کے ذریعہ سے پہنچا ۔۔۔ تجویز مناسب ہے لیکن تدبیر غلط ۔۔۔ وہ اس لیے کہ آپ کو ایسی لڑکی مشکل ہی سے کہیں مل سکتی ہے اور یہ اس لیے کہ میرے ذریعے سے کام بجائے بننے کے اور بگڑ جائے گا ۔۔۔ آپ کے نزدیک میں کتنا ہی صائب الرائے کیوں نہ ہوں لیکن وہاں تو میری کوئی عزت و قعت نہیں۔

جب تک ان کے حلقۂ ارادت میں بیٹھ کر مسلسل ایک چلہ تک توجہ حاصل نہ کروں برابر ایک عشرہ تک ختم خواجگان میں شریک نہ ہوں، تہجد و اشراق ادا نہ کروں، ان کا اعتبار حاصل کرنا دشوار ہے اور یہاں یہ عالم ہے کہ سوائے صحبت سماع کے ان کے کسی اور مشغلہ کا قائل نہیں،

پھر آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ان کے دل میں جگہ کرنے کے لیے یہ "ہفتخوان"

مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے ــــ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، میرے ساتھ اتنی خصوصیت رکھتے ہیں کہ گھر میں پردہ بھی نہیں ہوتا، لیکن جانتا ہوں کہ انکی نگاہ میں ایک "مردِ ناہنجار" سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ــــ اسلیے میری تحریک وتائید مفید نہیں ہو سکتی، آپ خود براہ راست کیوں نہ اس سلسلہ کو چھیڑیں؟

لڑکی کو روز دیکھتا ہوں اور اس کے عادات واطوار سے واقف ہوں صورت کا سوال بیکار ہے کیونکہ حسن وجمال اس گھرانے کی مشہور خصوصیت ہے، علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ فارسی و عربی دونوں زبانوں میں ادیبانہ مہارت رکھتی ہے ــــ امورِ خانہ داری کا سلیقہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ تنہا اتنے بڑے خاندان کا انتظام اپنے سر لیے ہوئے ہے ــــ بہرحال اس کمسنی میں ایسا ہوش وگوش، بالکل خداداد بات ہے،

آپ کے صاحبزادے چونکہ جدید تعلیم یافتہ ہیں اس لئے ممکن ہے ان صفات میں کوئی کشش محسوس نہ کریں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اگر ایک بار دیکھ لیں تو گھبرا کے سجدے ہی میں گر پڑیں،

آپ انھیں لکھیے تو سہی، دیکھیے کیا صورت پیدا ہوتی ہے،

ــــ ۸۵ ــــ

جانِ من!

جانے بھی دو کیوں منھ کھلواتے ہو،

ایں رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ دراز ست

میں کہوں گا یوں، تم کہو گے یوں نہیں یوں ——اس سے فائدہ ؟ نہ تم میری سنو گے، نہ میں تمہاری مانوں گا، خواہ مخواہ وقت ضایع ہوگا اور دل مکدر ہو جائیں گے میں اعتراف جرم کیے لیتا ہوں، آپ سزا تجویز کیجیے، اس کے بعد اگر مرافعہ یا اپیل کا خیال بھی دل میں لاؤں تو دار پر چڑھا دیجیے —— اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں،

اب تو خوش ہو بے وفا تیرا ہی سے کہنا کیا

—— ۸۶ ——

مکرمی!

کل رات سے اسی فکر میں تھا کہ آپ کا معاملہ کیونکر سلجھے — آخر کار قدرت نے مدد کی اور یہ معمہ آپ ہی آپ حل ہو گیا یعنی صبح کو دفعتہً ارجمند خاں صاحب تشریف لائے، اور ایک ایسا کام لے کر آئے جس کی تکمیل صرف مجھ پر منحصر تھی، —— میں نے پوچھا اس کا معاوضہ کیا مرحمت ہوگا۔ کہنے لگے جو آپ فرمائیں —— میں نے کہا تحریر دیجیے، انھوں نے لکھ دیا۔ وہ غریب اسکو مذاق ہی سمجھے تھے —— لیکن جب میں نے نہایت سنجیدگی سے آپ کے معاملہ کو پیش کیا تو گھبرا گئے اور دیر تک سوچتے رہے، لیکن زبان دے چکے تھے مجبور ہو گئے۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے آپ بھی مطمئن ہو جائیے۔

———

— ۸۷ —

عزیزم!

کل شام کا لطیفہ سنو، تمہارے خالِ مکرم تشریف لائے اور اس شان سے کہ تسبیح ہاتھ میں تھی اور کفنی گلے میں، میں حیران کہ خدایا میں نے کب دعوائے نبوت کیا تھا جو جبریل کا نزولِ اجلال ہوا، میں نے اپنے گم کردہ راہ ہونے پر کب اظہارِ تاسف کیا تھا کہ جناب خضر تشریف لے آئے باور کرو میں نے ان کو پہچانا ہی نہیں، سروقد تعظیم دی۔ دست بوسی کیلئے آگے بڑھا، جسم کا ریشہ ریشہ کانپ رہا تھا کہ کہیں یہ "سامری" افسوں پڑھ کر خاکستر نہ کر دے ـــــ دفعتہً وہ مسکرا پڑے اور میں نے ان کے طلائی دانت دیکھ کر فوراً پہچان لیا۔

حیران تھا کہ خدایا یہ کیا انقلاب ہے۔ وہ شخص جو وضع مغربی کا اتنا دلدادہ ہو اس حد تک بھیانک بن جائے، وہ شخص جس نے بھول کر کبھی خدا کا نام نہ لیا ہو وہ بالکل زخمی بنا ہوا سامنے آ سے،

میں نے پوچھا "حضرت یہ کس نگاہ کا کرشمہ ہے؟ کس جلوۂ بے محابا کی کارفرمائیاں ہیں"؟ اُمے، یہ سننا تھا کہ ان پر تو حال طاری ہو گیا، لاحول ولاقوۃ، میں کس قدر پچھتایا کہ میں نے کیوں ان سے یہ پوچھا، وہ نیم بسمل کبوتر کی طرح لوٹ رہے تھے اور میں پریشان کہ کہیں ان کا دم نہ نکل جائے آخر کار زبردستی ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی کے چھینٹے

دیے، لخلخہ سونگھایا تو انہیں ہوش آیا

عجیب آدمی ہو تم نے اس سے قبل کبھی اطلاع ہی نہیں دی کہ اُن پر صرع کا دَورہ پڑنے لگا ہے ــــ وہ تو بتائیں گے نہیں، نہ اُن سے میں پوچھ سکوں گا لیکن تم نہیں لکھو کہ وہ کب سے اس مرض میں مبتلا ہیں اور ماجرا کیا ہے میں نے بہت روکا لیکن چلے گئے، غالباً پیر صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں، اگر انکو گھر لے جانا ہے تو فوراً چلے آؤ اور تار سے مجھے اطلاع دو

ــــــــــ ۸۸ ــــــــــ

صدیق مکرم

نامۂ گرامی ملا ــــ اس پرسش حال کا شکریہ عرض کرتا ہوں ــ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ہستیاں دنیا میں بہت کم نظر آتی ہیں ــــــ خدا آپ کو اس وقت تک صحیح و سلامت رکھے، جب تک ہم ایسے "جراحت خوردہ دل" موجود ہیں۔

بیشک مجھ سے غلطی ہوئی اور میں اس غلطی پر حد درجہ نادم ہوں کہ آپ کو اپنے حال سے بے خبر رکھا، لیکن صرف اس خیال سے کہ خواہ مخواہ آپ کو تکلیف ہوگی خاموش رہا۔ اب تفصیل سن کے کیا کیجیے گا، اجمالاً یوں سمجھ لیجیے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔

خاک، باد، آب و آتش چار عناصر مشہور ہیں اور ان کے ذریعہ سے

جو انتہائی مصیبت کسی شخص پر آسکتی ہے وہ سب جھیل چکا ہوں ۔ رات کا وقت ہے اور جاڑوں کا زمانہ، کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتا ہوں، لمپ بھڑک اٹھتا ہے اور آگ پھیل کر لحاف، توشک اور تکیوں کو نصف سے زیادہ جلا دیتی ہے لیکن میں بے خبر سوتا رہتا ہوں، آنکھ کھلتی ہے مگر اسوقت جب کمرہ کے اندر دھواں گھٹ کر پھیپھڑے کو کاربن سے بھر دیتا ہے بچنے کی کیا صورت تھی، لیکن جسم گرم بھی نہیں ہوتا جلنا کیا معنی ۔ یہ واقعہ رام پور کا ہے

اب خاک اور مٹی کی گرفت کو دیکھیے کہ دورہ سے موہا گھوڑے پر جا رہا ہوں راستے میں جاگیر ہیری سے نکل کر جب دریا عبور کرتا ہوں تو ساحل کے ایک نالہ پر پہنچ کر گھوڑا دفعۃً "چوبالو" میں غرق ہو جاتا ہے، یہانتک کہ وہ گردن تک غائب اور میں کمر تک، اب یہ یاد نہیں جان کیونکر بچی

اب ہوا کا معاملہ سنیے ۔ اپنے وطن فتح پور میں ہوں اور آموں کے باغ میں ادھر ادھر پھر رہا ہوں کہ دفعۃً ہوا کا طوفان آتا ہے اور بڑے بڑے درخت اکھڑ اکھڑ کر گرنے لگتے ہیں، میں ایک شاخ سے لپٹ جاتا ہوں وہ شاخ ٹوٹ کر گرتی ہے اور اس پر سارا درخت چرچرا کر آجاتا ہے لیکن میں صحیح و سلامت رہتا ہوں

پانی کی مصیبت سنیے کہ بارش کا زمانہ ہے اور میں مرادآباد سے رام پور آرہا ہوں "رام گنگا" کو کشتی کے ذریعے سے عبور کرتا ہوں اور بیچ دریا میں پہونچ کر کشتی کا تختہ توڑ کر پانی کی موٹی دھار بلند ہوتی ہے ۔ ملاح

اور تمام مسافر پانی نکال رہے ہیں لیکن کسی طرح کم نہیں ہوتا، آخر کار ساحل تک پہنچتے پہنچتے وہ غرق ہوتی ہے اور سوائے میرے سب ڈوب جاتے ہیں،
ایک اور واقعہ ہے جس میں چاروں عناصر کی متفقہ قوت ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ میں فتحپور سے الہ آباد جا رہا ہوں اور دو اسٹیشن آگے چل کر دوسری گاڑی کے انتظار میں ہماری گاڑی کھڑی ہو جاتی ہے۔ آدمی پٹری بدلنا بھول جاتا ہے اور تصادم ہو جاتا ہے۔

پھر وہ شخص جس کی سخت جانی کا علاج فطرت کی یہ قہرمانی قوتیں بھی نہ کر سکیں اس پر معمولی امراض کے دورے کیا موثر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً میری حالت بہت نازک ہو گئی تھی، بحران و ہذیان سبھی کچھ تھا لیکن مغلطے ہیں آخر کار مجھ ہی کو فتح نصیب ہوئی۔

آپ مبارکباد دیتے ہیں اس لیے خوش ہو جاتا ہوں، ورنہ جانتا ہوں کہ اب فطرت کوئی ایسا زبردست حربہ استعمال کرنے والی ہے کہ نہ آپ کی دعائیں کام آئیں گی اور نہ میری سخت جانیاں۔

بہرحال ابھی تو زندہ ہوں اور مرنے کے بعد بظاہر کوئی آثار موجود نہیں لیکن آخر کب تک، جس خدا نے حسین کو شہید کرا دیا وہ مجھ ایسے معمولی انسان کو کیوں چھوڑنے لگا

—— ۸۹ ——

محترمی!

آپ نے میری تجویز کو غور سے پڑھ لیا، تشکریہ۔ لیکن بندہ نواز یہ تو

بتائیے کہ اب یہ سوال کیسا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ کیا میری اسکیم سے اس کی وضاحت نہیں ہوتی۔۔۔ بہر حال یوں آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس طرح سمجھ لیجیے کہ

شراب خوارہ نئے چند خواہم از احباب

مجھے پیر مغاں بننے کا شوق نہیں صرف گدائے میکدہ رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے پیش پیش رہنا میرے بس کی بات نہیں، "منصب سرکار" چلنے کی ہمت ضرور ہے سپاہی زادہ ہوں اس لیے سردار کے حکم پر جان دینے کا ڈھب آتا ہے اور لینے کا بھی لیکن یوں مجھ سے کچھ نہ ہو گا

جاہل بھی ہوں اور کاہل بھی

اگر یہ منظور ہو تو کسی دن آجائیے یا مجھے بلا لیجیے۔ شرکا کی فہرست آپ ہی مرتب کیجیے، مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ خمِ خواجگاں تو ہے نہیں کہ پہلے شریک ہونے والوں کی داڑھیوں کا جائزہ لیا جائے، یہ تو رندوں کا مجمع ہے رندی کی باتیں ہیں، جس کے منہ سے "بادۂ دوشینہ" کی بو آئے اسے کھینچ لیجیے اور ایک جام اور اس کے منہ کو لگا دیجیے،

ہاں، تو بتائیے اس کے لیے کون سی تاریخ مناسب ہو گی؟

—— ۹۰ ——

امے،

ہوش کی باتیں کرو، خدا اگر چنگیز و ہلاکو نہیں تو حاتم طائی اور جعفر برمکی بھی نہیں! نہ اسکو تمہاری عبادت کی پروا، نہ میری سرکشی کی، یہ تم سے

کس نے کہہ دیا کہ وہ تمہارے سجدہ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور میری شراب خواری سے پیشانی پر شکنیں ڈال لیتا ہے، عجیب عقلمند ہو،

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نہ شود
ز زہدِ ہم چو توئی یا ز فسق ہم چو منی

نہ تم نمازیں پڑھ پڑھ کر کوئی بتکدہ مسمار کر سکتے ہو اور نہ میں اپنی بت پرستیوں سے کعبہ ڈھا سکتا ہوں، اس دربار میں نہ جنید و شبلی کے لیے خاص رعایت ہے نہ بہرام و جمشید سے کوئی عداوت ۔ چند دن کی زندگی کو اس کو فت میں بسر کر دینا کہ معلوم نہیں حشر میں کیا معاملہ ہو، سخت نادانی ہے، کسی کا دل نہ دکھاؤ اور جو جی میں آئے کرو،

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن

تم نے دنیا ترک کر دی برا کیا، دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے ہو اور زیادہ برا کرتے، تم نااہل و بزدل ہو تو ساری دنیا کو کیوں ایسا سمجھتے ہو تم چاہتے تھے کہ رندی و بادہ آشامی کی حقیقتیں اس قدر آسانی سے تم پر کھل جائیں! معقول!!

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں

میں اس نئے رنگ میں تمہیں دیکھنے کا آرزومند ہوں، اپنے مولی سے پوچھ کر ایک دن یہاں بھی نعرۂ "یا ہو" لگا جاؤ ۔ ممکن ہے میں بھی ڈر کر

سہم کر تمہارے قدموں پر گر پڑوں، یوں زبانی وعظ و پند سے تو کام چلیگا نہیں

———— ۹۱ ————

کجائی اے بت ناہید نغمۂ ہاں مضراب

کل سے بارش ہو رہی ہے اور یہاں کی وادیاں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں زمرد حل کر کے بھر دیا گیا ہے،

ہوا کا ہر ہر جھونکا، خم کے خم پیئے پھرتا ہے اور کوئی پینے والا نہیں۔ مینھ کا ہر ہر قطرہ نغمہ جاں سے لبریز ہے اور کوئی اس کا سننے والا نہیں۔

اب سمجھ لو کہ میری بیتابی کا کیا عالم ہو گا، اور تم کس قدر یاد آرہے ہو گے آنا ہے تو آجاؤ، ورنہ پھر شکایت نہ کرنا کہ بغیر کے سینے کپڑے پھاڑ کر کسیطرف نکل گیا

———— ۹۲ ————

قبلہ!

ذرا میری اس سادگی کو ملاحظہ فرمائیے، آپکے ظلم کی فریاد آپ ہی کو کرتا ہوں

مرہم از لبہاش می جویند بر حیان فگار

وائے بر ریشے کہ آں را از نمک مرہم کنند

میں نے اس وقت تک کبھی عقلمند ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، اسلیے جانتا ہوں کہ بے وقوف بھی زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی پر لطف زندگی بسر کر جاتے ہیں کہ جواب نہیں،

آپ چونکہ ماشاء اللہ بڑے صاحب عقل و فراست ہیں، اسلیے غالباً میری

اس انتہائی حماقت کی داد دیں گے۔ سنیے اور کان کھول کر سنیے کہ میں نادان
ضرور ہوں لیکن بچہ نہیں اور آپ باوجود "ہمہ دعوائے کبریائی" ہنوز بچہ ہیں
معاف فرمایئے آپ نے سخت غلطی کی کہ میرے ان کے درمیان صلح کرانے کی
کوشش کی اور خواہ مخواہ مجھے خطاوار ثابت کر کے میری طرف سے معذرت بھی کرلی
آپ نہ ان سے اچھی طرح واقف، نہ ان کے جذبات سے آگاہ — آپ
اپنا سر بھی کاٹ کر سامنے رکھ دیں گے تو ان کا خبث باطن کبھی دور نہیں ہو سکتا
اور مجھ سے آپ واقف ہی ہیں کہ گردن کٹوا سکتا ہوں لیکن سر نہیں جھکا سکتا۔

اگر آپ یہ نہیں چاہتے کہ میں ان کو خط لکھ کر سارا حال ظاہر کردوں تو براہ کرم
خود ان کے پاس جا کر صاف صاف کہہ دیجیے کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ بغیر میرے
استمزاج کے کیا اور میں ایک لمحہ کے لیے بھی معذرت کے لیے تیار نہیں
آپ نے جس قدر تکلیف مجھ کو پہنچائی ہے ہر چند اس کی تلافی اس طرح
بھی نہ ہو گی لیکن بہرحال میرے جذبۂ خودداری کی ایک حد تک تسکین ہو جائے گی
اور ان کو اپنے پندار پر زیادہ مسرور ہونے کا موقع نہ ملے گا۔

— ۹۳ —

عزیزم!

تمہاری شاعری سے تمہیں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، لیکن مجھے ضرور ہے اور
وہ یہ کہ اس بہانے سے کبھی کبھی تمہاری خیریت معلوم ہو جاتی ہے۔ مجھے تو
یاد نہیں پڑتا کہ تم نے کبھی کوئی خط ایسا لکھا ہو جس میں کوئی غزل ملفوف نہ ہو اور

اصلاح کی خواہش نہ کی گئی ہو۔۔ پھر اسی کے ساتھ میں تمہارے صبر و استقلال کا
بھی قائل ہوں کہ میں نے کبھی تمہاری خواہش پوری نہیں کی لیکن تم نے کبھی
مایوس ہو کر اس سلسلہ کو ختم نہیں کیا۔۔۔ تاہم یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک ٹالتا
رہوں گا اور نہیں کب سمجھ آئے گی کہ میری خاموشی کو اور کچھ نہیں تو میری نااہلی
ہی پر محمول کرو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں شعر و شاعری ایک زمانہ ہوا ترک
کر چکا ہوں اور مشکل ہی سے کسی کا کوئی شعر مجھے پسند آتا ہے، اسکو میرے معیار
کی بلندی کہو، خبط کہو، جیسی سے تعبیر کرو، بہرحال جو کچھ سمجھو، واقعہ یہ ہے کہ میرا
دل اس فن سے اچاٹ ہو چکا ہے اور دل و دماغ کے سامنے اور اتنے
اہم مشاغل موجود ہیں کہ اس طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔۔۔۔ پھر
اسی کے ساتھ جب تمہاری غزلوں کو دیکھتا ہوں تو ان میں اصلاح کی کبھی
کوئی گنجائش نہیں پاتا، کیونکہ اصلاح کا مقصد تو جا بجا اسقام کو دور کرنا ہے
لیکن جس غزل میں تلاش سے بھی کوئی معقول بات نظر نہ آئے اسکی اصلاح
تو صرف اسی طرح ممکن ہے کہ از سرنو دوسری لکھ دی جائے، پھر بتاؤ کیا
تمہیں سودا ہے کہ میں خواہ نخواہ تمہیں غزلیں کہہ کہہ کر دیا کروں اور تم کو
فریب نفس میں مبتلا رکھوں جس کی خیر سے یوں بھی تم میں کوئی کمی نہیں،
پاگل ہوئے ہو اپنا کلام کرو اور اس خبط کو چھوڑو، نہ تمہاری تعلیم پوری، نہ تمہاری
صحبت معقول، نہ تمہارا ماحول ٹھکانے کا، پھر جو یہ خبط تم پر سوار ہے تو کیوں
اگر تم کو میرے ساتھ کوئی علاقہ ایسا ہے جو کبھی کبھی خیریت لکھنے اور دریافت

کرنے پر مجبور کر سکتا ہے تو اس قسم کی مراسلت میرے لیے یقیناً باعث مسرت ہو سکتی ہے لیکن محض "غزل بازی" کے لیے کیوں اپنے پسیوں کا اور میرے دل کا خون کرتے ہو؟

—— ۹۴ ——

میر صاحب قبلہ!

خط ملا، دل پرسی کا شکریہ، آپ مجھ سے تفصیل چاہتے ہیں، حالانکہ مجھ میں اجمال کی بھی تاب نہیں۔— آپ کے جواں بخت وجواں سال تلمیذ اجل یعنی آپ کی مملکت شعر وسخن کے "راجکمار" کی تحریر جو انہوں نے اجے گڑھ لکھی تھی میرے پاس بھیج دی گئی ہے، کیا کیا گل افشانیاں کی ہیں، کیسا کیا "برش تیغ جفا" پر ناز فرمایا ہے جل وصلِ

ان کو میرے آپ کے تعلقات معلوم، وہاں میری پوزیشن ایر روشن علاوہ بریں اس تمام ماحول سے آگاہ جس میں زندگی بسر کر رہا ہوں، لیکن اللہ رے غرور حسن وجوانی کہ بیدھڑک پیغام بھیج دیا، اور میری برائی میں اپنی کامیابی سمجھ کر جھوٹ کا طومار باندھ دیا۔— یقیناً میں اس تعلق کا مخالف تھا اور ہوں لیکن خدارا اُن سے پوچھیے کہ اس سے خود میری کیا غرض متعلق تھی انھوں نے میرے رسوخ سے خواہ مخواہ جذبۂ رقابت پیدا کر لیا اور ظاہر ہے کہ "رقیب رو سیاہ" کو ایک شاعر گالیاں نہ دیگا تو اور کیا کریگا——

بہر حال اس سے میرا نقصان تو سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوا کہ تھوڑی سی

ندامت وخفت اٹھانا پڑی، لیکن اُن کے لیے کامیابی کی اب کوئی ادنیٰ سی صورت بھی باقی نہیں رہی — کیسے تو ان کا اصل خط روانہ کردوں؟
آپ کے تو وہ محبوب شاگرد ہیں، آپ ہی سمجھائیے کہ جوانی میں تھوڑا سا دیوانہ پن تو خیر ہونا ہی چاہیے، لیکن یہ "باجی پن" کیسا؟

—— ۹۵ ——

گفتی کہ چرا حالِ دلِ زار نہ گوئی
من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند

آپ کیا اس سے زیادہ تفصیل چاہتے ہیں، اس سے زیادہ سننے کے متمنی ہیں؟ آہ - - - -

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

یہ نہ پوچھیے کہ جو کچھ ہوا کیونکر ہوا بلکہ یہ پوچھیے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے مجھ میں تو اتنی سکت بھی نہیں کہ مستقبل کی تاریکی کا خیال تک دل میں لاسکوں، جی چاہتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر کسی ایسی دنیا میں چلا جاؤں جہاں کم از کم آزادی سے رہ تو سکوں — یہاں تو یہ بھی ممکن نہیں —— دم گھٹتا ہے، جی الجھتا ہے، اس کے خیال سے، اُس کے خیال سے ساری دنیا کے خیال سے — پھر لطف یہ کہ مجھے خاموش دیکھ کر بعض سنگ دل کہتے ہیں، بعض صبر و ضبط کی داد دیتے ہیں - اور یہ خبر کسی کو نہیں کہ جب کلیجہ سے دھواں سا اٹھتا ہے تو میرا کیا عالم ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ چند دن کے لیے کسی اور جگہ چلا جاؤں، مشورہ مناسب ہے لیکن کوئی تدبیر ایسی بتایئے کہ دل و دماغ میرے نہیں رہ جائیں ورنہ یوں کہیں جانا بیکار ہے،

جانتا ہوں کہ رفتہ رفتہ یہ غم بھی کم ہو جائے گا، چند دن اور اس نیش کی لذت اٹھا لینے دیجیے،

۹۶

خوب، انداز بیان ہی وہ چیز ہے جس سے شاعر کے صحیح جذبات کا پتہ چلتا ہے بولنے میں لب و لہجہ اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے، لیکن تحریر میں تو یہ کام انداز بیان ہی سے لیا جا سکتا ہے۔

فارسی میں ہزاروں نغز گو شعرا گزر چکے ہیں، لیکن جذبات محبت کو پوری صداقت و سادگی کے ساتھ بیان کرنے میں سعدی کی انفرادیت اپنی جگہ قائم ہے یہی حال اردو میں میر کا ہے پھر یہ کرشمہ انداز بیان کا نہیں تو کس بات کا ہے؟

مومن کا رشک آمیز سوز، غالب کا شوخ و ذہین تعشق، خواجہ میر درد کی والہانہ ربودگی، ان سب کی تفریق، انداز بیان ہی سے تو ہوتی ہے، ورنہ کون سا ذریعہ تعیین و امتیاز کا ہے ——— اسی لیے میں نے کہا کہ ایک نقاد کا مختلف "اسالیب بیان" سے آگاہ ہونا اور ان کو دیکھ کر شاعر کے جذبات پر حکم لگانے کی اہلیت رکھنا از بس ضروری ہے،

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کتنا پیارا شعر ہے لیکن اس کو صرف نقاد ہی سمجھ سکتا ہے کہ پہلا مصرعہ صرف مطلع بنانے کے لیے لکھا گیا ہے ورنہ صحیح رنگ تغزل کا اقتضا کچھ اور تھا آپ کسی کے سامنے صرف دوسرا مصرعہ پڑھیے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ شاعر نے اس میں اپنے محبوب کا ذکر کیا ہے جو اسی دنیا سے متعلق ہے، لیکن جب آپ پورا شعر پڑھیں گے تو اس کا خیال دوسری طرف منتقل ہو جائے گا اور دوسرے مصرعہ کا خطاب جو پہلے اس نے سمجھا تھا اب بالکل بدلا ہوا نظر آئے گا کیونکہ دنیاوی محبوب کا تعلق نہ کون و مکاں سے ہے اور نہ کاروبار محبت میں اس کے ذکر کی ضرورت ــــ اس لیے یہ شعر تو اپنی جگہ مکمل ہے لیکن اس رنگ سے ہٹا ہوا ہے جو دوسرے مصرعہ کا اقتضاء تھا یہ فرق پیدا کر دیا صرف لفظ جلوہ اور کون و مکاں نے ــــ اگر پہلے مصرع سے کچھ اس طرح کا مفہوم پیدا ہوتا کہ

وہ میری روح میں ہیں نظر میں ہیں، دل میں ہیں

یا ــــ دل میں جمے ہوئے ہیں، نظر میں بسے ہوئے

یا ــــ اپنی نگاہِ شوق پہ ہے مجھ کو اعتماد

تو یہ شعر حدودِ تغزل میں رہتا گو اعلیٰ معیار کا پھر بھی نہ ہوتا، کیونکہ دوسرے مصرعہ کے انداز بیان میں جو انانیت و طنز نہاں ہے وہ شعر کو بلندی کیطرف سے

پستی کی طرف کھینچ رہا ہے:

تقریباً اسی مفہوم کا ایک شعر عربی کا یاد آگیا، دیکھیے اسی جذبہ کو کس والہانہ انداز سے ظاہر کیا ہے۔

جمالک فی عینی وحبک فی قلبی

وذکراک فی فمی فاین تغیب

یعنی — اے تو وہ کہ تیری صورت آنکھوں میں بسی ہوئی ہے، تیری محبت دل میں سمائی ہوئی اور تیرا ذکر ہر وقت زبان پر ہے تو کہاں مجھ سے چھپ کر رہ سکتا ہے،

اب غور کیجیے کہ انداز بیان نے اسی مفہوم کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا سور داس کے اس دوہے کو دیکھیے

ہاتھ چھڑائے جات ہو نبل جان کے موئے

ہردے میں سے جاؤ گے تو مرد بدوں گی توئے

یعنی مجھے کمزور جان کر زبردستی ہاتھ چھڑا کے چلے جا رہے ہو لیکن میرے دل سے نکل جاؤ تو جانوں کہ بڑے مرد ہو" - ہر چند اس میں بھی ہلکی سی کیفیت طنز کی ہے لیکن انداز بیان نے اس میں بھی خاص فتادگی پیدا کر دی ہے۔

بہر حال میری رائے تو یہی ہے کہ شاعری میں اصل چیز انداز بیان ہے اگر آپ کے نزدیک بلندی مضمون کوئی اور چیز ہے اور سب سے زیادہ اہمیت وہی رکھتی ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں، کیا کر سکتا ہوں جب کہ اس زمانے میں

غزل کا معیار تصوف و فلسفہ طرازی کے بجائے صرف مہمل گوئی قرار پایا گیا ہے،

—— ۹۷ ——

بیدل! ہائے بیدل! وائے بیدل!! — آپ نے بھی کیا ذکر چھیڑ دیا اس کمبخت میں فارسیت ہو یا نہ ہو، لطف زبان پایا جائے یا نہ پایا جائے لیکن اس کا کیا علاج کہ تخیل کا بادشاہ ہے، ندرتِ بیان کا خدا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک رند ژولیدہ مو ہے جو لفظ اس کے منھ سے نکلتا ہے وہ دل میں تیر و سناں کی طرح پیوست ہو جاتا ہے،

هر کجا نکہتِ گل پیرہنِ رنگ ورد
نیست پوشیدہ کہ از خود سفرے میخواہد

پھول کو "پیرہنِ رنگ" کہنا اور نکہتِ گل کی "جامہ دری" حسنِ تعبیر کی وہ حد ہے جہاں نہ نظیری کی رسائی ہے نہ حافظ کی اور "از خود سفرے میخواہد" تو وہ انداز بیان ہے جسے بہت سے ناواقف صرف مغربی لٹریچر کی خصوصیت سمجھے ہوئے ہیں

نکات و چہار عنصر پہ کیا موقوف ہے، اسکا تو ایک ایک لفظ ترجمان بنانے کے قابل ہے، مثنویاں دیکھیے، رقعات کا مطالعہ کیجیے، قطعات و رباعیات پر سر دھنیے لیکن زبان نہ کھولیے، کون سمجھتا ہے اور کسے سمجھنے کا ہوش ہو وہ خود کہہ گیا ہے کہ

چہ رسد ز نشۂ معنوی بہ دماغ بیحس و بے خبر
زپری پیالۂ اگر کشی بہ دکانِ شیشہ گراں بر

——— ۹۸ ———

بندہ نواز!

شکر ہے آپ نے مجھے پوچھا لیکن اُس وقت جب.

شاہان دست و بازوِ قاتل نہیں رہا

پھر تماشہ یہ ہے کہ میری طرف سے "اعتراف" میں کمی ہوگی تو آپ مجھی کو موردِ الزام قرار دیں گے، آہ!

کمند کوتہ و بازوئے شکستہ و بام بلند
بہ من حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند

واقعہ یہ ہے کہ میں اب کسی قابل نہیں رہا، بندہ بگر نخیتہ نہیں بلکہ بندہ معذور جان کر میرے پاؤں کی زنجیر کاٹ دیجیے، ارباب کرم کا یہی شیوہ ہے ورنہ یوں مجھے امتثالِ امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے، حاضر ہونگا اور سر کے بل حاضر ہوں گا، لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا میری وجہ سے آپ کی محفل نشاط میں افسردگی پیدا ہو اور ایک داغ ناکامی اور لیکر وہاں سے واپس ہوں

——— ۹۹ ———

آپ بھی عجیب چیز ہیں — پریشانیوں کی شکایت خدا سے کرتے ہیں جہاں تاثر و انفعال کا گزر ہی نہیں، ہر بدنصیب شخص اپنی جگہ یہی باور کرتا ہے کہ جو مصائب اس پر نازل ہوئے ہیں وہ انتہائی مصائب ہیں اور اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں کوئی نہیں — لیکن اسے کیا خبر کہ قدرت کے ترکش میں

کیسے کیسے زہریلے تیر پنہاں ہیں اور وہ کس کس طرح ان سے کام لیتی ہے درد و بیچارگی کی کوئی انتہائی صورت قیاس کرو لیکن واقعتاً اس سے بھی زیادہ الم انگیز صورتیں پیدا ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ فطرت کا نظام یہی ہے مذہب کی تلقین اس باب میں صرف اس حد تک مفید ہے کہ انسان صبر و ضبط کا عادی ہو جاتا ہے، ورنہ دعا و استجابت دعا معلوم! تدبیر کے بن پڑنے کا نام "قبول دعا" ہے اور جب کچھ نہیں بن پڑتی تو اہل مذاہب اسکو مصلحت خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ سب الفاظ ہی الفاظ ہیں حقیقت کچھ نہیں۔

یقیناً آپ کی مایوسیاں اس طرح اور زیادہ بڑھ جائیں گی، لیکن کیا کروں؟ صبر و ضبط کی لایعنی تلقین میرے بس کی بات نہیں۔ میں کیوں وہ بات کہوں جسے کھلا ہوا فریب سمجھتا ہوں مگر ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ تدبیر سے غافل نہ رہیے دنیا میں جب تک زندہ رہنا ہے اسی طرح مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا، کبھی آپ کامیاب ہو جائیں گے اور کبھی مغلوب ــــ لیکن مغلوب ہو جانا ہتیار ڈالدینا نہیں ہے اسلیے ہاتھ پاؤں چلائے جائیے اور میرے کہنے کی جو بات ہو اس مطلع فرمائیے محض تم دعا بیکار بات ہے اور دعا اس سے زیادہ بیکار

ـــــــــــ ۱۰۰ ـــــــــــ

محترم!

نامۂ گرامی ملا ــــ آج کل یہاں کا موسم خودکشی کی حد سے شاید ہی ایک آدھ

ڈگری کم ہو، ظاہر ہے کہ نینی تال کے رہنے والے اس وقت بہشت میں ہیں لیکن مجھ کافر کا وہاں گزر کیونکر ہو ـــــ بہر حال جنت والوں کو میرا سلام پہنچے اور حسرت نارسائی ـــــ مضامین کا منتظر ہوں،

ـــــــــ ۱۰۱ ـــــــــ

نیاز نواز، کرم گسترا!

اس دل پرسی کا شکریہ ادا کروں بھی تو کیونکر جبکہ ہر اعتراف احسان پر آپ کی طرف سے تازہ بارش کرم کے تماشے بارہا دیکھ چکا ہوں اسے حسن طلب نہ سمجھیے، یہ داستان ہے اس "حسن عطا" کی جو "وجود تمنا" نہیں بلکہ اس کا "امکان" بھی کسی دل میں نہیں دیکھ سکتا،

کچھ زمانے سے آپ کی صحت کے متعلق متوحش خبریں سن رہا تھا اسلیے عریضہ بھیجا تھا لیکن آپ نے باایں ہمہ ضعف و ناتوانی الٹی میری ہی تیمار داری شروع کر دی،

اگر ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے منصب خدائی مل جاتا تو آپ کو معلوم ہے میں کرتا کیا؟ ـــــ خضر و الیاس کی عمریں چھین کر آپ کو دیدیتا اور مولوی کا جذبۂ "پیر افشانی" خود لے لیتا، وہ اسلیے کہ آپکی حیات آپکے ولولۂ کرم کا ساتھ دیسکے اور یہ اسلیے کہ میں بڈھا ہونے کے بعد بھی جوان بنا رہوں

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ چند روز کیلیے تبدیل مقام ضروری ہے، آپ کیلیے سرد و خشک ہوا کی ضرورت ہے

اور موسم سرما میں اس کا موقع بند بلکھنڈ سے بہتر اور کہیں نہیں مل سکتا ــــ یہ میں اس لیے نہیں لکھ رہا کہ آج کل خود میرا قیام اس سرزمین میں ہے بلکہ صرف اظہار حقیقت و واقعہ مقصود ہے ــ یہ جگہ یقیناً ریل سے ۱۰ میل دور ہے لیکن باور کیجیے کہ یہی مسافت آپ کو صحیح توانا بنا دے گی ــ جس وقت آپ پنا سے نکل کر پہاڑوں کے پُر پیچ راستوں سے ہوتے ہوئے کروندے اور ہارسنگھار کی جھاڑیوں سے گزریں گے تو رنگ و بو سے متاثر ہو کر ایسا محسوس کریں گے گویا فطرت آپ سے سرگوشیاں کر رہی ہے، اپنی آغوش میں لیے ہوئے گدگدی پیدا کر رہی ہے اور آپ کے ماضی و مستقبل دونوں "حال" میں غرق ہو کر رہ گئے ہیں،

پھر ایک بات اور ہے جو صرف کان میں کہنے اور اشارے سے بتانے کی تھی، مگر مجبوراً لکھنا پڑتی ہے ــ کہ حزیں مجھ کو بنارس میں ہر برہمن بچہ "لچھمن رام" نظر آیا تھا، یہاں قدم قدم پر سیتا اور رادھا کا سامنا ہے اور اس اہتمام کیساتھ کہ

بے پردگی ہو یہ انداز طرح نقاب افگندنش

راجپوتوں کی لڑکیاں ہیں، بلند بالا، صحیح و توانا، تیوریاں چڑھی ہوئی گردنیں تنی ہوئی، آنکھوں میں تیر، مانگوں میں عبیر، ابروؤں میں خنجر بالوں میں عنبر، ہاتھوں میں مہندی، ماتھے پر بیندی، اب آپ سے کیا کہوں کیا چیز ہیں ــــ قامتِ رعنا کی وہ ادا کہ لچکدار نیزہ بھی شرما جائے کمر میں وہ لوچ کہ بید کو بھی عار آئے۔

آپ کو واسطہ آ گیا ہے اور صرف یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا آپ کو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس سے زیادہ دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے یا نہیں

———— ۱۰۴ ————

جانِ عالم!

خط ملا۔ اس پر بھی پرنثار ہو جائیے، اس "تو سے نا ہیں بولوں رے" والی ادا کے قربان جائیے —— نظام رام پوری کا شعر یاد آگیا

اے جان کہو پھر اس ادا سے ۔۔۔ میں آج نظام سے خفا ہوں

کاش ایسا ہوتا کہ بجائے "جانِ عالم" کے تمہیں "جانِ نیاز" لکھ سکتا ہائے غالب!

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاش کہ تم مرے لیے ہوتے

سچ بتاؤ یہ فنِ دلربائی تم نے کہاں سیکھا کس سے سیکھا۔ کسی اور سے بے اعتنائی کا اظہار اور میرے باب میں یہ اعتبارِ ناز! — کیوں ستاتے ہو؟

ربطِ نہانِ غیر کا پردہ ہے ورنہ آپ
دشمن کے ساتھ صرفہ کریں رسم و راہ میں!

باور کروں تو زندہ کیونکر رہوں اور جھوٹ جانوں تو تم سے تمہارا پندار کیونکر چھینوں بہرحال خوش رہو کہ۔

گرچہ ہے کس کس خرابی سے ولے با ایں ہمہ
میرا ذکر تو تمہاری محفل میں آجاتا ہے

ہاں، میں الٰہ آباد گیا اور بالا بالا لوٹ آیا، تم سے نہیں ملا اور قصداً نہیں ملا، کیونکہ جب مجھ پہ جنون کا دورہ پڑتا ہے تو آپ کے پاؤں میں مہندی لگی ہوتی ہے، اور جب آپ اس سے فارغ ہوتے ہیں تو میں جیب و دامن کی فکر رفو میں مصروف ہو جاتا ہوں جانے بھی دو، کیوں ستاتے ہو، کیوں دل دکھاتے ہو؟

تمہیں اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم ......"

جانتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ مجھ پہ طعن و تشنیع کا اثر بالکل نہیں ہوتا کیونکہ میری ہستی خود فطرت کا ایک "طنز" ہے اسلئے اپنی "پرکاری" کا ہدف کسی اور کو بناؤ مجھے تو دوست تمہاری وہ "سادگی" درکار ہے جو تم کا اب کبھی میسر نہیں آسکتی۔ خدا حافظ

—— ۱۰۳ ——

مولانائے محترم!

ممکن ہے اس ترکیب کو آپ غلط یا ثقیل قرار دیں لیکن آپکی شخصیت کا "بھاری بھرکم پن" ظاہر ہی نہیں ہوسکتا جب تک لفظ مولانا کیساتھ کسی دوسرے شاندار لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے ۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا دم بھی غنیمت ہے

اور ہم تو خیر "غنیمت ہیں درین گنبد سپہر"!!

فطرت کا کشکند ٹرا ہے، اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ہم دردوں کی جماعت میں آپ سا مولانا بھی اس نے شامل کر دیا ۔۔۔ یعنی صورت کے لحاظ سے "مولانا" اور سیرت کے لحاظ سے "مولانا تر"! اللہ رحم کرے ہم اور آپ دونوں پہ —

کیونکہ آپ کا ہم جیسا ہو جانا یا ہمارا آپ جیسا بن جانا دنیا کا سخت سانحہ ہوگا، اور کسی نہ کسی دن یہ ہو کر رہنا ہے۔

آپ کا خط ملا، پیارے مولانا، یہ کیا خبر سنائی کہ آپ ہجرت کر کے اجمیر جا رہے ہیں ہائے مولانا! وائے مولانا!! ارے بھائی کچھ تو وصیت کیے جاؤ کہ ہم لوگ کاشی پہنچکر تمہاری یاد کس طرح تازہ کریں — وہاں کی گلیوں میں ٹھوکریں کھا کھا کر یا دریا کے کنارے جام سے لنڈھا لنڈھا کر

ہائے ہائے، وہ کون ظالم ہے جس نے آپ سے کہہ دیا کہ اجمیر کی طرف سینگ خوب سماتے ہیں، یہ کس نے آپ کے دماغ کو چکرا کر مغرب سے مشرق کی طرف پھیر دیا، ارے وہ شقی کون ہے جو ہمارے امام کو ہم سے چھینے لئے جا رہا ہے

یا اسفا! وا اسفا!!

ہمیں یقین ہے کہ آپ جائے بغیر رہیں گے نہیں، اسلیے خدا کیلیے ادھر ہی سے ہوتے جائیے اور ایک بار صورت دکھا دیجیے، کیونکہ معلوم نہیں وہاں پہونچکر کثرت انوار سے آپ کی شکل کیسی بن جائے۔

نوکری تو غالباً چھوڑ دی ہوگی، اور بیوی بچوں کو بھی زہر دیدیا ہوگا، اچھا ہے اللہ اس آزادی اور آزادہ روی کو قائم رکھے، حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمان و زمین آپ ہی ایسے حضرات کے دم سے قائم ہیں ورنہ ہم شیاطین نے تو ان کے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

ارشاد ہو تو ایک گیروا تہمد یہاں سے رنگوا کر بھیجدوں اگر بالا بالا چلے جائینگا

ارادہ ہے۔ کشکول تو خیر اجمیر ہی میں اچھا ملے گا

۱۰۴

ہاں بھئی — آج کل طبیعت بہت مضمحل ہے اور کسی سے بات کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا، لکھنا پڑھنا کیسا؟ آپ کے خط میں چونکہ ایک ضروری بات قابل جواب ہے اس لیے مجبوراً لکھنا پڑا۔

عزیز من! میں اس امر میں آپ سے متفق نہیں کہ میر صاحب قصداً آپ کی کاربراری میں حائل ہوئے، لاکھ وہ سب کچھ ہوں جو آپ کہتے ہیں لیکن مکر و فریب کی کوئی مثال ان کی زندگی میں مجھے اس وقت تک نہیں ملی — ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی امداد میں تساہل سے کام لیں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وعدہ کریں اور ٹال جائیں لیکن آپ کی مخالفت یا آپ کی کوششوں کے خلاف سعی و کاوش، ان سے قیامت تک ممکن نہیں۔

خیر یہ تو وہ بات ہوئی جس کا تعلق اس خود غرض اور حقیقت ناشناس دنیا سے ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ میں یہ "خوئے التجا" کب سے پیدا ہوگئی پھر جو شخص سوال کا عادی ہو اسے رد و قبول کے مسئلے کو اتنی سنجیدگی سے نہ دیکھنا چاہیے، گدائی کرنا ہے تو گداہی کی طرح ان جھڑکیوں کو بھی سنیے جو فطرت انسانی کا معمولی مظاہرہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے جب بیدل کو حیدرآباد جانے کی دعوت دی گئی تھی تو اس نے کیا جواب دیا تھا، آپ یقیناً جانتے ہوں گے لیکن میں پھر اس کو دہراتا ہوں مجھے اس کی تکرار میں لطف آتا ہے، اس نے

اس دعوت وطلب کے جواب میں صرف یہ شعر لکھ کر بھیج دیا تھا۔

دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش

یاد رکھیے "قناعت پیشگی" کے معنی تعطل کے نہیں ہیں، بلکہ خودداری اور غیرت کے ہیں جو انسان کو خود اس کے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھاتی ہے ——

"رفتن بپائمردی ہمسایہ در بہشت" دوزخ سے بدتر ہے

بہرحال جو طریقے آپ نے مقصد براری کے لیے اختیار کیے ہیں وہ ہم ایسے آبرو باختہ، خانماں برباد لوگوں کے لیے مناسب ہوں تو ہوں لیکن آپ کے شایانِ شان کسی طرح نہیں ہوسکتے،

مشہور بات ہے کہ دنیا کو ٹھکرائیے، دنیا آپ کے قدموں پر آجائے گی اس میں بھی ترک دنیا کا درس نہیں ہے، بلکہ علوئے نفس اور استغنا کا ہے خیر بات میں بات نکل آئی تو یہ فضول داستان کہنی پڑی اصل مدعا تو صرف یہ کہنا تھا کہ میر صاحب کی طرف سے آپ کا سوئے ظن درست نہیں، آپ کو یقین آئے یا نہ آئے،

فی الحال باہر جانے کا ارادہ نہیں ہے لیکن اگر یہ ارادہ کبھی ہوگیا تو سب سے پہلے آستانۂ گرامی پر حاضر ہوں گا، مطمئن رہیے،

—— ١٠٥ ——

فراموشی کا مرض!

آپ کا مجھے بھلا دینا اس قدر باعث ایذا نہیں، جتنا یہ کبھی کبھی یاد کرلینا

آپ محسوس کریں یا نہ کریں لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بیماری کا کوئی دورہ مجھ پر پڑا ہے، میں نے آپ سے بھی پہلے کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ

یا تو بیگانہ ہی رہیے ہو جیے یا آشنا
یہ ادا کیا؟ آشنا گاہے، گہے نا آشنا

ہر چند آپ سے جو تعلق رکھتا ہوں وہ آپ کے نا آشنا ہو جانیکے بعد بھی نہیں مٹ سکتا، یعنی

گر دل نہیں رہا تو وہی دل کا درد تھا

لیکن کم از کم امید وفا کی خلش تو جاتی رہے گی، یہ الجھن تو باقی نہ رہے گی کہ کوئی میری سننے والا ہے لیکن نہیں سنتا۔

معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں واقف ہوں کہ آپ کے علائق و مشاغل خط لکھنا کیسا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دیتے ہوں گے ——— ہاں، ہاں اسی لیے میں نے کہا کہ جب فرصت کا فقدان ہو تو محبت میں اس ہیجان کی کیا ضرورت ہے۔

میں خود ساری دنیا سے کٹ کے خاموش زندگی بسر کر رہا ہوں، مجھے کسی سے شکایت کا کیا منھ ہے۔ غالب "وفا پر استواری چاہتا ہے" میں کہتا ہوں کاش آپ "بے وفائی پر استوار ہو جائیں" کہ اگر "وہ اصل ایمان" ہے تو یہ بھی "حسن کافری" کی جان ہے۔

اُف! کچھ نہ پوچھیے آج کیا عالم ہے — نظام رامپوری کا یہ شعر آپ نے سنا ہے؟

آج کل آپ سے باہر ہے نظام
کہیں محفل میں نہ بلوائیے گا

بس بالکل یہی عالم میرا بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہاں تو "آپ" سے مراد صرف نظام کی اپنی ہستی ہے، اور یہاں "آپ" میں میں اور عالم ماسوا "سب کچھ شامل ہے! جل جلالہٗ

آپ نے سنا ہوگا کہ کسی بزرگ کی کسی پر نگاہ پڑی اور کایا پلٹ گئی پیر و مرید جب حجرے کے اندر داخل ہوئے تو دو علٰحدہ علٰحدہ چیز تھے لیکن جب باہر نکلے تو سیرت بھی ایک، صورت بھی ایک، لوگ حیران کہ ان میں مرشد کون ہے اور ارادت مند کون۔ الغرض "تو من شدی تو من شدم" کی ایسی روایتیں بکثرت ملاحظہ سے گزری ہوں گی — لیکن اگر حق الیقین اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا ہو تو ادھر آیئے اور دیکھیے کہ مجھ پر کسی کی نگاہ نے کیسا کام کیا۔

آپ کہیں گے مبالغہ ہے، میں کہوں گا یہ حقیقت سے بھی کم ہے۔

پھر اس کا فیصلہ کیونکر ہو؟

اچھا آپ نہیں آتے تو اپنے "ان کو" بھیج دیجیے جن کی ہر بات آپ کیلیے آیت و حدیث ہے وہ تو جھوٹ نہ بولیں گے، اور جھوٹ بولے بھی تو آپ

کیوں جھوٹ سمجھنے لگے ـــــ قسم ہے آپ کے سر مبارک کی، ان کے بلانے کا بہانہ نہیں ہے بلکہ واقعی ان کی یہاں ضرورت ہے اس کے جواب میں آپ ضرورت دریافت فرمائیں گے اور خواہ مخواہ دیر ہو گی، اس لئے میں کیوں نہ ابھی ابھی صاف صاف کہہ دوں کہ آج کل یہاں کا موسم برشگال سخت دلکش ہو رہا ہے اور بہت جی چاہتا ہے کہ کم از کم ایک ہی وقت آپ کے یا ان کے ساتھ لطف زندگی حاصل ہو جائے

پھر آپ نہیں آسکتے تو انہیں بھیجیے، وہ نہیں آسکتے تو آپ تشریف لے آیئے الغرض مدعا یہ ہے کہ آپ اور وہ دونوں آئیں اور مجھے تباہ کرکے فوراً چلے جائیں

ـــــــ ۱۰۷ ـــــــ

نوشہ میاں

حیران ہوں کہ تمہیں شادی کی مبارک باد دوں بھی تو وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو تم سننا چاہتے ہو، کیونکہ اس حادثے کی خبر اس قدر اچانک اتنی غیر متوقع طور پر معلوم ہوئی کہ اگر تم مجھ سے ملامت کا تقاضہ کرتے تو اس کے لیے بھی کوئی مناسب لفظ مجھے نہ ملتا

جس وقت سوچتا ہوں کہ تمہارا نازک دل شادی کے ردعمل کو کیوں کر برداشت کر سکے گا، تمہاری "میرزا منشی" ناز برداریوں کی تاب کیونکر لا سکے گی اور تمہاری آزادہ روی کب تک اُن سنہری بیڑیوں سے لطف اندوز ہوتی رہے گی تو دل کانپ اٹھتا ہے، تمہارے انجام کے خیال سے نہیں، بلکہ اس

غریب کے انجام سے جو اپنے ہزاروں ارمان تمہاری آغوش میں سونپ آئی ہو
بہر حال اگر اس نو عمری میں تم نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی ہے تو اسے
نباہنے کی بھی کوشش کرو اور تم کہ اسوقت تک تم نے اتنی عمر دوسروں ہی سے
ایثار چاہا ہے اب خود بھی ایثار کرنا سیکھو ــــ جوانی میں بوڑھا ہو جانا اتنا مشکل
نہیں جتنا بڑھاپے میں جوان ہونا، پہلے آسان کام اختیار کرو تاکہ مشکل کام
بھی آسان ہو جائے، جواب کی ضرورت نہیں میں خود آؤنگا اور بغیر تمہارے
کہے معلوم کر لوں گا کہ تم نے کس حد تک میرے کہنے پر عمل کیا۔

ــــــــــــــــ ۱۰۸ ــــــــــــــــ

محترم!

دیوان کی رسید تو میں پہلے ہی روانہ کر چکا ہوں ــــ پھر یہ تقاضا کیسا؟
مدعا غالباً یہ ہوگا کہ میں نے اپنی رائے کیوں پیش نہیں کی اول تو میں کیا
اور میری رائے کیا، دوسرے یہ کہ سورج کو سورج کیا کہوں، میں کیا دنیا
معترف ہے آپ کا کمال خود یہ خراج اس سے وصول کر لیتا ہے۔

زبان آپ کی خانہ زاد، ذہانت آپ کی کنیز، پاکیزگی خیال آپ کی
مال جائی، رہ گیا عشق سو اس کے لیے آپ کی ہرزہ کار جوانی کافی ضمانت
ہے ــــ شاعری آپ نہ کریں گے تو کیا میں کروں گا، جس کو گناہ کرنیکا سلیقہ
عطا ہی نہیں کیا گیا۔ اگر کبھی یہ نعمت میسر آگئی تو زیادہ دل کھول کر داد
دوں گا، فی الحال تو اسی نارسائی کو قبول فرمایئے۔

—— ۱۰۹ ——

سنیے صاحب، ــــ یہ جھگڑا یوں طے نہ ہوگا، آپ اپنی خو چھوڑنے سے رہے اور میں اپنی وضع چھوڑنے سے رہا، یعنی اگر آپ کو یہ ضد ہے کہ غلط کو ہمیشہ صحیح کہے جائیں گے تو میں آپ کی رعایت سے صحیح کو غلط کیوں کہوں، دل میں پھر کہتا ہوں اور علی رؤس الاشہاد کہتا ہوں، بہ بانگ دہل کہتا ہوں کہ مجّن صاحب نے کبھی بھولے سے بھی آپ کا نام نہیں لیا اور آپ کے مخبر صادق کا یہ اصرار ہے کہ نہیں یہ سارے کانٹے انہیں کے بوئے ہوئے ہیں بہرحال اب اس باب میں فریدِ مراسلت بیکار ہے، میں آئندہ جمعہ کو مجّن صاحب اور "ان" کو ساتھ لے کر وہیں آرہا ہوں، آپ اپنے "روح القدس" کو حاضر رکھیے گا تاکہ بالمشافہہ گفتگو ہو کر معاملہ صاف ہو جائے۔

آپ کے تکدر سے یوں تو نہ میرا کوئی نقصان ہے نہ مجّن صاحب کا لیکن خواہ مخواہ اچھے بھلے تعلقات کو محض وہم و گمان پر خراب کر لینا آپکے لیے ضرور برا ہے، کیونکہ آج کو اس نے مجّن صاحب کی طرف سے بدظن کرادیا ہے کل کسی اور دوست سے آپ کو بیگانہ کر دے گا، پھر مانا کہ آپ اپنے وقت کے "یوسف" سہی لیکن "یوسف بے کارواں" ہو کر جینا بھی کوئی جینا ہے۔

—— ۱۱۰ ——

مولانا و مرشدنا!

مکرمت نامہ کا شکریہ، یوں تو آپ کی محبت کا ہلشہ سے میرے دل پر نہایت

گہرا نقش قائم ہے لیکن اب آپ کی بزرگانہ نصیحت نے کچھ اور اضافہ اس میں فرما دیا، آپ کا مشورہ بالکل درست ہے کہ یا تو میں محراب و منبر ہی کا بندہ بنا رہوں یا صاف صاف کہہ دوں کہ مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ذوقِ انسانی محدود نہیں ہے، ایک مجذوب ہے جو بالکل ننگا پھرنا پسند کرتا ہے دوسرا سالک ہے جو ہر وقت عبا و قبا میں ملفوف رہتا ہے۔ لیکن تیسرا ایک اور شخص ہے جو مشربِ عشق کا اعلان اس طرح کرتا ہے۔

عریاں تنی خوش ست ولے زیبِ دیگر ست
دامانِ چاک چاک و گریباں دریدہ را

یہ تو خیر صرف شاعرانہ جواب ہوا اور ممکن ہے جناب کو پسند نہ آئے، اسلیئے ساتھ ہی ساتھ مجھے "منصور" کی زبان میں بھی صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ واقعی میں محراب و منبر کا پرستار نہیں اور اس کا اعلان ایک بار نہیں ہزار بار کر چکا ہوں، لیکن اگر لوگوں کو اب بھی میرے مسلمان رہنے کا یقین ہے تو

زہے نصیبِ دلِ کفر آشنائے نیاز

قبلۂ عالم! آپ لاکھ سمجھائیے، یہ بات کبھی میری سمجھ میں نہ آئے گی کہ خدا صرف مسلمانوں کا ہے اور سوائے ان کے وہ سب کو جہنم میں پھینک دیگا ظہورِ اسلام سے لے کر اس وقت تک زیادہ سے زیادہ دو چار ارب مسلمان پیدا ہوئے ہوں گے، اور ان کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ اور مذاہب کے لوگ، پھر کیا کوئی ذی عقل اسے باور کر سکتا ہے کہ خدا ایک کو تو جنت دے اور

ہزار کو دوزخ میں جلائے۔ اس کو اتنے جہنمی پیدا کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی، اور اتنی مخلوق کو جن میں خدا جانے کتنی حسین عورتیں ہوں گی آگ میں ڈال کر تڑپانے سے خدا کی کون سی مسرت وابستہ ہے،

آپ کے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے کہ اس کی مرضی، اور میرے پاس بھی اس کے خلاف ایک ہی احتجاج ہے کہ

یارب ز سیلِ حادثہ طوفاں رسیدہ باد
بت خانہ کہ خانقہش نام کردہ اند

—— ۱۱۱ ——

مکرّمی!

بر سبیل شکایت نہیں بلکہ بطریق حکایت کہتا ہوں کہ ایک زمانہ وہ تھا جب میرے ایک ایک عریضے کا جواب دینے کی کوشش آپ سو سو طرح کرتے تھے یا ایک یہ زمانہ ہے کہ

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

سوچتا ہوں کہ اس انقلاب کا سبب کیا ہو سکتا ہے تو حیران رہ جاتا ہوں، کیونکہ اس سے قبل بھی یہاں

یہی چشم خونفشاں تھی، یہی دل، یہی جگر تھا

آپ سے پوچھتے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں "موسیٰ و طور" کا قصہ لے کر

نہ بیٹھ جائیں اور پھر اُلٹا مجھی کو اپنی نارسائی کا اعتراف کرنا پڑے، بہر حال اگر اس باب میں قابل الزام مجھی کو ٹھہرایا جائے تو بھی مجھے رضائے محمود و خاکپائے ایاز" والے خدا سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہوسکتی ہیں، لیکن قہر تو یہی ہے کہ آپ اس کا بھی اعلان نہیں کرتے۔

کاش آپ بیمار ہوتے کہ میں خود آپ کی طرف سے "عذر سکوت" ڈھونڈھ لیتا، عدیم الفرصت ہوتے کہ اس رسمی بہانے سے اپنے آپ کو دھوکا دیدیا کرتا یہ نہ تھا تو کسی جگہ مبتلائے عشق ہو جاتے کہ خرابی دماغ کا یقین کر کے صبر کر لیتا، لیکن جب کچھ نہیں تو پھر سوائے اپنی "شومی قسمت" کے اور کیا کہہ سکتا ہوں

باور کیجیے کہ آپ کی محبت و دوستی کا خیال میرے لیے اس قدر باعث فخر و مسرت نہیں، جتنا آپ کی بے رخی کا خیال سوہان روح ہے اس لیے اگر کسی کو تکلیف میں مبتلا رکھنا آپ کے مذہب میں ثواب نہیں تو خدا کے لیے اس عذاب سے مجھے نجات دلا دیئے اور زیادہ نہیں صرف اتنا ہی لکھ دیجیے کہ میرا کوئی خط آپ کو نہیں ملا مجھے یقین نہ آئے نہ آئے، لیکن اوروں سے تو کہہ سکوں گا، ان کی نگاہ میں تو میں ذلیل نہوں گا

—————— ۱۱۲ ——————

قبلۂ روحانیاں!

آپ مجھ سے عمر میں چھوٹے، تجربے میں کم، صحت و توانائی میں ضعیف لیکن پھر بھی آپ کو "قبلۂ روحانیاں" لکھتا ہوں، آپ کا علم و فضل دیکھکر، آپکی

فراست و دانائی کا خیال کر کے اور سب سے زیادہ اس کشش سے مجبور ہو کر
جو قدرت نے آپ کی صورت آپ کے اخلاق اور آپ کی آواز میں ودیعت
کر دی ہے لیکن کیا دنیا کا یہ حیرتناک واقعہ نہیں کہ باوجود اس شدید ارادتمندی
کے محروم کرم اور باایں ہمہ نیاز و قیادگی نا آشنائے التفات ہوں
خضر نے سکندر کے ساتھ کیا کیا، اس کا صحیح حال کسے معلوم لیکن آپ کی
بے اعتنائی تو میرے باب میں ایسی روشن حقیقت ہے کہ "کروبیان ملاء اعلیٰ"
بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے: پھر میں آپ سے نہ دولت دنیا چاہتا ہوں کہ
آپکو اپنی تہی دستی کا عذر پیش کرنا پڑے، نہ سعادت آخروی کا طلبگار ہوں کہ
آپ میری نا اہلی سے مجبور ہو کر انکار کر دیں، بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ
اگر آپ کیلیے سفر کرنا متعذر ہے تو مجھی کو اجازت دیں کہ چند دن آستانہ گرامی
پر حاضر رہ کر لطف جبیں سائی حاصل کر لوں، آپ کی بہار آفرینیاں تو خیر ہمیشہ
ایسی ہی رہیں گی لیکن مجھے تو اپنی جنوں سامانیوں پر زیادہ اعتماد نہیں

التفات جوشِ وحشت پھر کہاں
ہو سکے جب تک بیاباں دیکھ لیں

کل سعید احمد صاحب نے آپ کا ذکر کر کے اس آگ کو اور بھڑکا دیا،
ورنہ میں تو گھٹ گھٹ کر مر جانے کا فیصلہ کر ہی چکا تھا۔

———۱۱۴———

ادھر آؤ، لیلوں بلائیں تمہاری

خدا کی قسم کیا کام کیا ہے۔ رستم و اسفندیار کی روحیں کانپ اٹھی ہوں گی سکندر و نپولین کی تربت پر لرزہ طاری ہو گیا ہو گا، آج کل کے ہینڈو ادر گاما کا کیا ذکر

وہ لوگ بزدل ہیں جو اپنے سے قوی کو ٹوکتے ہیں، نامرد ہیں جو زبردست دشمن کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے ہیں، بہادری نام ہے صرف کمزور کو ستانے کا، ضعیف کو پامال کر دینے کا، پھر ظاہر ہے کہ بیوی سے زیادہ کمزور ہستی بھئیں اپنی شجاعت دکھانے کے لیے کہاں مل سکتی تھی

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مجھے تو اپنی صورت اب تم دکھانا نہیں، کیونکہ مجھے تم سے نفرت نہیں بلکہ عداوت پیدا ہو گئی ہے اور میں نے عہد کر لیا ہے کہ جس طرح ممکن ہو گا تم سے اس غریب آزاری کا انتقام لیے بغیر نہیں رہوں گا۔ تبت یدا ابی لہب۔

—————— ۱۱۴ ——————

آرام جاں!

کل میاں نثار کا خط ملا اور اس صحبت کا حال معلوم ہوا جو وہاں برپا ہوئی تھی خلیل صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ اصولاً صحیح ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ حسب حال ہے اس لیے بہت پسند آیا، میاں ذاکر نے جن الفاظ میں میرا ذکر کیا اس پر مجھے فخر ہو یا نہ ہو لیکن رسم تشکر ادا کرنے کو ضرور جی چاہتا ہے، تم لاکھ کہو کہ مجھے علم نہیں، میرا کوئی اشارہ شامل نہیں لیکن میں تو جانتا ہوں کہ

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

بہر حال یہ حقیقت نہ ہو تو کبھی مصلحتاً یا رعایتاً سر جھکا لو، اور مجھ سے یہ پندار نہ چھینو کہ دنیا میں جو کوئی مجھے اچھے نام سے پکارتا ہے، وہ حقیقتاً تمہاری ہی آواز ہے

—— ۱۱۵ ——

خاں صاحب!

حیران ہوں کہ آپ کی وضع عاشقانہ کی داد دوں یا آپ کے اخلاق کریمانہ کی یعنی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ صرف برنائے محبت تھا جو میرے لیے مخصوص ہے یا یہ کہ اس نوع کا لطف فرمانا آپ کی فطرت ہے تعیین و تخصیص سے بے نیاز!

خونی مجرم کو بھی ایک بار اظہار حال کا موقع دیا جاتا ہے نہ کہ میں جس کا جرم اس سے زیادہ نہیں کہ رات کو دن نہیں کہتا اور دن کو دن سمجھتا ہوں بہر حال مجھے مسرت ہوئی کہ آپ نے میری طرف سے اپنی بیزاریوں کا اعلان کر کے برسوں کی پڑی ہوئی گتھی کو سلجھا دیا اور اب میرے لیے وہ الجھن باقی نہ رہی کہ آپ کو کس صنف میں جگہ دوں۔

مانا کہ مجھے آپ کے جذبات پر اقتدار حاصل نہیں لیکن خدارا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں اپنے جذبات کا خون صرف اس لیے کر دوں کہ آپ اس سے متفق نہیں۔

میں غریب ہوں اور غریب الدیار بھی جاہل بھی ہوں اور لاچار بھی لیکن کیا کروں یہ بات کبھی سمجھ میں نہیں آتی کہ عقل آپ کی اور اعتماد میرا، جینے کا آخر یہ کونسا طریقہ ہے ـــــ بہرحال اگر جنس ناکارہ سمجھ کر میرے وجود کو نظر انداز کرنا آپ کے لئے ممکن نہیں تو

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

—————— ۱۱۶ ——————

حبیب مکرم!

پھلوں کے بھیجنے کی زحمت نہ اختیار کیجئے کیونکہ اول تو میں اتنا شائق نہیں دوسرے یہ کہ بغیر آپ کی معیت کے وہ آم بھی نہ ہوں گے، ہاں ایک صورت مفاہمت کی ہے اور وہ یہ کہ پہلے میں آپ کو یہاں سے شریفے بھیجوں اور جب آپ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میرا شکریہ ادا کریں تو میں جواب میں لکھوں کہ حضرت محض شکریہ سے کام نہیں چلتا، سفیدہ اور دسہری بھیجیے ـ ہر چند میں پھر بھی زیر بار احسان رہوں گا لیکن کم از کم یہ اطمینان تو مجھے رہے گا کہ کچھ کھا رہا ہوں اس کے صلہ میں تھوڑی بہت قوت بازو میں نے بھی صرف کی ہے ـ آپ باور کیجیے کہ یوں مجھے خاک مزا نہ آئے گا.

اس لئے کہ فضول خط و کتابت میں وقت نہ ضایع ہو، اس عریضے کیساتھ تین سیر شریفوں کی ٹوکری ملفوف کرتا ہوں، اس جوار کا یہ پھل اتنا ہی مشہور و لذیذ ہے جتنا ادھر کا سفیدہ، گو مزہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے دونوں کا تقابل

درست نہو

اور ہاں، یہ کہنا بھول گیا کہ یہ پھل آپ کے لیے نہیں بھیجتا بلکہ اپنے بھتیجوں
اور بھتیجیوں کے لیے بھیج رہا ہوں، بھائی کو بھی چکھنے کی اجازت نہیں

—— ۱۷۰ ——

کرم گسترا!

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا

کہ "پاے سخن" بھی درمیان ہے اور "سرچیارہ فرمائی" بھی! یعنی خود بھی لطف
فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی آمادہ کرتے ہیں —— حیران ہوں کہ وہ خدا
جس کے بندے اس قدر بندہ نواز ہوں، وہ خود اتنا بے نیاز ہو۔ بے نیازی
سے میری مراد مستغنی اور بے پروا ہونا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں اور اسے فکر نہیں
میں ایڑیاں رگڑ رہا ہوں اور اُدھر سے کوئی تسکین نہیں —— شاید خدا اور
خداوند میں یہی فرق ہوگا اور اسلیے مجھے کہنے دیجیے کہ

تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

یہ تو خیر سب کچھ ہو گیا لیکن یہ بُرا ہے کہ میری "طبع اندوہگیں" کا کیسا
علاج ہے اور باوجود ان تمام الطاف وعنایات کے میری سوگواریاں
بدستور قائم رہیں تو پھر میں کیا کروں گا۔ اس لیے خدا کے لیے کوئی شکل تو
ایسی رہنے دیجیے کہ میں آپ کو صورت دکھا سکوں —— باور کیجیے میں ہرگز
مستحق نوازش نہیں، مجھ پر احسان کرنا مجھے ہلاک کرنا ہے —— نمرود کی خدائی

میں رہتا ہوں اور اسی میں جان دینا پسند کرتا ہوں، آپ کیوں اپنا دل دکھاتے ہیں

۱۱۸

جانِ نیاز!

قاصد پہونچا اور دفعۃً آپ کا باندہ چلا آنا معلوم ہوا ——— اتنی بڑی قربانی اور میرے لیے! اف آپ کی جس محبت سے جان بچا کر میں یہاں چلا آیا تھا وہ اب خطرناک حد تک پہونچ گئی،

دلے دارم خراب از التفاتِ چشمِ بیمارت
ہم از جورم می ترسد ومن از لطفِ عیادت

میری مجبوریاں آپ سے مخفی نہیں، اس لیے اب آپ ہی بتائیے کہ ان حالات میں کیا کر سکتا ہوں، یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں وہاں آکر آپ پر سے قربان ہو جاؤں لیکن یہاں آپ کو بلانا امکان سے باہر ہے، اگر آپ کا اجے گڑھ سے چلا آنا بغیر اجازت کے ہوا ہے تو بھی واپسی میں حرج نہیں، زیادہ سے زیادہ دو چار اشکِ ندامت کافی ہونگے اور اگر اجازت حاصل کر لی گئی ہے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں اول تو مجھے یقین نہیں کہ مہاراج کو حقیقت کا علم ہو گیا ہو اور اگر تھوڑی دیر کیلیے اسکو صحیح باور کر لیا جائے تو بھی حقیقت سے انکار آپ کیلیے چنداں مشکل نہیں، آنسو بہا کر نہ سہی بپھر کر، بگڑ کر، تیوریوں پر بل ڈال کر سہی

میں خود باندے آکر آپ سے زبانی گفتگو کرتا، لیکن وہاں میرا آنا مناسب نہیں اسلیے اب چارہ کار بجز اس کے کیا ہے کہ پھر وہیں واپس جائیے اور مجھے اطلاع دیجیے کہ کیا گذری ہے

ممکن ہے رخصت ختم ہونے پر میں بھی حاضر ہو جاؤں گو بظاہر اسکی امید نہیں

۱۱۹

ظالم! اب کیا پوچھتے ہو کہ یہ سب کیونکر ہوا ـــ شام کا وقت ہے ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی ہے، محل کے بائیں باغ میں روشوں پر ٹہل رہا ہوں، مہاراج کی طلبی کا انتظار ہے۔ دفعتہً سامنے ایک مجسمہ حسن و رعنائی نظر آتا ہے ـــ ذی حیات، متحرک، نگراں خنداں! ٹھیک اسی وقت چوبدار آتا ہے اور میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن یہ دو چیزیں اپنے ساتھ لیجاتا ہوں ہلکے سانولے رنگ میں شفق کا انعکاس اور طاؤس کی سی مستی رفتار

ای جمال تو بتاراج نظرہا گستاخ　　ای خرام تو بہ پامالی سرہا گستاخ

بسنت کی صبح ہے، دربار میں رسم گلبازی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ گلاب اور گیندے کے سرخ و زرد پھولوں سے آنچل معمور کئے مہاراج برآمد ہوتے ہیں اور بہار راگنی کیساتھ ہی یہ رسم شروع ہو جاتی۔ تم بھی آؤ تو دکھاؤں کہ اس پھول کی پنکھڑی ابتک میرے پاس محفوظ ہے جو میرے سینے پر پڑ کر ہمیشہ کے لیے ایک زخم چھوڑ گیا ـــ آہ ـــ

کتان خویش می شویم بمہتاب

خیر یہ تو وہ باتیں تھیں جن کا ذکر کچھ افسانوں ہی میں اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن قہر تو یہ ہے کہ میں اس سے زیادہ کچھ لکھ بھی تو نہیں سکتا۔

رگ سنگم شرارے می نویسم　　کف خاکم غبارے می نویسم

رہا انجام و نتیجہ سو اب اس کے متعلق کیا عرض کروں

غالب نے ایک جگہ بنارس کا حال بیان کرتے ہوئے وہاں کی قیامت قامتان مژگان درازان کا ذکر اس طرح کیا ہے،

۱۴۹

زرنگیں جلوہ باغبانہ نگہ ہوش،  بہار بستر و نور وز آغوش،

سو اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم رشک و حسد سے مرجاؤ گے تو میں بھی اس شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھ کر خاموش ہو جاتا۔۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں بھی کسقدر لغو اور نہیں ہوں کہ ایک جھٹ ختم نہیں ہوتا اور دوسرا شروع کر دیتا ہوں یقین کرو کہ یہ سب افسانہ طرازی کے سوا کچھ نہیں۔ تم میری سادگی ساری بخت سے اچھی طرح واقف ہو، اگر حقیقتاً ایسا ہو بھی تو یقین کرنیکی بات نہیں

۱۵۰

لاحول ولا قوۃ

تم بھی کس درجہ پست ہمت واقع ہوئے ہو صبح بہار میسر نہیں، تو شب ماہ میں کیا برائی ہے، جلوت میسر نہیں تو خلوت کا فقدان بھی تو ہونے دو۔ "خم زلف و شکن طرف کلاہ ہو دریا" تعریف ہے تمہاری جوانی پر اور حیف ہے تمہارے شباب پر گفتگو اصولی شروع ہو جائے گی اور عاقبتاً ذاتیات تک پہونچ جائے، اسلیے خاموش رہتا ہوں ورنہ کہتا میرے تعیب و اختلاط سے اپنا شباب و عروج بدل لو، یا پھر اپنا نصیب مجھے دیدو کہ کوئی ایک تو مکمل ہو جائے۔۔ مجھے فرصت نہیں ورنہ وہاں پہونچ کر بجائے مقال کے عمل سے اس نظریہ کی اہمیت ثابت کر دیتا،

ہمارے سلیم بھی چلے گئے ہیں۔ اگر ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ نفحات کا نسخہ میرے پاس سے کہیں گم ہو گیا، مولانا جامی کے دستخط اگر اس پر ثبت نہ ہوتے تو کبھی افسوس نہ کرنا چاہیے تھا، لیکن اگر آج ملک الموت میری کاروح قبض کرنے آجائیں تو کیا وہ مجھے بچا سکتے ہیں

۱۵۱

بحمد اللہ ابتک صحیح و تندرست ہوں اور اسی لیے آپکی صحت و عافیت کا طالب ورنہ یوں بیمار پڑ جانے پر تو میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میری طرح کراہنے لگے۔

آپ کی پرسش حال کا شکریہ، لیکن یہ آپ سے کہہ کس نے دیا کہ میری حالت
اس قدر سقیم ہے اور پھر یہ کہ آپ کو میرا اتنا بڑا ہمدرد کیونکر جان لیا کہ ساری
دنیا میں آپ ہی پر اس کی نظر انتخاب پڑی۔
اگر یہ صرف بہانہ ہے اجرائے مراسلت کے لیے تو خیر ورنہ میں اس شخص
کا نام معلوم کرنے پر اصرار کروں گا، جس نے یہ شگون بد منھ سے نکالا،
عزیز یہاں نہیں ہیں، پرسوں اجمیر گئے ہیں، اگر جلد واپس آ گئے تو آپ کا
پیام پہونچا دوں گا، اور کوشش کروں گا کہ وہ آپ کو مایوس نہ کریں
لیکن اگر ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو مجھے معذور سمجھیے کیونکہ میں خود آیندہ
ماہ کی ابتدا میں یہاں سے باہر چلا جاؤں گا اور غالباً دو ماہ کے بعد واپسی ہو
منظومات کا مجموعہ نہ چھپا ہے اور نہ اس کے چھاپنے کا ارادہ، شعر کہنے
سے قبل شعر سمجھنے کا سلیقہ نہ تھا اور جب یہ سلیقہ پیدا ہوا تو وہ زمانہ گزر گیا میرے
بعد لوگوں کو اختیار ہے،

———— ۱۲۲ ————

نیاز نوازا!

دنیائے شاعری میں تو یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ذرا سی لغزش پا انسان
کو خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور اسی لیے نہایت ہی شوق و
ولولہ کے ساتھ یہ تمنا بھی کی جاتی ہے کہ

من ویک لغزش پاے تو و قطع منازلہا

لیکن اس "دو اور دو چار" کی دنیا میں کسی غلطی کا ـــــ "حقیقت" میں تبدیل
ہو جانا شاذ و نادر ہی کبھی دیکھا جاتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ابھی اس غلطی کو
بھی انہیں "نوادر" میں شمار کر دوں، ممکن ہے "اظہارِ تشکر" والی خاتون پر آپ کو
برہمی ہو، لیکن کم از کم میں تو ان کا اس مضمون ہوں کہ "آگ کی جستجو میں جانا
اور پیمبری لیکر پلٹنا" موسیٰ کے بعد سے اس وقت تک تو کبھی دیکھا نہیں گیا۔

آپ کا خط پڑھنے کے بعد دو متضاد کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں، ایک
مسرت و انبساط کی دوسری "تاسف" و برہمی کی ـــــ وہ اس لیے کہ آپکی تحریر
میں مجھ کو وہ سب کچھ نظر آیا جو کسی ہستی کو ادبی دنیا میں پرستیدۂ عالم بنا سکتا
ہے اور یہ اس لیے کہ میں کیوں اس وقت تک آپ سے بے خبر رہا اور آپکی
ان بیش بہا فطری ودیعتوں کو کیوں نہ بروئے کار لا سکا۔

مجھے ایک زمانے سے تمنا ہے کہ نگار کسی ایسی خاتون کو پیش کر سکے جو
دنیائے ادب میں عورتوں کے لیے صحیح نمونہ بن سکے، لیکن اس وقت تک
کامیاب نہ ہو سکا ـــــ ایک اور صرف ایک ملیں بھی تو "موج کوثر و تسنیم" والی
کہ "خرابۂ محبت" ہونے کی وجہ سے شاعری میں تو یقیناً ان کا جواب نہیں، لیکن
یوں وہ ایک پتھر کی دیوی ہیں جس کے سامنے سر تو پھوڑا جا سکتا ہے لیکن
زبان نہیں ہلائی جا سکتی۔

بہر حال آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد میری یہ دیرینہ تمنا پھر از سر نو زندہ
ہو گئی ہے، اور کس قدر جی چاہتا ہے کہ آپ اور آپکی ادبیت نگار کے لیے

مخصوص ہو جائے مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت تک آپ نے کیا لکھا اور کہاں
لکھا لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہوگا خوب لکھا ہوگا یا خوب لکھنے کے
تمام آثار اس میں پائے جاتے ہوں گے اس لیے اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے
اپنے تمام ادبی مشاغل اور انہماکِ ذوق سے بے خبر نہ رکھیے اور کوئی مقالہ
لکھ کر میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ میں پورا اندازہ کر کے آپ کو صحیح مشورہ دے سکوں۔
بھوپال میں گیارہ سال تک رہنے کی وجہ سے مجھے وہاں کی ہر چیز سے
الفت ہے، اسلیے یہ معلوم کر کے کہ آپکا تعلق اسی سرزمین سے ہے، یوں بھی
ایک خاص کشش آپ میں پاتا ہوں اور متمنی ہوں کہ اس حد تک ضرور آپ مجھ سے
بے تکلف ہو جائیں کہ اس بُعدِ مکانی کو اپنے تصور و خیال کی مدد سے دور کر سکیں۔

## ۱۲۳

رسیا!

کہو مرزا پور سے کب واپس آئے اور ساون کی مست و سیاہ راتوں میں
کس کس کے ساتھ جھولا جھولے، کہاں کہاں "کجری" سنی ــــ حقیقت یہ ہے
کہ تم سے بے حس بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں، غضب خدا کا اس دلکش موسم میں
پورب کی نازک، لچیلی، چھریری، سبز رنگ صحبتوں کو چھوڑ کر علی گڑھ چلے
آئے! سچ ہے، تم کیا کرو۔

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اچھا تو اس کی سزا سنیے ــــ آپ کو معلوم ہے کہ سید صاحب کو میں نے

لکھ دیا تھا کہ اس زمانے میں آپ کو فرصت نہ ہو گی لیکن چونکہ آپ وہاں سے قبل از وقت واپس آگئے ہیں اس لیے اب آمادہ ہو جایئے اور جس طرح ممکن ہو ان کی کوششوں کو کامیاب بنایئے۔

ہر چند میں جانتا ہوں کہ ہزاروں عذر آپ کی طرف سے پیش ہوں گے لیکن یہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ میں ایک ماننے والا نہیں —— پھر وقت ضایع کرنے سے کیا فائدہ؟

میں انہیں خط لکھ رہا ہوں، دو چار دن میں آپکے سر پر مسلط ہو جائیں گے

—————— ۱۲۴ ——————

سیٹھ صاحب!

آپ لاکھ میرے دوست سہی لیکن بہر حال دشمنی اُن سے بھی تو نہیں ہے اس لیے معاملہ اگر بالکل "سخن گسترانہ" آپڑا ہے تو میں کیوں کسی کی خود داری کو صدمہ پہنچاؤں،

میں زیادتی ویادتی کچھ نہیں جانتا، میرے سامنے تو صرف "ادا" ہوا کرتی ہے خواہ وہ کتنی ہی سرکشانہ کیوں نہ ہو، میں شیطان سے صرف اسیلیے محبت رکھتا ہوں کہ اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، پھر تمہیں انصاف کرو کہ میں انہیں کیونکر مجبور کر سکتا ہوں کہ وہ وہاں جاکر معذرت پیش کریں، اور کیوں کریں؟ جب کہ واقعی ابتدا ان کی طرف سے نہیں ہوئی، آپ ان کی غربت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے، دنیا میں مفلس و نادار ہونا گویٔ

عیب نہیں، اگر فاقہ کر کے مر جانے کی داستان ہیں کوئی ٹکڑا دست سوال پھیلانے کا نہ ہو، مانا کہ آپ کے چچا جاہ و ثروت والے ہیں، رئیس ہیں، حکام رس ہیں، شہر میں خاص اثر رکھتے ہیں، لیکن میرے عزیز دوست، عزت کا سوا دیوں نہیں ہوا کرتا، میرزا صاحب غریب ہیں، بکیس و محتاج ہیں لیکن بتائیے اگر کبھی ایک پیسہ کا احسان آپ کے چچا کا انھوں نے لیا ہو، پھر میاں تمہیں ایسے شخص کی عزت کرنا چاہیے اور فخر کرنا چاہیے کہ تمہارے محلے میں ایک آدمی تو اس آن بان کا ہے، معاف کرنا۔ میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے چچا کا بھری محفل میں میرزا صاحب کی طرف اشارہ کر کے یہ کہنا کہ "وہ میرے پاس کیوں آنے لگے۔ بڑے آدمی ہیں" کیا معنی رکھتا تھا۔ اور اگر اس پر انھوں نے یہ کہدیا کہ "میں اگر بڑا آدمی ہوتا تو خود چھوٹوں کے پاس جایا کرتا" تو کیا بُرا کیا۔ بیشک اس فقرے میں طعن ہے اور سخت طعن ہے، لیکن کیا تمہارے چچا نے پہلے ان کو چھوٹا آدمی نہیں کہا اور وہ بھی صرف اس لیے کہ بیچارے غریب ہیں —— بہرحال میں قیامت تک ان سے معذرت کے لیے اصرار نہ کروں گا اور کروں گا بھی تو کیا فائدہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کبھی راضی نہ ہوں گے۔

میری رائے تو یہی ہے کہ اس معاملہ کو آگے نہ بڑھنے دو اور اپنے چچا کو سمجھا دو، میرزا صاحب کا تباہ کر دینا مشکل نہیں، لیکن شاید یہ کوئی قابلِ عزت کارنامہ ان کا نہ ہوگا۔

"مبارک، مبارک" —— تو میں زبان سے لاکھ بار کہہ دوں، لیکن دل کو کیا کروں کہ وہ زبان کا ہم نوا نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ آپ بیٹے کی شادی کر رہے ہیں یا اس کی دستار بندی کا جلسہ ہے کہ سوائے مولویوں اور واعظوں کے کسی دوسرے کو شرکت کی اجازت ہی نہیں۔ تم کہو گے کہ اجازت کیوں نہیں۔ شہر میں کون ہے جو مدعو نہیں کیا گیا،

ہاں، ہاں صاحب فہرست میں نے بھی دیکھی ہے، تقریب کا پروگرام میری نگاہ سے بھی گزر چکا ہے۔ لیکن مجھے تو اس میں نہ پٹنہ کی زہرہ جان کا نام کسی جگہ نظر آیا نہ کلکتہ کی گوہر جان کا، نہ کہیں آتش بازی کا ذکر ہے نہ طبل و شہنائی کا۔

یہ آپ کے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے یا کراما کاتبین کی کہ مبادا اُدھر کسی گناہ کا نام آیا اور وہ شادی کے جلسے سے اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ——

بنئیے یہ مولوی لوگ جو شادی کی تقریبوں میں ناچ گانے کی مخالفت کرتے ہیں، اس سے مدعا درستی اخلاق نہیں، بلکہ صرف یہ کہ مدرسہ و مسجد کے نام سے ان کو لذت کام و دہن کا سامان میسر آجائے گا، پھر میں یہ نہیں کہتا کہ مولویوں کو نہ دو۔ ضرور دو لیکن یہ سمجھ لو کہ جس طرح مولانا سعید الدین صاحب کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے، اسی طرح شہر کی جانوں کو بھی ہے، یعنی اگر مسجد میں اذان دینے کے لیے ان کی ضرورت ہے تو روح کی خشکی دور کرنے

کے لیے یہ بھی کم ضروری نہیں -- بہر حال میں تو شریک ہوتا نہیں کیونکہ ہمیں گھر میں کیا کم ویرانی ہے کہ وہاں شادی میں شرکت کروں۔

۱۲۶

مہربان بندہ --- آپ نے ایک ایسے مسئلے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے کہ اس کی موافقت و مخالفت دونوں میں لوگوں کے پاس کافی دلائل ہیں --- میں خود کوئی رائے اس وقت تک اس لیے قائم نہیں کر سکا کہ یہ خوش نصیبی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔ ایک بیوی کے مرجانے کے بعد دوسری شادی کرنا ظاہر ہے کوئی شرعی گناہ تو ہے نہیں، لیکن اخلاقی ومعاشرتی معصیت ضرور ہے، اگر کسی کے حالات اسکے مقتضی نہیں۔ وہ لوگ جو فطرتاً اہلی زندگی کے اہل نہیں ہیں یعنی جو حقوق زناشوئی کیطرف سے بے پروا ہیں ان کا تو خیر سوال ہی نہیں لیکن آپ ایسے لوگوں کے لیے جو زندگی صرف اپنے لیے بسر نہیں کرتے، یقیناً یہ مسئلہ غور طلب ہے۔

اگر آپ کی بیوی کوئی اولاد نہ چھوڑ جاتیں تو بھی کوئی جھگڑے کی بات نہ تھی، لیکن جب کہ ایک چھوڑ ماشاءاللہ تین تین اولادیں آپ کی موجود ہیں، عقد ثانی کے مسئلے پر ایسی آسانی سے رائے زنی نہیں ہو سکتی۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ محض بچوں ہی کی وجہ سے دوسری شادی ضروری ہو جاتی ہے اور کبھی انہیں کی وجہ سے عقد ثانی حرام ہو جاتا ہے مجھے جہاں تک معلوم ہے آپ کی بڑی بچی اچھی طرح گھر سنبھال سکتی ہے، اسلیے انتظام

خانہ داری کا سوال تو فی الحال پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس کی شادی ہو گی تو اس وقت تک آپ کی بہو گھر میں آجائے گی اور دوسری بچی اس بار کو اٹھانے کے قابل بن جائے گی۔ اس لیے اب سوال صرف آپ کی ذات کا رہ جاتا ہے سو مجھے معلوم ہے کہ اس باب میں آپ ہمیشہ بہت محتاط رہے ہیں اور یہ جذبہ کبھی آپ پر غالب نہیں ہوا،

عمر طبیعی تک پہنچنے کے لیے زیادہ زمانہ درکار نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سال، پھر آپ کیوں الجھنوں میں گرفتار ہوں اور علایق بڑھا کر اپنے سکون کو ضایع کریں — لیکن اگر کسی خاص سبب کی بنا پر مجبور ہی ہو جائیں تو پھر کوئی سن رسیدہ بیوہ تلاش کیجیے جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔

---

۱۲۷

ادھر آؤ، تمہارا منھ چوم لوں، واللہ کیا خبر سنائی ہے۔ دل خوش ہو گیا کیا کروں بے بال و پر ہوں ورنہ خود وہاں پہنچتا، اور اتنی زور سے بھینچتا کہ تمہارا دم نکل جاتا یا میرا، خدا کے لیے مفصل سناؤ کہ یہ سب کچھ ہوا کیونکر، یہ محال کو ممکن بنانے والا وہی کون تھا، ذرا میں بھی تو اس کا نام سنوں، معاذاللہ جس وقت گزشتہ زمانے کا خیال آجاتا ہے تو کلیجہ منھ کو آجاتا ہے، کس بلا کا کرب تھا، کس قیامت کی تکلیف تھی اور واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی امید کامیابی کی نہ تھی اور ڈرتا تھا کہ خدا جانے کس دن کیا خبر سننے میں آئے بارے شکر ہے کہ وہ دور ختم ہو گیا اور تمہاری تحریر پڑھ کر

جان میں جان آئی۔
ہائے کتنا جی چاہتا ہے کہ صبحِ ہجراں میں دم توڑنے والوں کو شام وصال کی زندگی کا مژدہ خود آکر سناؤں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وصل و فراق کی بیتابیوں میں کیا فرق ہوتا ہے، لیکن کیا کروں سخت مجبور ہوں، بہر حال ان کے پاس جاؤ میری طرف سے ایک کے لب اور دوسرے کی پیشانی چوم کر یہ خط دکھا دو--- پھر جو کچھ وہ کہیں۔ کہیں گے کیا، صرف مسکرا دیں گے۔ مجھے لکھنا نہیں، بلکہ خود کبھی آکر سنا دینا

―――۱۲۸―――

کیسا کلیات، کہاں کا مجموعۂ نظم؟ کچھ پاگل ہو گئے ہو --- تمہارے حسن ظن کی تسکین کے پیچھے میں ملک میں رسوا ہو جاؤں، یہ کہاں کی دانشمندی ہے، اول تو میرے پاس مجموعہ موجود نہیں اور اگر کوشش کر کے متفرق نظمیں یکجا کر لی جائیں تو بھی ان کی اشاعت کی کیا ضرورت ہے ---

میں جب شاعر تھا تو بدقسمتی سے بُرے بھلے کی تمیز نہ تھی، اب جو سلیقہ آیا تو دنیا کی شاعری نگاہوں سے گر گئی، خود میرا کیا ذکر ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اول اول میں نے بہت جھک مارا اور دنیا نے اس کی داد بھی کافی دی لیکن یاد رکھو حقیقی شاعر میں کبھی نہیں تھا، ذوق شعر و سخن ضرور رکھتا تھا، سو اس میں بیشک غیر معمولی ترقی محسوس کرتا ہوں، یہاں تک کہ اب صرف نقاد ہو کر رہ گیا ہوں اور اپنی گرہ

میں کچھ ہو یا نہ ہو، لیکن نقد سخن کے زر عیار کو فوراً پہچان لیتا ہوں تمہیں یاد ہے وہ زمانہ جب صرف فارسی کی غزلیں لکھنے کا دورہ مجھ پر پڑا تھا، اس وقت تو میں نے ظاہر نہیں کیا تھا، لیکن اب کہتا ہوں کہ فارسی کی طرف میں نے صرف اسی لیے توجہ کی تھی کہ اپنی اردو شاعری کی طرف سے میں مطمئن نہ تھا، مگر خیر وہ دور بھی ختم ہو گیا، اور اب شاعری کے لحاظ سے میں اسی منزل میں ہوں جسکا ذکر میر نے ان الفاظ میں کیا ہے

القصہ نہ در پئے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

میرے مرنیکے بعد تمہیں اختیار ہے، اپنی زندگی میں کبھی اسکی اجازت نہ دونگا

—— ۱۲۹ ——

کرم فرمائے بندہ!

گرامی نامہ جس کو پند نامۂ فریدالدین عطار کہنا زیادہ موزوں ہے ملا آپ نے جس محبت و خلوص کے ساتھ مجھے امر خاص سے باز رکھنے کا مشورہ دیا ہے، اس کا شکریہ نہ ادا کرنا ظلم ہے لیکن معاف فرمائیے، آپکا یہ خیال کہ تنہا میں اس کا ذمہ دار ہوں، درست نہیں،

در خراباتم نہ بدمستی خراب

بادہ پنداری کہ تنہا می زنم

میں تو اس کوچے میں اس وقت تک قدم نہیں رکھتا جب تک مولانا اور ان کے برادر زادۂ ارجمند میرے بیٹے خسرو ایاس کا کام

نہ دیں، پھر یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں، ان سے باز پرس کیجیے۔ انسے دریافت فرمائیے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

حضرت یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کس خیال میں ہیں۔ یہ سوئے ظن اور میرے متعلق! آہ،

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

آپ کو معلوم نہیں کہ جس طرح ہر صدی میں ایک مجددؔ پیدا ہوا کرتا ہے اسی طرح ہر سو سال کے بعد ایک رند پیدا ہوتا ہے، سو مجدد کا حال تو آپ کو معلوم ہوگا، اور ممکن ہے کہ آپ ہی ہوں، لیکن اس صدی کے رند کی بابت مجھ سے پوچھیے کہ کون ہے؟ ہر چند خودستائی ہوگی لیکن آپ اصرار کریں گے تو صاف صاف کہنا ہی پڑے گا

پھر آپ ہی غور فرمائیے کہ آپ کا یہ تمام "دفتر تدبیر و مصلحت" کیا کام دیسکتا ہے اور آپ کی مجددانہ ترشیاں اس نشہ کو کیا اتار سکتی ہیں، جہاں اگر کبھی ترک معصیت کا خیال بھی ذہن میں آگیا تو اسکا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہو

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

نمازیں پڑھتے رہیے اور فرشتے بنے رہیے، ہم لوگوں کو چھیڑنے سے فائدہ کہ اگر آزادی سے ایک سانس بھی آپکے سامنے لی تو بادۂ دوشینہ کی

ہوئے آپکو بھاگنے کی راہ نہ ملے گی ہم لوگ رند ہیں رند! سنا آپ نے؟

۱۳۰

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں وہاں سے واپس آیا، تم سے میں نے پہلے ہی دیا تھا کہ مجھے وہاں بھیجتے تو ہو، لیکن اگر میں وہاں ہلاک ہو گیا تو کیا دوگے تم نے کہا تھا "نہیں اس کا ذمہ دار میں ہوں" سو آؤ اب اپنی ذمہ داری پورا کرو کیونکہ جس بات کا اندیشہ تھا وہ ہو کر رہی یعنی انہوں نے مجھے خوب تباہ کیا۔
مجھ میں ہمت کہاں کہ زبان ہلاؤں خدا کیلئے تمیں میری طرف سے شکریہ ادا کر دو اور لکھ دو کہ جب تک زندہ ہوں کبھی اس طرف کا رخ بھی نہ کرونگا ——— یہ جانتے ہوئے کہ میں اس باب میں کس قدر خود سر و آزاد ہوں، نے ان لوگوں میں بھیج دیا جو میری سانس کو بھی آزاد نہیں دیکھ سکتے۔
ان نوازی اور خاطر مدارات کی بھی ایک حد ہوتی ہے نہ یہ کہ انسان کو اپنے آپ سے شرم آنے لگے، اچھا کیا تم نے جلد واپس بلا لیا ورنہ میں تو م کر چکا تھا کہ اس ہفتہ سنکھیا کھا کر جان دے دوں گا اور وصیت کر جاؤنگا بر دار جو کسی نے میری لاش کو ہاتھ لگایا، سڑک پہ ڈال کر سگان بازاری سپرد کر دی جائے، کیونکہ ان سے انتقام کی صورت اگر کوئی تھی تو صرف حقیقت یہ ہے کہ عجیب لوگ ہیں اور تم ان سے زیادہ عجیب ہو کہ جانتے مجھے آگاہ نہ کیا، ورنہ یہاں سے بیزار ہو کر جاتا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم تیا گرہ" تو کر سکتا۔

——— ۱۳۱ ———

اسمے،

یہ کون رقیب تھا جو کل صبح تمہاری محفل میں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا

وہی۔ گورے گورے خوبصورت سے نوجوان، آنکھوں میں سرمہ اور منھ میں

پان، تم نے تعارف کرایا نہیں، میں نے تو جسارت کی نہیں، یہ وہی صاحب

تو نہیں ہیں جن کا ذکر تم نے جمیل میاں سے کیا تھا، کہ نہایت اچھے شاعر،

بڑے ماہر طبیب اور زبردست اہلِ دل صوفی ہیں، گاتے بھی خوب ہیں، اور

محفل میں حال بھی نہایت دلچسپ لاتے ہیں۔

یہ تم نے کیا غضب کیا کہ مجھ سے ملوایا تک نہیں، میں ایسے سوانگ

بھرنے والوں کا لاکھ مخالف سہی۔ لیکن تمہارے مہمان ہیں شعر سنکر داد دیتا،

نبض دکھا کر نسخہ تجویز کراتا، سامنے بیٹھ کر توجہ لیتا، گانا سنتا، محفل میں انکے ساتھ

رقص کرتا اور بار بار کہ وہ جو شروع سے آخر تک کسی ایک بات میں بھی تصنع ہوتا

صورت تو مجھے بھی اچھی معلوم ہوئی، سیرت کا حال ابھی تک معلوم نہیں

اگر کوئی حرج نہ ہو اور تمہارے مصالح اجازت دیں تو کل شام کو انہیں زحمتِ

پر تکلیف دوں اور قوالی کا انتظام کر دوں، کھانا بھی یہیں کھائینگے، جن لوگوں کو

بلانا مناسب ہو، اُن کی فہرست تمہیں مرتب کردو تو اچھا ہے۔

——— ۱۳۲ ———

صدیقی العزیز! کل شام کو محبت نامہ ملا، مگر اس حال میں کہ پندرہ منٹ

صاحب فراش ہوں، اور کروٹ بھی دوسرے کے سہارے سے لیتا ہوں۔
افسوس ہے کہ میں اس وقت کسی خدمت کے قابل نہیں، آپ اگر دعا کے قائل ہیں، تو اسے کر دیکھیے، دوا کی طرف سے تو میں مایوس ہو چکا ہوں

ایک عجیب قسم کا درد جو الٹی قلب سے اٹھ کر تمام رگ، و پے میں دوڑ جاتا ہے اور کام کاج کے لیے بالکل بیکار کر جاتا ہے، اطباء کا خیال ہے وجع القلب ہے ڈاکٹر اس کو ریاحی درد بتاتے ہیں، بہرحال یہ تو ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں، اصل چیز کیا ہے، اس کی خبر کسی کو نہیں — کل سے خود اپنا علاج شروع کروں گا وہی ہومیوپیتھی جس کے آپ مخالف ہیں، اور یہی حد درجہ موافق، علامات کے لحاظ سے میں نے RAUS TOX تجویز کیا ہے، اور امید ہے کہ اس سے فائدہ ہو — آپ بھی یاد رکھیے شاید کبھی کام آئے۔

یہ خط میں ایک اور صاحب سے لکھوا رہا ہوں کیونکہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔

۱۳۳

آہ! تمہارا جانا بھی — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے۔
پورے تیس دن اس توقع میں گزر گئے کہ کیا آج کے بعد کل نہ آئے گی اور جب کل آج ہو گئی تو پھر وہی تم تھے میری ایک نہ سننے والے اور وہی میں تھا تمہاری ضد پر کچھ نہ کہہ سکنے والا۔ میں نے کہا ایک ہی بار جی لگا کر میری

کہانی سن کر تم نے ہنس کر ٹال دیا، میں نے تمنا کی کہ میری نہیں سنتے تو تمہیں کہہ دو تمہارے جی میں کیا ہے، یہ بھی بہتر پسند نہ آیا، آخر کار اسی راز و نیاز میں یہ فرصت ختم ہو گئی اور میرے کسی ایک دکھ کا بھی علاج تم سے نہ ہو سکا۔

کیسی کیسی چاندنی راتیں آئیں اور ختم ہو گئیں، کیسی کیسی متوالی گھٹائیں آئیں اور گزر گئیں لیکن ایک دن بھی کھل کھیلنے کا بہانہ تم نے ہاتھ نہ آنے دیا، میری ناصبوری کی شکایت کرتے ہو۔ لیکن اپنی بے حسی کا احساس نہیں، میں تنگ ظرف سہی لیکن تمہیں کب دوستی و مروت کا پاس ہے۔

بہر حال تم مجھے تشنہ و مہجور چھوڑ کر جانے پر نادم ہو یا نہ ہو، مگر یہ سمجھ رکھو کہ

مے باقی و ماہتاب باقی ست

بادہ بہ تو صد حساب باقی ست

پھر لو تو کہ یہ مطالبہ کب ادا ہوگا، یہ حساب فہمی کس وقت ہو گی، کہہ دو کبھی نہیں" یہ بھی برحق اور قیامت بھی برحق

———— ۱۳۷ ————

دیکھیے آخر کار آپ مانے نہیں، اور مجھے پھر ستایا، میں آپ سے کہہ چکا ہوں شرعی حلف کے ساتھ کہہ چکا ہوں کہ مجھے ان کے ہاتھ سے آب حیات پینا بھی گوارا نہیں۔ لیکن آپ کا اصرار یہی ہے کہ میں زہر بھی پی لوں —— اچھا مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط میری بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ خود آیئے اور مجھے وہاں لے چلیے، آپ پوچھیں گے اس کی کیا ضرورت ہے، میں کہوں گا کہ جب

آپ ہی جنازہ میں کاندھا دینے کے لیے پاس نہ ہوئے تو مرنے کا کیا لطف ہو آپ نہیں گئے کہ یہ کیا؟ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں جانا واقعی موت ہے میرے اخلاق کی میری اردو کی، میری انسانیت کی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس منظر کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ فطرت کے خلاف کسی کو مجبور کرنا قتل انسان سے زیادہ سنگین جرم ہے جس کی سزا اگر قانون سے نہیں تو ضمیر کی طرف سے ملنا ضروری ہے۔

باور کیجیے مجھے ان سے کوئی بغض و عناد نہیں، اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ میں اپنی بے کسی و بے چارگی اور ان کی عظمت و شوکت سے پوری طرح واقف ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے سایۂ دیوار میں پناہ لینے کو جی نہیں چاہتا۔

یوں اگر کوئی خدمت مجھ سے ان کی ہو سکتی ہے تو اسکو انجام دینا میرے لیے سعادت ہے، لیکن وہاں جاکرانہ حاضری دینا اور پھر یہ سُننا کہ اسوقت فرصت نہیں ہے، میرے بس کی بات نہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ غلط ہے، انہیں خبر ہی نہیں ہوئی، درانحالیکہ سب کچھ میرے خود کانوں نے سُنا، نہ آپ کو جھوٹا کہہ سکتا ہوں، نہ انہیں اسلیے خود اپنی ہی سماعت پر الزام دے کر خاموش ہو جانا چاہتا ہوں، مگر آپ اسپر بھی راضی نہیں، پھر کیا مطلب یہ ہے کہ میں اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں؟ کالا منہ کر کے کسی طرف نکل جاؤں ـــــ لاحول ولا قوۃ ـــــ

معلوم نہیں آپ لوگوں کو اس چھیڑ چھاڑ میں کیا مزہ ملتا ہے۔
براہِ کرم آئندہ اس باب میں مجھے کچھ نہ لکھیے ورنہ میں اس سے زیادہ
بداخلاقی کا مجرم ہوں گا اور آپ سے قطع تعلق کرلوں گا۔

——— ۱۳۵ ———

صدیقی!

آپ ملامت کرتے ہیں کہ میں کیوں مسوری سے چلا آیا۔ میں پوچھتا
ہوں کہ آپ نے وہاں کا ذکر چھیڑ کر کیوں مجھے بڑھاوا دیا، سنیے، ٹھیک
دوپہر کو میں دفتر میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہوں کہ راج پورہ سے ٹیلیفون
آتا ہے۔ "ہم یہاں پہنچ گئے ہیں، لنچ کے بعد روانہ ہوں گے ——— یہ وہ خبر
تھی جس کے سننے کا میں ازل سے منتظر تھا ——— ۴ بجے کا وقت ہے گھرا
ابر محیط ہے۔ پہاڑ کی خنک ہوائیں جسم میں سردی لیکن دل و دماغ میں
شراب کی سی گرمی پیدا کر رہی ہیں کہ دفعتہً بنگلہ سے باہر (مڈاسٹریم، میں میرا
قیام تھا) چہل پہل سی معلوم ہوتی ہے اور میں باہر نکلتا ہوں ———
معلوم نہیں غالب کا "نگارِ آتشیں رخ سر کھلا" کیا تھا لیکن یہاں تو وہ ایک
سمٹی ہوئی روشنی تھی پیکرِ انسانی میں، ایک قید کی ہوئی بجلی تھی عالمِ
آب و گل میں۔ آنکھیں یکسر سحرِ بابل۔ لب "ہمہ خونِ صد میخانہ" اور اب یہ
نہ پوچھیے کہ سن کیا تھا بس یوں سمجھیے کہ جوانی کانٹے پر تل رہی تھی
میں اگر یہ کہوں کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو آپ اسے شاعرانہ مبالغہ تصور

کریں گے لیکن اگر حواس کا تعطل، اعصاب کا استرخاء، جسم کی لرزش اور دل و دماغ کا عدم توازن بھی بے ہوشی کا مفہوم رکھ سکتا ہے تو یاد رکھیے کہ اس وقت مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی بے ہوش نہ تھا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ خاندان ہے جس میں شرفاء فرانس اور دہلی کی خواتین تیموریہ کا خون ایک جگہ آکر ملتا ہے۔ گویا ان دونوں جگہ کے بیکانوں سے ملا کر ایک نئی قسم کا ایسا تیر بنایا گیا ہے جس سے نہ مشرق میں پناہ مل سکتی ہے نہ مغرب میں ــ پھر انصاف کیجیے کہ جس شخص کو ایک دن نہیں مسلسل، چار مہینے اس شعلۂ جوالہ، اس برق بے پناہ کی معیت حاصل ہو رہی ہو، وہ کیوں کر اس سے جدا ہو کر زندگی بسر کر سکتا تھا۔

## ۱۳٦

آہ! خورشید خرامیدہ فروغے بہ نظر ماند

آپ اس کو ترک ملازمت یا جگہ چھوڑ کر چلا آنا کہتے ہیں، حالانکہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جانا ہے، آپ عقل و مصلحت کی دنیا کا ذکر کر رہا ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ ان سب منزلوں سے گزر کر۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

انتہائی مجبوری و بے کسی میں آپ "اللہ بس باقی ہوس" کہہ کر خاموش ہو جایا کریں، یہاں تو اب بھی لب پر دعوائے "انا الشرق" ہے اور دل میں

وہی آفتاب جلوہ گر!

ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجیے۔ مرتبے و آداب کا لحاظ رکھ کر گفتگو کرنا سیکھیے

آپ کو معلوم نہیں کہ ہم عاشق ہیں، عاشق!

مشعلِ خورشید بجھ جائے جو نالہ سر کریں

—————— ۱۳۷ ——————

عزیزی! کیا مکتوبِ محبت کے زبانی شکریہ ادا کرنے کا بھی اہل نہیں ہوں

سچ ہے جہاں "جاں سپاری" کی ضرورت ہو، وہاں صرف جنبشِ لب کیا کام

آسکتی ہے مگر آپ اسے اعتراف بے کسی سمجھ کر کیوں نہ قبول کریں — لوگ

اس حالت میں

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

کا نعرہ لگانے لگتے ہیں، میں اگر ایک "بیچارانہ شکریہ" پر قناعت کروں تو

کیوں موردِ الزام قرار پاؤں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا خلوص بے پناہ ہے، جہاں اعترافِ شکست

کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

برسات کا ذکر مجھ سے نہ کیجیے۔ جس طرح اسکا پہلا دن بنجری میں طلوع

ہوا ہے اسی طرح آخری دن بھی ختم ہو جائے گا۔

اے وادلِ من! اصدوا، دلِ من

مجھے سوچنے دیجیے کہ آپ کو میرے سفرِ حیدرآباد کا علم کیونکر ہو گیا، کیونکہ اگر

خدانخواستہ میں آپ کو دلی سمجھنے لگا تو قیامت ہی ہو جائیگی۔ ہاں "اعتبار قلب" کی بات آپ نے خوب کہی۔ اچھا تو یہ بتایئے کہ میں آپکو کیا دکھانا چاہتا ہوں۔
باب الاستفسار و باب المراسلہ میں ایسی تحریروں سے اعتنا ضروری ہے جب تک مدعا کی تکرار بار بار نہ ہو، لوگوں کے ذہن نشین ہونا دشوار ہے آپکو میرا مشن معلوم ہی ہے — دیوانہ ہوں دیوانہ — بکنے دیجیے جو بک رہا ہوں، شاید کبھی کوئی کام کی بات زبان سے نکل جائے
خوش رہیے کہ آپکا وجود میرے لیے خدا جانے کیوں باعث تسکین ہے

——————— ۱۳۸ ———————

محترم!
آپ کی علالت کا حال تو مجھے معلوم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ خبر نہ تھی کہ حالت اس قدر نازک ہے۔ بارے شکر ہے کہ خطرہ جاتا رہا، نقاہت کا کیا ہے، جاتی رہے گی، اور یوں بھی آپ پہلے کون بڑے سام و نریمان تھے کہ اب ضعف و ناتوانی کی شکایت ہو
ہر چند آپ اُن ہستیوں میں سے ہیں جن کو قدرت زیادہ مہلت دنیا میں نہیں دیتی لیکن معلوم نہیں کیوں مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ ابھی بہت جئیں گے اس لیے نہیں کہ آپ کے سر بہت سے بندگان خدا کا بار ہے، بلکہ شاید اسلیے کہ آپکا زندہ رہنا ہی خدا کی قدرت کا بڑا ثبوت ہے۔
وہ شخص جو مسلسل ہفتوں کا فاقہ کرے، دو دو دن پانی نہ پیے

شراب کا کیا ذکر ہے اچار چار وقت حجرہ بند کیے پڑا ہے۔ مہینوں منھ سے بات بات نہ کرے۔ اسکی زندگی ہی کیا ہے جسے موت آئے گی، اور آئی بھی تو کیا لے جائے گی۔

خدا کے لیے چند دن کے لیے یہاں آجائیے، یہ میرا ذمہ ہے کہ تبدیل آب و ہوا سے نہ آپ کے جسم میں ایک انچ کا اضافہ ہوگا اور نہ آپکے وزن میں ایک تولہ کی بیشی۔ — البتہ الجھنوں سے دور رہ کر ممکن ہے آپ کے دل و دماغ میں کیفیت نشاط پیدا ہو جائے۔ مگر

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس سے قبل بارہا لکھ چکا تو کیا نتیجہ نکلا؟ اور اب لکھ رہا ہوں تو کیا ہوگا؟ عہد کر چکا تھا کہ آیندہ آپ سے مراسلت یک قلم موقوف کر دوں گا

مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

میں یونہی جھک مارتا رہوں گا اور آپ اسی طرح کبھی خاموش رہکر اور کبھی صرف ہنس کر ٹالتے رہیں گے۔

—— ۱۳۹ ——

نیاز نوازا!

اس محبت و دلبری کا شکریہ — میری غریب الوطنی پر آپکو رحم آتا ہے مگر یہاں بے حسی کہیے یا استغنا یہ عالم ہے کہ۔

بحسرت غنچہ ام یعنی بہ دل تنگی وطن دارم

آپ کے جذبات کا احترام مجھ پر فرض ہے ورنہ میں تو یہی درخواست کرتا کہ آپ مجھے بھلا دیجیے کیونکہ اب جس منزل سے گزر رہا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ

تا بہ خاطر ہا فراموشی ست، در یادیم ما

۱۴۰

آپ پوچھتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ معلوم نہیں میری زندگی کے کس پہلو کو سامنے رکھ کر آپ نے یہ سوال کیا ہے،

اگر مقصود میری لٹریری زندگی ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

ساختہ ام خامہ زبانِ پری

اگر مدعا میرے جمالیاتی ذوق کو معلوم کرنا ہے تو یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہ ہوگا کہ

غمازہ ہم بر رخ خورشید و ماہ

اور اگر مراد یہ ہے کہ میرے تاثرات کا صحیح علم آپکو حاصل ہو تو مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ

آتشِ بے دود فروزندہ ام

کُنہ حقیقت کے ذکر سے قصداً احتراز کرتا ہوں کیونکہ آج نہیں تو کل ساری دنیا کے ساتھ آپ خود میرے "نیاز آخرالزماں" ہونے پر ایمان لے آئیں گے۔

۱۴۱

خدا جانے وہ کون تھا جس نے یہ رسم ڈالی کہ کسی کو خط لکھو تو ابتدا القاب و آداب سے کرو، تمہیں بتاؤ کہ تم کو کیا لکھوں؟ مجھ سے بڑے ہوتے تو قبلہ و کعبہ لکھ دیتا، چھوٹے ہوتے تو عزیز با تمیز لکھ دیتا — برابر کے دوست ہو اور

اس وقت کے جب ہماری اور تمہاری روحوں کے علاوہ اور سب نے "قالو بلیٰ" کہا تھا، پھر اگر میں نے کبھی اپنے آپ کو مخاطب کرنے کے لیے کوئی لفظ استعمال کیا ہو تو تمہارے لیے بھی استعمال کروں، خیر یہ ساری تمہید اس لیے ہے کہ آیندہ سے نہ تم میرے "مکرم و محترم" ہو اور نہ میں تمہارا "مطاع و معظم" نہ تم کچھ نہ میں کچھ

اچھا اب خط شروع ہوتا ہے اور براہ راست ڈانٹ سے یعنی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو کسی احمق نے مشورہ دیا کہ نگار ان کو دکھاؤ اور اپنے ساتھ مجھے بھی گالیاں سنواؤ، غالب عرصہ ہوا محاکمہ کر چکا ہے کہ

مے بہ زہاد مکن عرض کہ ایں جوہر ناب
پیش ایں قوم بہ شوراِبۂ زمزم نہ رسد

مگر تم کو ہنوز اس قوم پر اعتبار باقی ہے

بہر حال وہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، لیکن اب مجھے ذرا تفصیل سے لکھو کہ نگار کے مطالعہ کے بعد ان کی پیشانی پر کتنی شکنیں پیدا ہوئیں؟ کس قسم کی گالیاں صرف فرمائیں اور کف آلود ہونٹوں نے ریش مبارک کو کتنا تر کیا؟

اللہ! اللہ! یہ بھی کیا لوگ ہیں، صرف احمق ہوتے تو خیر "اہل جنت" میں شمار ہو جاتا، لیکن خبثِ باطن کا کیا علاج جو یہاں بھی انہیں "آتش زیر پا" رکھتا ہے اور وہاں بھی "آتش در شکم" بنائے بغیر نہ رہے گا، اگر واقعی دوزخ کوئی چیز ہے اور "اکل حرام" قابل تعزیر۔ میری طرف سے مولانا کی مزاج پرسی کرلو، اور پوچھ لو کہ اگر در توبہ ابھی بند نہ ہوا ہو تو حاضر ہوں،

—— ۱۴۲ ——

بندہ نواز

مکرمت نامہ کا شکریہ ادا کروں تو کس زبان سے، نہ ادا کروں تو کس دل سے؟ ہر چند آپ کو نہ اس کی ضرورت نہ اس کی پروا، لیکن میں اتنا بھی مجبور نہیں کہ مجبوری کا اظہار نہ کر سکوں،

من چہ در پائے تو ریزم کہ سزائے تو بود
سر نہ چیزے ست کہ شائستہ پائے تو بود

دنیا میں لطف و کرم نئی چیز نہیں، رافت و محبت گوگردِ احمر نہیں، اُلفت و ہمدردی پر عنقا نہیں، لیکن ایک چیز اور ہے جسے "ادا" کہتے ہیں، پھر بتایئے کہ ایسے لوگ جو احسان کر کے خود زیر بار احسان ہو جائیں کہاں ہیں؟ یہ تو خیر ازراہ رسم کہیے یا بر بنائے "جذبہ شوق" لکھنے کو لکھ گیا، مگر اب یہ بتایئے کہ میں کیا کروں؟

بہ سرم نہ آزادی سایہ را گر اینہاست

اور پھر "پر کاہ" پر "کوہ شکنی" سے بھی باز نہیں آتے، یہ کیا تماشہ ہے؟ اگر سوال ردو قبول کا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن جب زہر پی لینے کو سوا کوئی چارہ نہ ہو تو کیا مجھے یہ پوچھنے کا بھی حق حاصل نہیں کہ

در کشتنِ من این ہمہ بے باک چرائی

ڈر رہا ہوں کہ اس کے جواب میں آپ کوئی اور تیر نہ صرف کر دیں۔

—— ۱۴۳ ——

اے صاحبِ مکارمِ اخلاق کرد گار

یہ غالباً چوتھا عریضہ ہے جو خدمتِ گرامی میں پیش کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو پچھلے خطوں کا ہوا،

ہر چہ از گریہ فشاندیم بہ نشمردن ریخت
ہر چہ از نالہ رسانیدیم بہ نشنودن رفت

لیکن تسکین ہے تو صرف اس خیال سے کہ یہ عریضہ جواب کی توقع سے نہیں بلکہ اعلانِ "قطعِ امید" کے طور پر لکھ رہا ہوں اور آپ کی اس طویل خاموشی یا مسلسل بے اعتنائی کا جواب میری جانب سے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا

عمر شد در از باد فراموش کارِ من

—— ۱۴۴ ——

بسوز غالبِ آزردہ را و باک مدار
بشرطِ آنکہ تواں گفت نا مسلمانش

جتنا چاہو ظلم کرو، جس قدر جی میں آئے ستالو، لیکن خدا کے لیے یہ تو نہ کہو کہ میں اس کا سزاوار تھا، یقیناً تم معشوق ہو، محبوب ہو، لیکن کیا یہ کاروبار بغیر دشنہ و خنجر کے چلتا ہی نہیں،

نظر بد دور، میں تمہیں ٹوکتا نہیں، کیونکہ شہر میں تمہیں ایک قاتل رہ گئے ہو بلکہ یونہی بر سبیلِ تذکرہ سرسری طور پر رواروی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا

واقعی تمہاری نیت خراب ہے؟

ایک لطیفہ سنو! ایک بار شہنشاہ اکبر محل کے زینہ پر چڑھ رہا تھا اور بیربل بھی پیچھے پیچھے آ رہا تھا، اکبر نے جو اس وقت کسی قدر مغموم تھا پلٹ کر بیربل سے کہا کہ اگر اوپر کو مجھے تک پہنچتے پہنچتے تم مجھے نہ ہنسا سکے تو قتل کر ڈالوں گا، بیربل نے اپنے لطائف و ظرائف شروع کیے اور اکبر آہستہ آہستہ زینے طے کرنے لگا، لیکن کسی بات پر اس کو ہنسی نہ آئی، آخر جب صرف ایک زینہ رہ گیا اور اکبر کو کسی طرح ہنسی نہ آئی تو بیربل نے گھبرا کر نہایت بھیانک آواز میں اکبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ "ادھماوں سے نیچے گیا سچ مچ تو مجھے آج ہی مار ڈالے گا" اکبر یہ سن کر ہنس پڑا اور بیربل کی جان بچ گئی۔

تو اس طرح میں بھی تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی تم مجھے ہلاک ہی کر ڈالو گے اور میری ایک نہ سنو گے، اس کے جواب میں اکبر کی طرح تم نہ ہنس پڑنا، کیونکہ اکی ہنسی سے تو خیر بیربل کی جان بچ گئی تھی لیکن یہاں تو خاتمہ ہی ہو جائے گا۔

ہاں ہاں کہو میں تم کو بتاتا ہوں، مگر میں کبھی نہ کہوں گا کہ تم نے ظلم کر کے میرا کیا بگاڑ لیا، یاد رکھو ایک ایک منٹ کی خبر مجھے پہنچتی ہے، تمہاری محفل میں میرا گزر نہیں، لیکن تمہاری جلوت و خلوت دونوں کا حال مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہے۔ رقیبوں ہی میں سے ایک کو راز دار بنا رکھا ہے۔ تم بغیر پوچھے "ابن" کا نام لے دو گے، اچھا ہے جتنی سزا بھی اس کو ملے کم ہے، کمبخت یہاں سے گیا تو ملا تک نہیں۔

—— ۱۴۵ ——

یہ جو تمام دنیا میں ۳۰ سال تک خستہ و خوار پھرنے کے بعد آپ کو گھر بسانے کا سودا ہوا ہے، سو کیوں اگر "شایانِ دست و بازوِ قاتل نہیں رہے" تو پھر قاتل کی جستجو کیوں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر اس وقت تک جو کرتے رہے ہو وہی اب بھی کرو، دم کیوں توڑے دیتے ہو، ہاتھ پاؤں کیوں ڈھیلے ہوئے جا رہے ہیں؟

آپ نے جو شرائط شادی پیش کیے ہیں وہ اس سے زیادہ عجیب و غریب ہیں یعنی آپ کو ایک ایسی عورت چاہیے جو حسن میں کوہ قاف کی پری ہو اور دولت میں راکفلر یا فورڈ کی بیٹی ــــ خیال اچھا ہے کیونکہ تم بھی تو اپنی بدصورتی اور مفلسی میں جواب نہیں رکھتے، ہوش میں آؤ کیوں دماغ خراب ہوا ہے اول تو ایسی عورت ملنا محال ہے اور اگر مل بھی گئی تو وہ مجھے چھوڑ کر تمہارے پاس کیوں جانے لگی، یاد رکھو بدصورت مرد کے لیے حسین بیوی سے زیادہ دنیا میں کوئی عذاب نہیں، اگر اس کو تم سے محبت نہ ہوئی (اور محبت ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو اس عذاب میں مبتلا رہو گے کہ خدا جانے کب تمہیں چھوڑ بیٹھے اور اگر محبت ہو گئی تو ہمیشہ اسکے غلام بنے رہو گے، کیونکہ یہی ایک صورت تمہارے لیے اعترافِ محبت کی ہو سکتی ہے۔

اگر آزادی ایسی ہی ناگوار ہے تو کوئی عورت معمولی شکل و صورت کی ڈھونڈھو، جو تمہاری قدر کرے اور تمہارے آئینہ میں اپنا بھی منھ دیکھ سکے

جھونپڑے میں رہنا اور محلوں کا خواب دیکھنا سراسر حماقت ہے۔

—— ۱۴۶ ——

مطاعی الاجل

آپ نے اچھا کیا کہ عزیز سلمہ کو سب سے پہلے فارسی شروع کرا دی نصاب کے متعلق کیا عرض کروں، سوائے اس کے کہ اصولاً میرے نزدیک پہلے کلاسیکل فارسی پر عبور ہو جانا ضروری ہے، جدید فارسی علوم و فنون کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی توقعات اپنے اندر رکھتی ہو لیکن نہ جمالیاتی ذوق اس سے تحریک میں آتا ہے نہ فنی تکمیل ہوتی ہے رہی نزاکتِ خیال، سو اس کا اس زمانے میں رونا ہی کیا، ایران اس وقت خالص سیاسی راہوں سے گزر رہا ہے اور اس کو سوائے اقتصادیات پر توجہ کرنے کے اور کوئی کام فی الحال نہیں کرنا، اس لیے ہندوستان میں بیٹھ کر صرف ایرانِ جدید کے لٹریچر کا مطالعہ کرنا اور فارسی انشاء کی تکمیل کی توقع رکھنا بیکار ہے،

آپ انشائے بہارِ عجم کے بعد گلستاں شروع کرا دیجیے (گو یہ کتاب پختہ عمر میں دیکھے جانے کے قابل ہے) اس کے بعد پنج رقعہ، شبنم شاداب، رسائل طغرا سہ نثر ظہوری، اور ابو الفضل، نظم میں سکندر نامہ کے ساتھ جستہ جستہ شاہنامہ پڑھانا بھی ضروری ہے، غالب کی مثنویاں، عرفی و خاقانی کے قصائد بھی نگاہ سے گزرنا چاہیے بدر چاچ کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ ایک چیز ہے، دواوین میں سعدی، فیضی، خسرو، حافظ و نظیری

کا مطالعہ ہونا چاہیے، ضنایع بدایع میں اعجاز خسروی خاص چیز ہے لیکن اس کے پڑھانے والے ایران میں بھی نہیں، ہندوستان کا کیا ذکر۔ اخیر عہد میں صرف ایک صہبائی تھے، جن سے اعجاز خسروی، پڑھنے کے لیے ایران کا ایک شہزادہ ہندوستان آیا تھا، میرے والد نے بھی اس کتاب کو صہبائی سے پڑھا تھا، اور میں نے اپنے والد سے۔ پھر جب یہ تمام مواقف طے ہو جائیں اور نزاکت تخییل سے لطف اٹھانے کی پوری اہلیت پیدا ہو جائے تو بیدل کا مطالعہ کرنا چاہیے، جو اپنے سوا تمام لٹریچر سے انسان کو بے نیاز بنا دیتا ہے۔

فارسی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ عربی ضروری ہے کیونکہ کلاسکل فارسی میں اس کا عنصر غالب ہے، لیکن عربی کے منیۃ المصلی، شرح وقایہ، ہدایہ اور مشکوٰۃ نہیں ہے، بلکہ قواعد ولغت، ادب وانشا، کی تکمیل ہے، جب اس میں کچھ درک پیدا ہو جائے تو علوم مغرب کی طرف متوجہ ہوجیے کہ بغیر انکے حاصل کیے ایک آدمی مولوی، راہب، صوفی، زاہد، عاشق، گداگر سبھی کچھ بن سکتا ہے۔ لیکن انسان نہیں بنتا، اور نہ اس کی ذہنی غلامی دور ہوتی ہے، قرآن کا مطالعہ عربی کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے ابتدا میں بچوں کو کلام مجید پڑھانا سخت اصولی غلطی ہے کیونکہ اس کے مطالب نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے بچہ کا دماغ مشوش ہو جاتا ہے اور نہایت مہلک قسم کی مقلدانہ ذہنیت پیدا ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ کلام مجید کا مفہوم صرف جزدان در حل رہ جاتا ہے یا پھر اس کی آیتیں زعفران سے لکھ لکھ کر لوگوں کو پلانا۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ بھی از بس

ضروری ہے اور فنِ حدیث کی تنقیدی تحقیق بھی، لیکن یہ باتیں بعد کی ہیں، جب بہ سے عمر متجاوز ہو جائے،

ساتھ ہی ساتھ آپ ہندی بھی پڑھایئے اور تھوڑی سی سنسکرت بھی کیونکہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کا ہندوؤں کی کتابوں اور ان کے علوم سے بے خبر رہنا ناقابلِ معافی غلطی ہے اور یوں بھی جب فلسفہ و تصوف کا مطالعہ کیا جائیگا تو ہندوؤں کا لٹریچر دیکھنا ناگزیر ہے۔ قرآن کے ساتھ گیتا و انجیل کو نظر انداز نہ کیجیے اور جب آپ اپنے بچوں کو نماز روزہ کا درس دیں تو اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کیجیے کہ ہندوؤں کا ناقوس و مندر بھی قابلِ احترام چیزیں ہیں اور رام و کرشن بھی اپنے زمانے کے پیغمبر تھے جو ہندوستان میں مبعوث ہوئے تھے۔ مدعا یہ کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا خیال بھی ضروری ہے تاکہ مذہبی تنگ نظری نہ پیدا ہو۔

اگر یہ تمام مراحل آپ کے لیے دشوار گذار ہیں تو عزیز کو میرے پاس بھیج دیجیے، لیکن یہ آپ کیوں کرنے لگے جب کہ آپ کے پیر کے نزدیک میرا اعمال بھی اس قدر کفر آلود ہے کہ کسی ایسے شخص کے حق میں، جو میرے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے ان کی دعا بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ آپ نے دیکھا یہ ہیں بلند مرتبے میری نامسلمانی کے مگر آپ کیوں ایمان لانے لگے۔؟

—————— ۱۴۷ ——————

تم تو ہو بالکل وہ، یہاں تو عاشقی میں وہ زور و طنطنہ تھا کہ جب تک

نبی بنی اور جب بنیں بنی تو تم کو معلوم ہے میں نے کیا کہا:

دل را بزد راز کفِ دلبر گرفتہ ایم

ہر چند تم ایسے لجوج، خاکسار، فدوی قسم کے عاشق سے جو معشوق کے حضور میں اس حد تک "زمین دوز" ہو جانا پسند کرے کہ نقشِ قدم سر سے گزر جائے، اس جراءت کی توقع رکھنا لاحاصل ہے تاہم اس خیال سے کہ ہاشمی خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے، غیرت دلاتا رہتا ہوں، ممکن ہے کسی وقت بپھر جاؤ اور اس عذاب سے نجات حاصل کر سکو

ماشاءاللہ سن و قوت کو پہنچ گئے ہو، عمر طبعی نصف سے زائد ختم ہو چکی ہے علائق کا بار بھی کم نہیں، نرض شناسی کے بھی مدعی ہو اور دنیا کی تمام باتوں پر طبیعت پر جبر کر سکتے ہو، لیکن اس باب میں تم ہنوز طفل شیر خوار ہو۔

میں تم سے زیادہ اس کی فطرت سے واقف ہوں، شاید ہی کوئی دوسرا محبت ناشناس ایسا پیدا ہوا ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ اس حقیقت کو جان کر دامن بچا جاؤ، موج خون سر سے گزر جانے کے بعد اگر ہوش آیا بھی تو بیکار ہے

—— ۱۴۸ ——

صدیقی!

غزل پہنچی کیا کہنا، اسی کو کہتے ہیں:۔

زدل جستہ و با دل آویختہ

ہر چند شعر و سخن سے بیگانہ ہو گیا ہوں لیکن جب کوئی شعر واقعی شعر

نگاہ سے گزر جاتا ہے تو اب بھی بے تاب ہو جاتا ہوں، موجودہ دورِ تغزل معنی آفرینی کے لحاظ سے خواہ کچھ ہو مگر کاروبارِ محبت سے بالکل اجنبی نظر آتا ہے ایک مرتبہ میں اکبر مرحوم سے ملنے الہ آباد گیا، ان کا بالکل آخری زمانہ تھا اور عشرت منزل میں وہ اپنی تنہا سوگوارانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں اکبر کا بہت ادب کرتا تھا، ان کے شاعرانہ کمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ والد کے دوستوں میں سے تھے اور غدر کے بعد کانپور میں برسوں دونوں کا ساتھ رہا تھا وہ بھی مجھ پر بزرگانہ شفقت صرف فرماتے تھے، انھوں نے مطبوعہ دیوان مرحمت فرماتے ہوئے کہا کہ: "میں نے طبا طبائی سے پوچھا کہ آپ کو سب سے بہتر شعر میرے دیوان میں کون سا نظر آیا، انھوں نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا:-

دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

"اب تم بتاؤ کہ تم نے کس شعر کو پسند کیا ہے":-

میں نے عرض کیا کہ یوں تو سیکڑوں اشعار انتخاب میں آسکتے ہیں، لیکن وہ شعر جس کو ایک بار پڑھنے کے بعد میں کبھی نہیں بھولا ——— اور نہ بھول سکتا ہوں یہ ہے:

آرزو دل میں ہے اک شخص سے ملنے کی بہت
نام جس کا ہو کوئی اللہ کا بندہ ہوگا

یہ سن کر اکبر سر جھکا کر دیر تک خاموش رہے اور پھر بولے کہ :- "عمر میں پہلی مرتبہ تم ایسے شخص نظر آئے ہو جس نے اس شعر کا ذکر کر کے میرے محبوب ترین دورِ شاعری کو یاد دلا دیا۔"

مدعا یہ کہ میرا مشرب تغزل کے باب میں ذرا قدامت پسند واقع ہوا ہے اور تصوف و فلسفہ طرازی میری سمجھ سے باہر ہے۔ اسی لیے فارسی میں سعدی اب بھی میرا محبوب ہے اور اردو میں میر و درد پر جان دیتا ہوں۔

زبان کی ترقی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جذبات کو ان کے حقیقی رنگ میں ظاہر کرنے کی اہلیت اس میں پیدا ہو جائے، تصنع اور چو چلے کا میں قائل نہیں، میر خالص زبان و محاورہ کی شاعری کرتا ہے تو بھی اس رنگ کی کہ

میر نہیں پیر تم، کاہلی اللہ رے
نام خدا ہو جواں، کچھ تو کیا چاہیے

لیکن آجکل کا شاعر جب لطف زبان پیدا کریگا تو اس سے آگے نہ بڑھے گا کہ

آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے
اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی

میں نے جو آپ کے کلام کو پسند کیا تو اسی لیے کہ اس میں تصنع و آورد نہیں ہے، بے جا پیچ نہیں ہے، واردات قلب ہیں جن کو آپ نے سادہ الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے۔

خدا کے لیے آپ اپنے استاد کی تقلید کبھی نہ کیجیے، اور اگر عشق نہیں کر سکتے

توشاعری عشق کرنے والوں کی سی کیجیے،

۱۷۹

وہ جام ومینا کی سرگوشیاں، وہ صحنِ چمن میں درختوں کی گل پوشیاں
وہ ہلکی ہلکی پھوار، وہ رندانِ بدمست کا ہنگامہ "بادہ بیار" آہ کیا پوچھتے ہو
رات کس درجہ یاد آئے ہو تم

بجلی چمکتی تھی اور تمہارا تبسم نگاہوں میں پھر جاتا تھا، سروشمشاد ہوا سے جھومتے تھے اور تمہاری رعنائیاں آنکھوں کے سامنے آجاتی تھیں، ساغر میں شراب چھلکتی ہوئی دیکھتا تھا اور تمہاری آنکھوں کا تصور ستانے لگتا تھا —— اور

گل دیدمے دردے ترا یاد کردمے

پھر بتاؤ تمہیں بتاؤ کہ

فریب خوردۂ نیرنگ وعدہ ہائے تو کیست ؟

وہ جن کے پاس بے بلائے پہنچ جاتے ہو —— یا میں —— ؟
جس کے حق میں ایفائے عہد کی تم نے قسم کھائی ہے۔

اے لاحول ولاقوۃ، کہاں کا جام وسبو، کیسی بادہ خواری!
آشفتگی کجا و ہوائے چمن کجا؟

تم نہ آئے تو ساری رات اسی اہتمام کے تصور میں کٹ گئی، جی چاہا کہ تمہیں بھی ستاؤں یعنی تم پر ظاہر کردوں کہ

تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی
ہوئی اور خوب ٹھاٹھ سے ہوئی لیکن اس تنگ ظرفی کا بُرا ہو کہ جھوٹ بولنے کی بھی سمائی نہیں — یہ بے کسی کی آخری حد ہے اب بھی تم کو رحم نہ آئے تو خدا تم پہ رحم کرے۔

—— ۱۵۰ ——

الفت پناہا مودت دستگاہا!

گرامی نامہ پہنچا، سینہ پہ رکھا، آنکھوں سے لگایا اور دیر تک سوچتا رہا کہ آپ کے الطاف بے پایاں کا اعتراف کیونکر ممکن ہے، اگر روح القدس اپنی زباں مجھے دے بھی دیں تو خضر و الیاس اپنی عمریں کیوں دینے لگے اور اگر یہ دونوں باتیں ممکن ہوں تو بھی اس کا کیا علاج کہ باندازۂ تاثر میرے نزدیک وہ بھی ناقص ہے اور یہ بھی مختصر! آپ فرمائیں گے کہ یہ سب تکلف و تصنع ہے، میں عرض کروں گا۔

زخود بہ جوے کہ مارا چہ در دل افتادست

آپ کہیں گے کہ یہ شاعری ہے میں کہوں گا "آداب عرض ہے"

بہر حال آپ کو نہیں معلوم، میں جانتا ہوں کہ آپ کا یہ التفات کیا مجھے کافر بنائے بغیر چھوڑتا ہے؟

زندہ و سلامت رہیے اور اسی انداز سے

عمرِ محبت دراز، رشتۂ الفت رسا

۱۵۱

لاحول ولاقوۃ ــــ مصائب سے گھراتے ہو، آلام وافکار سے پریشان ہوتے ہو، اور یہ نہیں دیکھتے کہ تم اتنے "اچھے" کیوں ہو،

تونالی از خلشِ خار و نشگرمی کہ سپہر
سرِ حسین علی بر سناں بگرداند

زمانے کا دستور ہمیشہ سے یہی چلا آتا ہے، اچھوں کی زندگی سدا یوں ہی بُری بسر ہوتی ہے، پہلو میں دل رکھتے ہو تو دُکھ اٹھانا ہی پڑیگا، شکوہ و شکایت بیکار ہے،

اس میں کلام نہیں کہ تم جن کے لیے تباہ ہو، وہی تم سے بیزار ہیں۔ جنکی دوستی میں تم برباد ہوئے وہی تمہارے دشمن ہیں، لیکن کیا یہ تجربہ تمہاری یا دنیا کی فطرت کو بدل دے گا ــــ وہ نہیں تو اور ہزاروں ہیں تمہاری نیکی سلامت چاہیے، دشمنوں کی کیا کمی ــــ سونا ہونے کا دعویٰ ہے تو بار بار تپایا جانا ضرور

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہائے یداللہ میزنند

میں ذاکر صاحب سے ابھی تک نہیں مل سکا اور ملوں بھی تو کس امید پر؟ جانتا ہوں کہ زبان سے "نہیں" کبھی نکلے گی نہیں اور دل کبھی "ہاں" کرنے کا نہیں،

۱۵۲

مسکیں خبر از لذتِ آزار ندارد
خارم کن و در رہ گذرِ چارہ گرم ریز

غالب کا یہ شعر مجھے بہت زمانے سے یاد ہے مگر جو بحث آپ نے پیش کی ہے وہ کبھی میرے خیال میں بھی نہ آئی تھی،

آپ پوچھتے ہیں کہ دوسرے مصرع میں لفظ کن بالفتح پڑھا جائے یا بالضم، یعنی اسے کندن کا امر سمجھا جائے یا کردن کا۔۔ میرے نزدیک ہر وہ شخص جس کو فارسی زبان اور غالب کے ذوق شعری کا صحیح علم ہے، اس کے ذہن میں بھی کبھی یہ اختلافی صورت نہیں آسکتی، معلوم نہیں آپ کے احباب کو کیوں یہ خلش پیدا ہو گئی۔

شاعر کا مقصود یہ کہنا ہے کہ ــــ چارہ گر جو مجھے صبر و ضبط یا ترک محبت کی ہدایت کرتا ہے، اس کا سبب صرف یہ ہے کہ غریب لذت آزار سے آگاہ نہیں اس لیے اے خدا تو اسے بھی اس آزار سے آشنا کر دے تاکہ وہ اپنی پند و نصیحت سے باز آجائے"

اس مفہوم سے غالباً آپ کو بھی انکار نہ ہو گا، پھر خود فیصلہ کیجیے کہ اس صورت میں یہ کہنا زیادہ موزوں ہو گا کہ "مجھے کانٹا بنا کر چارہ گر کی راہ میں ڈال دے" یا یہ کہ "میرا کانٹا نکال کر اس کی رہ گزر میں ڈال دے"۔

ظاہر ہے کہ نہ رہ گزر سے مراد واقعی رہگزر ہے اور نہ خار سے مراد واقعی

خار بلکہ ایما و اشارہ ہے، چارہ گر کی زندگی اور آزار محبت کی طرف، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ "مجھے کانٹا ہٹا کر اس کی راہ میں ڈال دے" تو ظاہر ہے کہ خیال خارِ رہ گزر کے لغوی معنی کی طرف منتقل ہوگا جو مقصود نہیں لیکن بصورت دیگر مفہوم میں وہی معنوی رنگ پیدا ہو جائے گا جو شاعر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

علاوہ اس کے "مجھے کانٹا ہٹا کر راہ میں ڈال دے" کہنا اس وقت زیادہ موزوں ہوتا، جب جذبۂ انتقام بھی اس میں شامل ہوتا لیکن پہلے مصرعہ میں لفظ "مسکیں" اس خیال کے منافی ہے۔ اسی کے ساتھ "فارسیت" کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ اسے کندن کا صیغۂ امر قرار دیا جائے،

—— ۱۵۳ ——

آپ بھی سن لیجیے اور ان سے بھی کہہ دیجیے کہ اعتراف محبت کوئی گناہ نہیں کہ اس کی تعزیر میں آزمائش و امتحان کے مبادیات طے کرنا ضروری ہوں، غالب کہتا ہے۔

خجلت نگر کہ در حسنا تم نیافتند

جز روزۂ درست ز صہبا کشودہ

مگر یہاں تو انشاء اللہ نامۂ اعمال بالکل کورا ہی ملے گا، وہاں کم از کم ایک روزہ تو تھا خواہ وہ شراب ہی سے کیوں نہ کھولا گیا ہو، مگر یہاں تو ساری عمر اسی حسرت میں بسر ہوئی کہ شراب ہوتی تو روزہ رکھا جاتا،

بہر حال ان سے محبت کرتا ہوں اور بالکل بے وجہ، اس لیے نہ مجھے دلیل لانے کی ضرورت اور نہ انہیں امتحان لینے کی، وہ مجھے بلاتے ہیں شکریہ لیکن اگر میرا آنا "شرط وفا" قرار دیا جاتا ہے تو کہہ دیجیے،

میں نہیں جانتا وفا کیا ہے؟

وہ خود تو مارے معشوقیت کے ایک بات میری نہ مانیں اور میں لیس لپس کے برابر گرد راہ بنتا چلا جاؤں خوب! ان سے کہہ دیجیے کہ اگر وصل لیلیٰ کی شرط یہی ٹھہری ہے،

تو استغفار! با حسرت دیاس

آج سے نہ وہ میرے محبوب، نہ میں ان کا چاہنے والا
لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

———— ۱۵۴ ————

کرم فرمائے بندہ!

کل جعفر صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ میری طرف سے لبریز شکایت ہیں، خیر، یہاں تک تو کوئی مضائقہ نہ تھا، لیکن سنا گیا ہے کہ آپنے مجمع احباب میں بعض ایسے الفاظ سے بھی یاد کیا جو تہذیب سے یکسر بیگانہ تھے حیرت ہے کہ آپنے کیوں اسقدر التفات فراواں سے کام لیا،

آپ میرے بزرگ ہیں میرے بزرگوں کے ملنے والے ہیں، پیرزادے ہیں حسنی الحسینی ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اسکے کہ اس وقت

تو میں اپنے آپ کو ایسا مکار و فریبی نہیں سمجھتا تھا لیکن اب چونکہ آپ ایسا فرماتے ہیں، اس لیے ویسا بن جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔

گفتہ بودی ہمہ زرقند و فریبند فسوس
سعدی آں نیست ولیکن چو تو فرمائی ہست

چونکہ جناب کی اس توجہ کا شکریہ لازم تھا اس لیے یہ چند سطریں سپردِ قلم کی گئیں ورنہ اس سے منشا حاشا و کلا یہ ظاہر کرنا نہیں کہ میں کچھ اصلاح کی طرف مائل ہو گیا ہوں یا یہ کہ آپ کی بد دعاؤں نے مجھے مآل کی طرف سے خائف بنا دیا ہے ___ یہاں تو جو بے راہ روی اول دن اختیار کر لی تھی بحمد اللہ وہی اب تک قائم ہے۔

آپ کے مذہب و ایقان کی بلندی سے ناواقف نہیں لیکن اپنے متعلق کس زبان سے عرض کروں کہ:-

کردہ ام ایمان خود را دستمزد خویشتن
می تراشم پیکر از سنگ و عبادت می کنم

نکمہ، دہینگھ وولی دین

—————— ۱۵۵ ——————

تو یہ کہیے آپ مجھ سے خفا ہیں! اور صرف اس لیے کہ میں نے آپ کے اسی ایک خط کا جواب کیوں نہ دیا جو جواب طلب نہ تھا۔

بندۂ خدا، یہ تو سوچو کہ تم ۷-۲ کو لکھ رہے ہو کہ "میں ۸-۲ کو جا رہا ہوں"؟

۱۸۵

پھر میں بہتیں خدا حافظ کہنا بھی تو کس پتہ سے؟ میں انتظار میں تھا کہ منزل مقصود تک پہنچ جانے کے بعد تم مجھے اطلاع دو گے اور میں دعائیں یا گالیاں جو کچھ دینا ہیں اسی وقت تفصیل سے دے لوں گا، مگر یہ خبر نہ تھی کہ خدا کی بارگاہ تک پہنچ کر انسان میں خود بھی "پندار خدائی" پیدا ہو جاتا ہے جس کا بڑا کارنامہ صرف "بیچارا" بن جانا ہے

بہر حال شکر ہے کہ آپ مع الخیر اس مذہبی سفر سے واپس آ گئے، آپ اگر خفا ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کیجیے کہ تبرکات میں سے مجھے کچھ نہ دیجیے لیکن کسی بندہ کو دائرہ بندگی سے خارج کر دینا کہاں کی شان خداوندی ہے! مدعا یہ کہ مجھ سے بولیے خواہ وہ کتنی ہی برہمی کے ساتھ ہو اور مجھ کو خط لکھیے خواہ اس میں گالیاں ہی گالیاں کیوں نہ ہو۔

آپ سے ملنے کے بعد ہی تو یہ معلوم ہوا ہے کہ اہرمن بھی ایسی بری چیز نہیں، پھر یہ خفگی بیکار ہے۔

۱۵۶

مکرمی! آپ نے جس مضمون کی طرف مجھے متوجہ کیا ہے، وہ میری نگاہ سے گزر چکا ہے لیکن آپ میرے مسلک سے پوری طرح آگاہ ہیں؛ اور اس لیے مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ اس کا جواب دوں بیکار ہے۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میزند

اور فرمایئے، آپ کے مشاغل کا کیا رنگ ہے؟ وہی ساری دنیا کا غم

لیے ہوئے پھرنا اور ایک لفظ شکایت کا منہ سے نہ نکالنا ـــ!

اے خوشا عمرے کہ صرف راہ استغنا شود

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے زیادہ اس رمز کا سمجھنے والا مجھے تو کوئی دوسرا نظر آیا نہیں۔

اگر قربانیاں کرتے کرتے کوئی ہستی کبھی خود دیوتا بن سکتی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے بڑا دیوتا پیدا ہونا اس صدی میں ممکن ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ آپ کا انکسار اسے کبھی تسلیم نہ کرے گا۔

ـــــــــــ ۱۵۷ ـــــــــــ

عزیز گرامی!

یہ درست ہے کہ شیوۂ محبت کا واقف آپ سے زیادہ کون ہو سکتا ہے لیکن خدارا یہ تو بتایئے کہ آپ کے یہاں "جرم" محبت بھی کوئی چیز ہے یا نہیں، ہاں ہاں کہہ دیجیے کہ آپ کی معصوم دنیا میں اس کا کیا گذر

ہونہوں گذر جائیں آپ میری بات نہ پوچھیں مگر یہ عین الفت!! میں آپ کی تمام بے اعتنائیوں کے باوجود رات دن آپ ہی کا دم بھرتا ہوں مگر یہ سراسر جرم محبت!!

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

بیس دن ہوئے آپ کو میں نے ایک نہایت ضروری خط لکھ کر چند

باتیں دریافت کیں، اس کے بعد متواتر دو بارہ یاددہانی کی لیکن نہ آپنے میرے اضطرار کی پروا کی اور نہ اس امر کی کہ آپ اگر ذرا توجہ کر کے ان امور کے متعلق تفصیلی حالات لکھ دیتے تو میرا کتنا فائدہ تھا ــــ بہرحال اب کہ وقت گزرگیا ہے یہ شکایت بالکل بیکار ہے کیونکہ اگر آپ اب جواب بھی دیں تو کوئی نتیجہ نہیں، لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ کو میرا دل توڑکر، میرا نقصان کر کے کچھ مسرت ہو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمداللہ ان دونوں باتوں میں کامیاب ہو گئے اور جو کام آپ نے کیا ہے وہ شاید ہی رستم و اسفندیار سے ہو سکتا ہے۔

شاید آپ اس تحریر کا جواب دیں، لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اب میرا دور سکوت و پندار شروع ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی آپ جراءت خطاب کریں تو آپ جانیئے۔

ــــــ ۱۵۸ ــــــ

صاحب الطاف عمیم

القاب و آداب کا یہ اہتمام صرف اس لیے ہے کہ آپ چاپلوسی کے فریب میں آجائیں اور میری خطا کو درگزر فرمائیں، باور کیجیے میں حد درجہ نادم ہوں کہ آپ نے ساری عمر میں ایک خدمت میرے سپرد فرمائی اور وہ بھی مجھ سے بروقت انجام نہ پا سکی، مصروفیت وغیرہ کا عذر تو خیر بالکل لایعنی سی بات ہے لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ باوجود کوشش کے بھی اس طرف

طبیعت مائل نہ ہوئی میں چاہتا تھا کہ مسودہ کو اسی کیفیت کے ساتھ دیکھوں، جس کے تحت آپ نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس میں کامیابی نہ ہوئی، آخر کار مجبوراً آورد و تصنع سے کام لینا پڑا اور اب انتہائی شرمندگی کے ساتھ اُسے واپس کر رہا ہوں۔ غالباً آپ کو اطمینان نہ ہوگا لیکن مجھے اس حد تک ضرور اطمینان ہے کہ زبان و لغت کی غلطی تو اب کوئی ہے نہیں۔ رہ گیا سوال بیان و معانی کا، سو اس کی پروا نہ کیجیے کہ لوگوں نے ملہمات ربانی کو بھی مجروح کیے بغیر نہیں چھوڑا، اور کسی تصنیف کا کیا ذکر ہے،

جو کچھ میں لکھ رہا ہوں خدا کرے آپ کو اس کا یقین ہو جائے اور اسکا یقین مجھے صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے جواب میں پروانۂ معافی بھیج دیں اس خط کو کانپتے ہوے ہاتھوں سے ڈاک میں ڈال رہا ہوں اور اس کے جواب کو اس سے بھی زیادہ لرزاں ہاتھوں سے کھولوں گا۔

———— ۱۵۹ ————

واللہ! آپ بھی قیامت کرتے ہیں کہ میرا "پائے لنگ" چھین کر "دل تنگ" مرحمت فرمانا چاہتے ہیں،

آپ کی چارہ سازیوں کا شکریہ، لیکن میرا ان سے فائدہ اٹھانا معلوم۔ یقیناً آپ کو میری بے کسی و بے چارگی پر رحم آنا چاہیے لیکن باور کیجیے کہ میں رحم کے قابل نہیں ہوں اور اتنا خانماں برباد نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں

عشق ہر جا می رود ما را بہ ساماں می برد

فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ آپ کے یہاں زندگی نام ہے مرغ و ماہی کا دیبا و حریر کا، خدم و حشم کا، ایوان و قصور کا، مے و نغمہ کا، یہاں "برگ و ساز" عبارت ہے صرف اس فلسفہ سے کہ

رخت اگر کمتر بود کشتی بساحل می برند

آپ کو اپنی اہمیت کا علم اس طرح ہوا کہ دوسرے ایسا کہتے ہیں، اور میری غیر اہمیت مجھ پر اس طرح القا ہوئی کہ

راکردہ اند آشکارا بر من

اللہ اللہ بتیے کیجیے آپ بھی کس فکر میں مبتلا ہو گئے —— آپ کیوں دیوانوں کا ساتھ دے کر اپنی زندگی کا لطف ضائع کرتے ہیں

بادل شدگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

—————— ۱۶۰ ——————

محبِ دل نواز!

آپ کا پیام اختر کے ذریعے سے پہنچا، مجھے تعمیل ارشاد میں کیا عذر ہو سکتا ہے، مگر سوچ لیجیے کہیں ایسا نہ ہو اس کا نتیجہ خلاف امید نکلے! میرا تو اس میں کوئی نقصان نہیں، جانا ہے اور سچ سچ سارا واقعہ عرض کر دینا، لیکن اگر انہوں نے صرف اس وجہ سے باور نہ کیا کہ روایت کرنے والا میں ہوں تو پھر کیا ہو گا؟ آپ کو معلوم نہیں، میں ہمیشہ سے ان کے نزدیک مجروح راوی کی حیثیت رکھتا ہوں، یہاں تک کہ اگر میں کہہ دوں خدا ایک ہے تو انہیں

توحید میں بھی شک پڑ جائے گا، پھر کیوں نہ یہ خدمت آپ مولانا ذاکر کے سپرد فرمائیں جوان کے نزدیک مخبر صادق کا مرتبہ رکھتے ہیں، آپ کہیں گے اپنر اعتبار مشکل ہے، سو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجن صاحب کو بھی اُن کی معیت میں بھیج دیجیے،

بہرحال مجھے امتثال امر میں عذر نہیں، لیکن کیا فائدہ اگر نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا، جواب کا منتظر ہوں،

۱۶۱

نگاہ اولین اور اس درجہ گرم دستیزہ کار! معاذ اللہ! لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ان نیشتروں کی خلش مجھے کس حد تک گوارا ہے۔

آپ "بہ اندازہ نوش" کی ہدایت فرماتے ہیں اور یہاں یہ عالم ہے کہ

تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم

آپ مجھے "کل" سے کیوں ڈراتے ہیں جب کہ میں آج ہی سب کچھ آپ کے "پندار" پر قربان کر چکا ہوں خدا وہ دن تو کرے کہ آپ اس ساز و سامان سے مجھے تباہ کرنے کے لیے تشریف لائیں

اے سنگ بر تو دعوئے طاقت مسلم ست
خود را نہ دیدۂ بہ کفِ شیشہ گر ہنوز

محمود صاحب سے کہہ دیجیے کہ انھوں نے لکھنؤ میں مجھے اسی چیز سے

محروم رکھا جو میرا تنہا سرمایۂ حیات ہے اور پھر اس پر آپ کا یہ ظلم کہ مجھ ہی سے اس کا ذکر بھی کیا جاتا ہے، ہاں صاحب چھایا کا خیال سینے، ساون کی الاپ پر سر دھنیے ہولیاں کھیلیے، رنگ رلیاں منائیے، یہاں کیا ہے وہی ایک داغ نارسائی یا پھر

دستے کہ بہ جز جامہ دریدن نہ شناسد

—— ۱۶۲ ——

پیر و مرشد!

یہ خیال کیا ذہن مبارک میں آیا؟ میں اور آپ سے سرتابی! فرہ دا آفتاب کی دنیا میں یہ بات تو کبھی نہیں سنی گئی، کاہ و کاہربا کی حکایت میں یہ واقعہ تو آج تک کسی نے بیان نہیں کیا!

آپکی محبت میرا ایمان اور آپکا آستانہ میرا کعبۂ ایمان ہے، پھر

اے دامنِ تو قبلۂ مشتِ غبارِ من

یہ آپ نے کیونکر باور کر لیا کہ میں آپ سے منحرف ہو کر زندہ رہ سکتا ہوں مجھے اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ خود روشن ضمیر ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ —— در کوئے یار بندۂ فرماں برم ہنوز

—— ۱۶۳ ——

سوزاں چو شمع بودن، دانی کہ می توانم

داغ از دو لم زدودن، دانی کہ می توانی؟

یعنی بجائے خود یہ حقیقت تو مسلم ہے کہ میں آپ سے کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں؟ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ اور پھر اس کے بعد خاموشی اختیار کر لیجیے یہاں تک کہ آہ و فریاد کی تمام طاقت مجھ سے سلب ہو جائے، پے در پے چار عریضے روانہ کیے لیکن کوئی اعتنا نہیں دو تار بھیجے مطلق پروا نہیں، خاص طور پر آدمی بھیجا مگر جواب ندارد۔ اس بے توجہی سے تو خدائی کی خدائی بھی نہیں چل سکتی، کارگاہِ "عشق و جمال" کا کیا ذکر ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ ہے نہ اس سے پہلے کوئی خط ملا نہ کوئی تار، نہ کوئی آدمی پہنچا نہ تقاضہ، یہ سب درست سہی لیکن میں تو مستقبل کا ذکر کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا، اس لیے اس کی تکذیب کی صورت اگر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ آپ فوراً جواب دیں اور نصیر کی روانگی کی تاریخ ابھی سے متعین کر کے اس بار سے مجھے سبکدوش فرمائیں، ان کے حقوق آپ پر بھی اتنے ہی ہیں جتنے مجھ پر، اور پھر آپ مجھ سے زیادہ دردمند دل رکھنے کے مدعی بھی ہیں، اس لیے معاملہ احسان و مراعات کا نہیں بلکہ ادائے فرض و رعایت فطرت کا ہے جسے آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

---۱۶۴---

کل ایک صاحب تشریف لائے اور تمہارے متعلق عجیب و غریب خبر سنائی وہ یہ کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور دوسری شادی کرنے والے ہو پھر اگر معاملہ صرف طلاق کا ہوتا تو بھی غنیمت تھا لیکن یہ عقد ثانی

کی ترکیب بالکل سمجھ میں نہ آئی، میں تمہاری طوفانی طبیعت سے واقف ہوں
اور جانتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب ہو کر تم اس سے بھی زیادہ نازیبا حرکت
کے مرتکب ہو سکتے ہو لیکن اس سے بھی آگاہ ہوں کہ جب جنون دور ہو جاتا
ہے تو فرشتہ بھی تمہارے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اول تو خدا کرے
تم اس خبر کی تردید کرو، لیکن اگر خدانخواستہ یہ واقعہ صحیح ہے تو اطلاع دو
تاکہ دل کھول کر تمہیں گالیاں دے سکوں۔

ہرچند یہ تمہاری زندگی کا کوئی نیا تجربہ نہیں اور اس وقت تک تم
کئی بار اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت اس طرح دے چکے ہو، لیکن خبر ہر بار
کوئی نہ کوئی معقول سبب تمہاری خوش قسمتی سے پیدا ہو جاتا تھا، اس مرتبہ
تو کوئی تاویل ہو ہی نہیں سکتی، سوائے اسکے کہ تم دفعتہً انسان سے جانور بنگئے
ہو، بہرحال مجھے سخت خلجان ہے اور اگر تمہارا ہیجان دور ہو گیا ہو تو مفصل
حالات سے آگاہ کرو، ورنہ میں خود آتا ہوں اور صرف اس لیے کہ اگر تم دوسری
شادی کر چکے ہو تو اس کو بھی طلاق دلواؤں، کیونکہ ایک نہ ایک دن اسکے
ساتھ بھی یہی سلوک ہونا ہے

—————— ۱۶۵

صدیقی الاجل

میں کل شام کو یہاں پہنچا اور اس وقت تک کہ کامل ۲۰ گھنٹے گزر گئے ہیں
یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ اگر لوگ واقعی انسان ہیں تو میں اپنے آپ کو کس قسم کا

حیوان سمجھوں، اس میں کلام نہیں کہ "مساوات" عمدہ چیز ہے لیکن صرف "نظریہ" کی حد تک، کیونکہ اگر عملی صورت میں اس کا مظاہرہ اس طرح ہو سکتا ہے جو یہاں نظر آیا تو "ڈیماکریسی" اور جمہوریت دونوں پر لعنت ہے۔

مجھے ایسے آقا کی ضرورت نہیں جو اپنی طرح مجھے بھی حیوان سمجھ کر زر و سیم کے انبار سے لاد دے مجھے تو ایسا مالک چاہیے جو مجھے فاقوں میں مبتلا کر دے لیکن سمجھے انسان ـــ باور کرو میں یہاں ایک منٹ کے لیے نہیں رہ سکتا اور شام تک میرا یہاں سے بھاگ جانا بالکل برحق ہے،

میرے اس خط کا جواب اس وقت دینا جب میں پھر تمھیں لکھوں،

لاحول ولا قوۃ، تم نے بھی کس عذاب میں مبتلا کر دیا!

ـــــــــ ۱۶۶ ـــــــــ

میرزا صاحب!

کہیے آج کل آپ کی "ستارہ پیشانی" کہاں ہیں ـــ کیوں؟ کیا "زہرہ جبیں" کا یہ ترجمہ برا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "عشق" نام ہے صرف حماقت کا خواہ قبل مسیح ہو یا بعد مسیح، فرق اتنا ہے کہ اگلے وقتوں کا عاشق اکثر و بیشتر مفلس و نادار ہوتا تھا اس لیے سوائے اس کے کہ محل کے پیچھے دوڑتا پھرے یا پہاڑ کے پتھر پھوڑا کرے اور کیا کر سکتا تھا، یہ زمانہ ذرا زرداری کا ہے اس لیے اب معشوق کی جستجو میں پاؤں کے آبلے نہیں پھوٹتے، پٹرول بہایا جاتا ہے اور بجائے جوئے شیر لانے کے "وسکی اور شامپین" کی طلب ہوتی ہے

رہا سوال کامیابی کا، سو پہلے محبوب ملتا تھا خدا جانے کتنا سر کھپانے کے بعد اور اب یہ مصیبت ہے کہ وہ سب کو آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ الغرض محبت کی دشواریاں بدستور قائم ہیں —— اسی لیے میری ہمدردیاں تو آپکے ساتھ ہی ہوں گی البتہ سوال یہ ہے کہ جب باوجود "ایں ہمہ دعوائے مرزائیت وطنطنہ سوفسطائیت" آپ کسی کے سامنے "منھ بھاڑ سر جھاڑ" زار زار رو رہے ہوں گے، تو اس وقت مجھ غریب "چارہ گر" کی کیا حالت ہوگی۔ آپ ہی کہیے سوائے فرار ہوجانے کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے صبر و استقلال کی حالت بھی بہت سقیم ہے اور شاید دو ہی چار دن میں اس کا جنازہ نکلنے والا ہے، اگر یہ خبر صحیح ہو (اور یقیناً صحیح ہوگی) تو کم از کم میرا "استعفاء رفاقت" تو آپ قبول ہی کرلیجیے مجھے "غم روزگار" سے اتنی فرصت کہاں کہ آپ کے "غم عشق" کی سربراہی کرتا پھروں، آپ کو ان کی محبت و وفاداری پر یقین ہے، مناسب —— لیکن مجھے باور نہ کرائیے، کیونکہ اس کے بعد بھی میں عاشق ہونے سے رہا اور آپ معشوق بننے سے۔

حیرت ہے کہ ایسے گوش ہوش والے انسان بھی اس کوچہ میں آکر اتنے احمق ہوجاتے ہیں

—— ۱۶۷ ——

سنیے ایک بات ضروری عرض کرنا ہے، کل دلدار خاں صاحب کا خط

آیا وہ کہتے ہیں اگر اس وقت غفلت سے کام لیا گیا تو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا
چونکہ موقع و محل کی باتیں آپ زیادہ سمجھتے ہیں اس لیے میں نے جواب
دینے سے قبل یہ مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں لے لوں —
یہ بالکل درست ہے کہ میں اس کام کی تکمیل کے لیے بے تاب ہوں اور یہ
بھی غلط نہیں کہ خاں صاحب میرے ہواخواہ ہیں، اور ایک حد تک صائب الرائے
بھی لیکن مجھے صرف اندیشہ ہے کہ اگر اس کے بعد بھی کاربرآری نہ ہوئی تو پھر
سوائے سر پھوڑ کر مر جانے کے اور کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔
بار بار آپ کا احسان اٹھانے میں تو چنداں حرج نہیں، لیکن یہ مسلسل
مایوسیاں کس سے برداشت ہوں گی؟ بہرحال آپ کے جواب کا منتظر
ہوں اور جواب بھی وہ جس میں میری "خاطرداری" کا لحاظ مطلق نہ کیا جائے
بلکہ صرف مصلحت و عاقبت بینی کا،

—— ۱۶۸ ——

ارے یار، چپ بھی رہو، اب کیوں کہتے ہو؟ اُف اُف

عرفی مگو یہ تیرہ شب ہجر حرف مے
حرفیست ایں کہ در شب مہتاب گفتنیست

یہ تم نے کیا کہا؟ یہ میں نے کیا سنا؟ —— معاذ اللہ!

باور کرو جس وقت وہ صحبت یاد آجاتی ہے تو دل تڑپ کر رہ جاتا ہے
تمہارے کہنے کی ضرورت تھی؟ میں تو وہاں اُڑ کر پہونچتا، لیکن باور کرو،

بہت درماندہ ہوں ـــــ" اتنا درماندہ کہ اب کیا کہوں"۔

قصۂ غم سنا کر تمہاری مسرتوں کو خراب کرنا نہیں چاہتا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری کامرانیوں کی خبر سن کر اس وقت میں اپنی ماتم داریاں بھلائے بیٹھا ہوں

کتنے دن قیام کا ارادہ ہے ـــ کل چائے کے وقت میں نے شکردان کھول کر دیکھا تو شکر کے اندر سے ایک چیونٹا ملا خشک مرا ہوا، میں نے سوچا کہ دیکھیے، جان بھی وہیں دی اور دفن بھی وہیں ہوا ـــــــ

سو بھائی! تمہاری خواہش تو قریب یہی ہو گی لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی فرصت زمانہ کب دیتا ہے، بہرحال وہاں سے آنا پڑے گا، اور اسی لیے پوچھا کہ کب تک اس کی توقع۔ (غالباً اندیشہ زیادہ صحیح لفظ ہوگا) کی جائے؟

میرا سلام عرض کرو اور کہو کہ کیوں صاحب ادھر سے گزر جانا اور بات تک نہ پوچھنا، بہتر ہے، میں نے بھی اگر اس غصہ میں شیشہ کا شیشہ خالی نہ کر دیا تو میرا نام مفتی صدرالدین آزردہ نہیں۔

میں اور شغلِ بادہ کشی لے گئیں مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزمِ شراب میں

ـــــ ۱۶۹ ـــــ

ہنسو! ہنسو!! خوب ہنس لو!!! کاہے کو کبھی ایسا موقع ہاتھ آئے گا

میں بے وقوف تھا کہ وہاں جا کر یہ رسوائی اٹھائی اور تم۔ ہاں بھئی تمہاری فراست و دانشمندی کا کیا کہنا، کہ یہاں کہتے کہتے زبان گھس گئی لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے، تم لاکھ عذر کرو لیکن بخدا یہ سارا مظلمہ تمہاری گردن پر ہے تم خاموش رہتے، نہ مجھ سے یہ حرکت ہوتی کہ :۔

اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

شامت جب آتی ہے تو اکثر احباب ہی کی وساطت سے آتی ہے۔ پھر اب فرمایئے کیا ارادہ ہے؟ تم سے تو خیر انتقام لینا چنداں دشوار نہیں، گیا اور تمہاری تسبیح توڑ کر رکھ دی، دلائل الخیرات چرا کر گم کر دی، جانماز گھسیٹ لی، اور کچھ نہ سہی تیمم کا تودہ ہی اٹھا کر پھینک دیا، تمہارے رلانے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ اس "شقی" سے کیونکر عہدہ برآ ہوں، نہ خدا کا قائل نہ رسول کا، نہ کسی پیر کا معتقد نہ ولی کا، نہ دل میں مروت نہ آنکھوں میں لحاظ، ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی؟

میں نے ایک تدبیر سوچی ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ وہ چند دن میں یہاں آئیں گے اس لیے کیوں نہ وہ دروازہ اُن کے لیے مسدود کر دیا جائے جہاں کی آستاں بوسی ان کا دین و ایمان ہے، پوچھو اس کا کیا ذریعہ ہے۔؟

تم نے ان میر صاحب کو دیکھا ہوگا جو تنبورہ لیے ہوئے "قاچار" کے مکان کی طرف اکثر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں ــــ وہ ہیں اُن کے استاد، اور مجھ سے

عقیدت رکھتے ہیں اس لیے کہ مجھ سے زیادہ ان کا کوئی مداح نہیں — نہ یہ میرا کہا ٹال سکتے ہیں نہ وہ ان کا۔ اس لیے سوچتا ہوں کہ اس ذریعے سے ایک جنگ کرا دوں، باور کرو میں اس کا دوست ہوں، لیکن یہ تباہی منظور ہے اور خانماں بربادی منظور نہیں — وہ تو ہو گئے ہیں پاگل، اس لیے اگر ان کے طرز عمل سے خفا ہو کر بیٹھ جاؤں تو پھر کون اس کشتی کو بھنور سے نکالنے والا ہے؟ کیا تم؟ کیوں نہ ہو ماشاء اللہ،

—— ۱۷۰ ——

یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ نے میر صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے خدا کرے صحیح ہو، لیکن میری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ

کم چنیں دیوانہ ہشیار پیدا می شود

آپ اپنی فطرت کے لحاظ سے فرشتہ ہیں، اس لیے ساری دنیا کو بے گناہ جانتے ہیں، میں ایسا نہیں ہوں اس لیے سمجھتا ہوں کہ معصوم صورتوں میں کیسی کیسی قبیح سیرتیں چھپی رہتی ہیں، بہر حال آپ اپنے معاملات کو مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، آپ کی مرضی ہے جو جی میں آئے کیجیے لیکن مجھ سے رائے نہ طلب کیجیے، میں بہ تعمیل ارشاد پنڈت جی سے ملا، ان کے انداز گفتگو سے میں نے نتیجہ نکالا کہ وہ اس باب میں براہ راست آپ ہی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور میری وساطت پسند نہیں۔ اور یہ بھی ٹھیک۔ آپ لینے والے وہ دینے والے، میں کون؟ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔

۱۷۱

تمہارا خط ابھی ملا یعنی ۱۰ ستمبر ٹھیک دس بجے دن کو، اور اسی وقت جواب لکھنے بیٹھ گیا، باتیں مزہ کی تھیں جی لگ گیا۔ خیر بزرگی وزرگی تو میں جانتا نہیں لیکن اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ میرزا مظہر اپنے ذوق کے لحاظ سے واقعی "جانِ جاں" تھے۔

اگر تم نے ان کے کلام کا غائر مطالعہ کیا ہے تو اس کے ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ وہ نہایت رنگین و لطیف طبیعت رکھتے تھے اور ذوق شعر کے لحاظ سے تو فارسی اُردو دونوں میں ان کا جواب نہ تھا

رہ گیا سوال تاباں کا سو تذکرہ نویس کچھ کہیں لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ان سے شدید محبت کرتے تھے، تاباں کے غیر معمولی جمیل ہونے پر سب کو اتفاق ہے، رہ گئے مرزا صاحب سو، ان کا یہ ذوق خود ان کے کلام سے ظاہر ہے، ہر چند امرد پرستی کا اظہار فارسی شاعری میں ایسی معمولی بات ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر کسی شاعر کے امرد پرست ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا لیکن مرزا صاحب کے یہاں یہ رنگ کچھ عجیب و غریب کیفیت لیے ہوئے ہے،

اس قسم کے اشعار کم و بیش تمام شاعروں میں پائے جاتے ہیں، لیکن مرزا صاحب جس تکرار و لذت کے ساتھ اس جذبہ کا اظہار کرتے ہیں وہ دوسروں کے یہاں بہت کم پایا جاتا ہے، چند شعر سناتا ہوں۔

دگر چگونہ تواں کرد یاد حق مظہر
الٰہا باطلِ من عشق نوجوانے ہست

تم کہو گے کہ "نوجوان" مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی، بہتر ہے ایک شعر سنو:-

کنوں در جائے سر پیچ مرصع سنگھا دارد
بہ طفلاں مظہر ما بس کہ الفت بیشتر دارد

ممکن ہے تم یہ کہو کہ طفل چھوٹے بچے کو کہتے ہیں اور اس سے امرد پرستی کو کوئی تعلق نہیں، لیکن خود میرزا صاحب نے طفل کے کیا معنی لیے ہیں، یہ بھی سُن لو:-

عشق بازاں مریدِ طفلاں اند
پیرِ ایں قوم نوجواں باشد

طفل سے مراد انکی نوجوان ہے یا نہیں؟ اب کیوں نہیں بولتے؟ اچھا اور لو:-

شد مرید نوجوانے گرچہ مظہر پیر بود
عاقبت از بہر تحصیل کمال جذب عشق

کہ گشتہ پیر زبیداد نوجوانے چند
مپرس باعثِ ضعفِ قوائے مظہر ما

دل می دہد بدستِ سپاہی پسر کسے
مظہر تو دشمنِ خودی اے خانماں خراب

بہر بیعت پیرمی جستم جوانے یافتم
خویش را مظہر بدستِ دلبرے بفروختم

بعض اشعار میں تو انہوں نے اشارہ تک کر دیا ہے مثلاً:-

من از رنگیں اداہائے اشعارش گماں دارم
کہ مظہر میل با رعنا جوانے میرزا دارد

اور ایک جگہ تو اس سے بھی زیادہ کھل گئے ہیں

کفر و دیں امروز مظہر ناز پادار د بہ من
سرو رِ رعنا ساخت عشق میرزا را حام را

اس کی تحقیق شاید تم نے کی ہو گی کہ وہ حیدر آباد گئے یا نہیں لیکن دکن کے سانولے سلونے لڑکوں سے انہوں نے جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس شعر سے عیاں ہے :-

گشتہ ام محو سواد سبز خطان دکن
دلنشیں افتاد نقش حیدر آبادی مرا

یہ تو وہ اشعار ہیں جن میں کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ورنہ یوں تو جھلک نہ معلوم کتنے اشعار سے نمایاں ہے ، ایک شعر تو کس قیامت کا لکھ گئے ہیں

سر از کیا تیغ بردن آسان نیست
آہ ، مظہر خم سرا ہم کسے

میں تو مظہر کے ذوق شاعری کا پرستار ہوں اور اس سے بحث نہیں کہ وہ امرد پرست تھے یا کیا ، کیونکہ اگر ایسا ہو بھی تو کیا گناہ ہے . شاید تم اس راز سے آگاہ نہیں کہ "حسن مجرد" کے پرستاروں کا میلان اس طرف زیادہ ہوتا ہے گو خود میرا مشرب یہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے ، کیونکہ محبت کے باب میں روحانیت وحقانیت میری سمجھ میں آتی نہیں اور کسی صوفی کی خدمت میں بیٹھ کر یہ فن سیکھنے کی کوشش کبھی کی نہیں ، میں محبت کرتا ہوں اور گناہ سمجھ کر کرتا ہوں تاکہ اگلی

لذت باقی رہے، عورت کے ساتھ جانمانہ کا سا شرعی تعلق میرے بس کی بات نہیں

۱۷۲

پیر و مرشد!

آپ اس محبت سے فرمائیں اور میں تعمیل نہ کروں یہ آپ نے کیا کہا، میری فطرت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ:-

ہراں کہ بندہ بخواند مرا خدائے من ست

چہ جائیکہ آپ جن کے الطاف میرے لیے سرمایۂ حیات ہیں۔ آپ مطمئن رہیے، امکان سے بھی زیادہ اگر کوئی صورت کوشش کی ہو سکتی ہے تو وہ بھی صرف کر دی جائے گی اور توقع ہے کہ ناکام نہ رہوں گا۔

کل صبح اول وقت نماز پڑھ کر (نماز اس لیے کہ آپ کو میرے خشوع و خضوع کا یقین ہو جائے) راجہ صاحب سے ملوں گا اور کہوں گا کہ سرکار یہ معاملہ میری موت و زیست کا ہے اس لیے اگر مجھے ہلاک کر کے دنیا کی رونق آپ واقعی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں تو خیر، بات دوسری ہے، ورنہ جس طرح ممکن ہو بشیر کو صدر دفتر میں تبدیل کر دیجیے وہ پوچھیں گے اس سے تمہاری موت و حیات کا کیا تعلق؟ میں عرض کروں گا کہ "پیر و مرشد کی تمنا یہی ہے اور ان کی کسی آرزو کا پورا نہ ہونا میرے لیے موت سے بدتر ہے" امید تو ہے کہ مان جائیں لیکن اگر یہ تدبیر نہ چلی تو پھر ایک صورت اور میرے ذہن میں آئی ہے، آپ سے اس لیے نہیں کہنا چاہتا تھا کہ کہیں شرعی جواز و عدم جواز کی بحث نہ

بھڑ جائے اور آپ مجھے اس سے باز رکھیں،

—— ۱۷۳ ——

عزیز!

کیا پوچھتے ہو کیا عالم ہے۔ موسم کو دیکھتا ہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوں

بہار ہند بود در برشگال ہاں غالب     دریں خزانکدہ ہم موسم شرابے ہست

اُف یہ کالی کالی گھٹائیں، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، اور اِدھر

سفالینہ جام من از مے تہی

کل، یوسف کا خط آیا ہے، لکھتے ہیں آرہا ہوں، میں تمہیں خط بھیجتا ہوں خدا کرے تم بھی جواب میں لکھو کہ آرہا ہوں، ہائے، ہائے۔ ابھی نہ یوسف پاس نہ عزیز قریب، لیکن تصور ہی سے بے قابو ہوا جاتا ہوں — کیا تمہیں میری اس بے بسی اور بیکسی پر بھی رحم نہ آئے گا۔

تم کہو گے کہ یہاں آکر کیا کروں، میں جانتا ہوں کہ ایک جگہ نہ بیٹھ سکنے کا عذاب جو خدا نے تم پر مسلط کیا ہے وہ یہاں بھی ساتھ لاؤ گے، سو سن لو کہ تمہارے آنے کے بعد میں خود یہاں نہیں ٹھیروں گا اور دو چار دن کیلیے یا جب تک تم کہو گے بالکل خارج البلد رہوں گا۔

سر پھوڑنے کے لیے نہ یہاں پہاڑوں کی کمی ہے اور نہ دشت نوردی کے لیے جنگلوں کا فقدان — چلو تمہارا انتظام تو ہو گیا رہا میں اور یوسف سو ہم دونوں گاؤں کے کسی جھونپڑے میں رات کو جس وقت بادل گرج رہے

ہوں گے بیٹھے برس رہا ہوگا کہیں دور سے آنے والی بانسری کی آواز سنتے رہینگے اور تڑپتے رہیں گے مگر ظالم تو کب سنتا ہے؟

کبھی کو دکھی ہیں جس نے نہ سنی مری کہانی
مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی

۱۷۴

کل ہی جیتن سے واپس آیا ہوں، تم بہت یاد آئے، چندرا وتی کا گانا تھا لطف آگیا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ مدا بھی آواز کے دل میں سمائی جارہی ہے، عمر ۳۰ سال سے متجاوز، لیکن چمپئی رنگت اور نقشہ کی دلاویزی ہنوز باقی ہے، اچھو میاں بھی تھے اور ڈاکٹر شریف الحسن بھی۔ ان کی ترکیب سنیئے، ایک صاحب نے تو "بخیر دل بہار" کی راگنی میں ان کی شاگردی اختیار کی اور دوسرے نے ایمن میں ان کی صاحبزادی کی۔ یہاں انتہائے مایوسی میں بے اختیار جی چاہا کہ طبلہ اپنے سر پہ دے ماروں یا سر طبلہ پہ ٹیک دوں، لیکن میر منور علی صاحب مجھ سے زیادہ تیز نکلے اور طبلہ کے ساتھ سارنگی کو بھی سنگوا کر بیٹھ گئے، کیا کہوں یہ چار دن کس خود فراموشی کے عالم میں بسر ہوئے ہیں یاران مخلص کا ایک جگہ بیٹھ جانا بھی واللہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

فی الحال میرا ارادہ لکھنؤ آنے کا نہیں ہے لیکن اگر زمانے نے فرصت دی اور مکروہات نے پیچھا چھوڑا تو نومبر کے پہلے ہفتہ میں چار دن کیلئے ضرور آؤنگا تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے اور جب سے یہ سنا ہے کہ تم نے وہاں

اپنا گھر بنا لیا ہے تو بے تابی اور بڑھ گئی ہے۔

—— ۱۷۵ ——

ممتاز!

یہ تم نے کیونکر جانا کہ مجھے گھر کی محبت نہیں، اور گھر گیا بھاڑ میں کیا تمہاری محبت بھی نہ ہوگی لیکن پیارے یہ تو بتاؤ کہ وہاں قیام کی صورت کیا ہے

سعدیا حبِّ وطن گرچہ حدیثے ست صحیح
نتواں مرد بہ سختی کہ من آں جا زادم

خدا کرے تم زندہ رہو کہ اس پیار سے کبھی کبھی پوچھ لیتے ہو، ورنہ اب اور کون پوچھنے والا باقی رہ گیا ہے۔ بہرحال آؤں گا اور وطن کی ویرانیوں پر آنسو بہانے جلد آؤں گا، خدا حافظ۔

—— ۱۷۶ ——

میرے عزیز دوست!

میرا معاملہ ان کے ساتھ کیا ہے، اب یہ نہ پوچھیے

نے رخصتِ اشکے نہ مرا فرصتِ آہے
دارم بہ رُخِ یار زغمہا بہ نگاہے

میں یوں ہی پُردل تھا آپ نے ہمدردی فرما کر اور غضب ڈھایا، آپکو کیا خبر کہ کتنی بار رو رو کر سینہ ہلکا کرنے کی کوشش کر چکا ہوں، لیکن دل ہو کہ امنڈا چلا آرہا ہے، آپ اپنے منہ سے کیوں کہیں، مجھے خود اسکا اعتراف ہی

کہ تنگ ظرف ہوں، تنگ حوصلہ ہوں، درد کی تاب نہیں ضبط کا یارا نہیں اور کس کس سے اس حقیقت کو دہراتا پھروں کہ

مرا صبر بے کم ست و درد بسیار ست می نالم

آپ کی ہمدردیوں کا شکر گزار ہوں اور آپ کی چارہ سازیوں کا ممنون ہوں لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں ایک زمانہ تھا کہ مجھے خودداری کا احساس تھا اور سعی و طلب میں بیقرار رہتا تھا لیکن رفتہ رفتہ نہ وہ خودداری باقی رہی نہ سعی و طلب کی وہ بے قراری یہاں تک کہ اب زندگی کا مفہوم بجز،

تنہا ملول بودن و تنہا گریستن

کے اور کچھ نہیں ہے۔

—— ۱۷۷ ——

محترمہ!

اشعار ملے اور تمام ان دردسامانیوں کے ساتھ جو بقول آپ کے آپکی زندگی کا سہارا، لیکن میرے نزدیک موت کا کفارہ ہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ "موج کوثر و تسنیم" کے لیے دنیا نے کتنی بار مجھ سے مطالبہ کیا اور میں نے ہمیشہ یہ کہکر ٹال دیا کہ دیکھا جائے گا۔ میں کسی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کون ہیں اور کیوں اپنے کلام کی اشاعت گوارا نہیں فرماتیں

آپ کا یہ شعر:-

بانسری بج رہی تھی دور کہیں
رات کس درجہ یاد آئے ہو تم

ابتک دماغ میں گونج رہا ہے، اب آپ نے دوسری صدائے دردناک سے تڑپا دیا معاذ اللہ

کس نے مجھ کو پکارا صحرا میں
ہائیں، آئی کدھر سے یہ آواز

جنگل کے سناٹے میں کسی عاشق آوارہ کا یہ محسوس کرنا کہ کوئی اسے پکار رہا ہے
ایسی مکمل تصویر انتہائے دحشت والفت کی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں

دشت کو چھوڑ کے میں اسکی گلی میں پہنچی
کیا کہوں، مجھ سے تو واں اور بھی ٹھیرا نہ گیا

میری ہلاکت کے لیے یہی شعر کیا کم تھا کہ آپ نے مقطع لکھ کر اور قیامت کر دی

ہم بھی جا پہنچے تھے یہ دیکھنے کیسی ہے نسیم
حال اس غمزدہ کا ہم سے تو دیکھا نہ گیا

باور کیجیے کہ آپ سے ملنے اور آپ کی داستانِ غم سننے کے بعد بھی مجھ پر اتنا اثر نہیں ہوا، جتنا آپ کے کلام سے ہوتا ہے، شاید اس لیے کہ جو نگاہ آئینے سے اُچسٹ کر آتی ہے وہ زیادہ قاتل ہوتی ہے۔

آپ کب تک لکھنؤ آئیں گی، غالباً محرم میں" ہاں، نہیں" دونوں صورتوں میں آپ کا سکوت ہی مناسب ہے، میرا لطف انتظار آپ کیوں غارت کریں؟

—— ۱۷۸ ——

نیاز نوازا،

کل انتہائی سراسیمگی کے عالم میں تھا کہ مکتوب گرامی پہنچا، سراسیمگی صرف اس لیے تھی کہ :-

چشم ہماں، قوتِ دیدش ہماں

لیکن اس کا کیا علاج کہ ——— "پردہ ڈالا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے"

بارے شکر ہے کہ آپ کی تحریر سے اضطراب کچھ کم ہوا اور اس خیال سے یک گونہ تسکین ہوئی کہ دنیا میں کچھ "دل" اور بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ لبریز شکایت ہیں

میں نے متعدد بار لکھا کہ یہاں آئیں، ان کو بھی ساتھ لائیں، تاکہ ایکبار اور پھر کے لیے دیکھ کر یک سوئی حاصل کر لی جائے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہی کہ ان کی نیت خراب ہے، بہرحال اب اگر کوئی تدبیر ہے تو صرف یہ کہ آپ (اور اگر نامناسب نہ ہو تو یہ فقیر بھی) دونوں ساتھ اچانک وہاں پہنچ جائیں اور اس حال میں گرفتار کر لیں کہ انکے ہاتھ خون سے رنگین ہوں۔

یہ میں نے صرف اس لیے لکھا کہ آپ کی بے قراری یوں آپ کو چین نہ لینے دے گی، ورنہ یہاں تو اس نوع کا اضطراب ہمیشہ مایوسی ہی نظر آیا ہے اور سچ پوچھیے تو میری تسکین اسی میں ہے

—— ۱۷۹ ——

صدیقی!

زحمت تو ہو گی، لیکن از راہ بندہ نوازی اختیار کیجیے اور جس طرح ممکن

ہو قاضی صاحب سے ملکر یہ معلوم کر لیجیے کہ جو اطلاع انھوں نے مجھے دی تھی کیا واقعی صحیح ہے۔ انھوں نے مجھے متعدد خطوط لکھے لیکن چونکہ انکی تصدیق کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوئی اسلیے میں نے مناسب نہ جانا کہ محض ان کے بیان پر اعتماد کر کے اس قدر طویل سفر کی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ قبلہ قاضی صاحب کس "ڈھب" کے آدمی ہیں اسلیے ممکن ہوں تو دیگر ذرائع سے بھی ان کے بیان کی تصدیق کر لیجیے۔ میں آپکے جواب کا منتظر ہوں اور نہایت بے چینی کے ساتھ۔

—— ۱۸۰ ——

شیخ صاحب!

واللہ! آپ بھی کیا باتیں کرتے ہیں۔ میں نے تو بہ ہی کب کی تھی کہ توبہ توڑنے کا الزام مجھ پر قائم کیا جائے۔ مجھے معلوم تو ہو کہ یہ آپ سے کہا کس نے وہ کون سا "دشمنِ جاں" دوست ہے جس نے آپ کو یہ باور کرا دیا، استغفراللہ!

بہر حال آپ مطمئن رہیے کہ اگر "خونِ دل" پینے کا نام آپ کے یہاں بادہ خواری ہے تو

فتوائے مے زساقیٔ کوثر گرفتہ ایم

میں وہاں اب بھی نہیں جاتا ہوں، اس سے پہلے بھی جاتا تھا، آیندہ کے متعلق بھی مجھے یقین ہے، آپ کو باور نہ آئے، یہ آپ کی بزرگی ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ۔

ما ہمانیم و ہمیں مستی ہر روزہ ہماں

قبلہ! گناہ دو قسم کے ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جسے "دعوت برگ و نوا" کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو "لذتِ جگر خواری" سے آگے نہیں بڑھتے، معلوم نہیں آپ نے مجھے کس معصیت کا مرتکب قرار دیا ہے۔ میری بے سرو سامانی و آشفتہ حالی کا جو عالم ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں کہ :۔

مرا در دہر پنداری وطن نیست

اس لیے ظاہر ہے کہ اس گناہ تک میری دسترس کہاں جو "اربابِ توکل" کے لیے "میر سامان" بن جاتا ہے۔ رہ گیا صرف دل کا خون کرنا سو بتائیے کہ وہ کون سی بڑی عبادت ہے جو نتیجے کے لحاظ سے اس کے تحت نہیں آتی، فرق اگر ہے تو صرف "محرابِ مسجد" و "محرابِ ابرو" کا اور یہ منحصر ہے ذوق پر

تو و زاہد او ہوشے و کنارِ امن گوشے

من و لغزشے و سیلِ نم چشم مے فروشے

معاف فرمائیے، اس سے مقصود نہ آپ کے خلوص کو صدمہ پہونچانا ہے اور نہ آپ کو دعوتِ معصیت دینا بلکہ صرف

نوحہ بر خویش و بے نوائی خویش

لیکن اگر آپ کو یہ بھی ناگوار ہے تو میں معذرت کے لیے بھی تیار ہوں مگر صرف اس حد تک کہ

زاینده نوامیدم و ز رفتہ شرمسارم

---

— ۱۸۱ —

جانِ نیاز!

خدا کے لیے کچھ تو کہو کہ یہ سکوت میری کس "ہرزہ سرائی" کا انتقام ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج کل تم کس کی معیت میں ہو اور اس نے کیسے زبردست "فریب جلوہ" سے تمہیں مسحور کر رکھا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ملنا ترک کر دو ملو اور ضرور ملو

لیک رہبر راشناس از راہ زن

تمہاری عمر سے تو نہیں لیکن تمہاری فراست و دانائی سے ضرور بعید تھا کہ اتنے بدحواس ہو جاؤ گے۔

ہر چند اس عمر میں زیادہ "ہوش و گوش" مجھے بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا اور یہ سن ہی جان پر کھیل جانے کا ہے، لیکن مرنے کا لطف مار رکھنے ہی میں ہے اور جہاں تم یہ کھیل کھیل رہے ہو، وہاں اس کی توقع نہیں،

بہر حال اگر ممکن ہو تو چند دن کے لیے یہاں آجاؤ، پند بزرگانہ سننے کیلیے نہیں بلکہ کوچۂ عشق کی راہیں سیکھنے کے لیے، ٹھوکریں کھانے کا سلیقہ حاصل کرنے کے لیے اور اگر جی چاہے تو یہ سننے کے لیے کہ:۔

اسے تماشا گاہ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

Rasool

۱۸۲

کل شام کو آپ کے برادرِ نسبتی، شاہ صاحب کا ایک پیام لائے۔ پیام تو خیر میں نے سنا یا نہیں سنا، لیکن یہ حیرت اب تک دور نہیں ہوئی کہ شاہ صاحب سے آپ کو یا میاں زاہد کو کیا واسطہ ــــ میں نے اُن سے تو پوچھا نہیں لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا قصہ ہے۔ کیا اس دوران میں آپ دہلی گئے تھے یا شاہ صاحب خود بریلی آئے تھے۔

اگر آپ واقعی اُن کے مرید ہو گئے ہیں تو خدا کے لیے مجھ سے کہہ دیجیے کیونکہ اُن کے کرامات کا تو میں عرصے سے قائل تھا لیکن، یہ بات کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ ان کے "فتراک روحانیت" میں آپ بھی کبھی صیدِ زبوں کی حیثیت سے گرفتار نظر آئیں گے۔

بہرحال اگر یہ صحیح ہے تو سوائے صبر کے کیا چارہ ہے، لیکن میں تو ایکبار آپ کی زبان سے سن کر "منزل یقین" تک ابھی پہنچ جانا چاہتا ہوں، آپ کے پیر تو اس درجے تک آپ کو جب پہنچائیں گے، پہنچائیں گے،

۱۸۳

عزیز مکرم!

اس میں شک نہیں کہ غالب کا جو شعر آپ نے لکھا ہے وہ نہایت پاکیزہ ہے اور جذبۂ رشک کا اظہار جس انداز سے کیا گیا ہے وہ گوناگوں کیفیات اپنے اندر لیے ہوئے ہے، لیکن یہ کہنا کہ غالب اس خیال میں بالکل منفرد نظر آتا

ہے غالباً درست نہیں

غالبؔ[1] کے شعر میں دو ٹکڑے نہایت پاکیزہ ہیں، پہلے مصرعہ میں "دیکھنا قسمت" اور دوسرے مصرعہ میں "کب مجھ سے دیکھا جائے ہے" اس میں زیادہ لطیف شاعرانہ خوبی اس لیے پیدا ہوگئی ہے کہ "دیکھنا" دو علحدہ علحدہ معنوں میں استعمال ہوا ہے ایک جگہ "نظارہ کرنے" کے مفہوم میں اور دوسری جگہ "گوارا کرنے" کے معنی میں۔ اس وقت فارسی کا ایک شعر یاد آگیا، اسے بھی سُن لو:۔

در محبت بیشتر جانِ مرا از رشک سوخت
آں کہ بر رویش نظر بسیار نتوانست کرد

اس کے دوسرے مصرعہ میں جو کیفیت ہے اس کا غالبؔ کے شعر میں کہیں پتہ نہیں یہ شعر مرزا مظہر کا ہے جو غالبؔ سے بہت متقدم العہد تھے۔ غالبؔ کے سامنے یہ شعر تھا یا نہیں، اسکا علم کسے ہے، لیکن دونوں کا فرق کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں، شعر کے محاسن، جن کا تعلق صرف وجدان سے ہے، کبھی بیان میں نہیں آسکتے لیکن جانتا ہوں کہ تم مانو گے نہیں اس لیے مختصراً عرض کرتا ہوں،

غالبؔ کہتا ہے کہ قسمت کی خوبی دیکھیے کہ محبوب کو دیکھنے کے بعد خود مجھے اپنے آپ پر رشک آنے لگتا ہے اور اس لیے میں اسے اب دیکھ بھی نہیں سکتا مرزا مظہر نے پہلے مصرعہ میں لفظ بیشتر کہہ کر دوسرے مصرعہ میں اس کو

---

[1] غالبؔ کا پورا شعر یہ ہے:۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

جس خوبی سے پھیلایا ہے وہ شاعرانہ بلاغت کی انتہا ہے
غالب کے یہاں تو معاملہ صرف اس حد تک پہونچ کر ختم ہوگیا کہ ازراہ رشک
وہ محبوب کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا مظہر ایک منزل اور آگے بڑھ گئے یعنی
باوجود اس رشک کے بھی ان کو اپنے دل پر قابو نہ تھا جسے لفظ بیشتر سے ظاہر
کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے مرزا مظہر نے رشک کی تخصیص نہیں کی جس سے مفہوم
زیادہ وسیع ہوگیا اور غالب کی سی تخصیص "انا و لا غیری" باقی نہیں رہی پھر
دوسرے مصرعہ کا انداز بیان جس قیامت کا ہے اسکے اظہار کی ضرورت نہیں

—————— ۱۸۴ ——————

آپ بھی کیا داستان لے کر بیٹھے ـــــ اے حضرت! آجکل کافر و مسلمان
دونوں کا ایک حال ہے، نہ اُس کو شیوۂ کافری کا پاس نہ اِس کو آئین مسلمانی کا
لحاظ یہ وہ زمانہ ہے کہ :-

چراغ کعبہ و بت خانہ بے پروانہ می سوزد

دنیا بدل گئی، اس کا تمدن بدل گیا، عورت مرد ہوگئی، مرد عورت بن گیا اور
آپ کو ہنوز اصرار ہے کہ ریش دراز بھی ہو اور منت کش شانہ بھی!

دین و مذہب کے باب میں غالب اپنا فلسفہ ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے

سنگ و خشت از مسجد ویرانہ می آرم بشہر

خانۂ در کوئے ترسایاں عمارت می کنم

یعنی اگر کسی مذہب میں یہ قوت باقی نہیں رہی کہ وہ نظام تعمیری کو قائم

رکھ سکے تو مناسب یہی ہے کہ اس کی ویرانی پر کسی اور زندہ مذہب کی تعمیر شروع کی جائے

اب مذہب نام ہے صرف سیاست کا اور سیاست کی نہایت ہے صرف صنعت و تجارت کی ترقی، اس لیے اگر آپ کو واقعی مذہبی نزاع سے دلچسپی ہے تو سرمایہ داری کی حمایت کیوں نہ کیجیے کہ تاریخ مذہب کے باقیات میں سے اب بھی ایک چیز دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے، اب زمانہ "حی علی الصلوٰۃ" کی پکار کا نہیں بلکہ "حی علی العمل" کا ہے

راہیکہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما

لیکن آپ کیوں سمجھنے لگے؟

۱۸۵

آپ تو وعدہ کرنے سے تھکیں گے نہیں لیکن میرا پیمانۂ صبر بالکل لبریز ہو چکا ہے آپ کی محبت میں زیادہ سے زیادہ مجھے وہی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے جو قیس عامری کو لیلےٰ کے عشق میں حاصل تھا، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لیلیٰ کے جھوٹے وعدوں سے تنگ آکر ایک دن غریب مجنوں کو بھی اونٹ کی مہار پکڑ کر آخر کار یہ کہہ دینا ہی پڑا:-

بدار اے ساربان محمل زمانے
کہ عہد وصل را آخر زمان ست

اس لیے پہلے سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ اس مرتبہ بمبئی جاتے ہوئے آپ میرے پاس نہ ٹھیرے تو خیر مجنوں والی حرکت تو ممکن نہیں کیونکہ شرق اونٹ اور انجن کا ہے، لیکن بخدا وہیں پہنچ کر ایک ہنگامہ برپا کر دونگا اور آپکی ایک معذرت نہ سنونگا۔ ہاں تو بتائیے آپ کس تاریخ کو وطن چھوڑینگے؟

—— ۱۸۶ ——

عجیب عقلمند انسان ہو ۔ میں نے یہ کب لکھا تھا کہ تم خود ان سے ملو اور معاملہ کو خراب کر دو۔ مدعا تو یہ تھا کہ تمہارے حالات ان تک پہنچ جائیں اور پھر دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ خیر، اب میں کوئی اور تدبیر سوچوں گا، لیکن اگر تم نے پھر اپنی حماقت سے کوئی رخنہ پیدا کر دیا تو —— ؟

اپنے عمو جان سے میرا سلام کہو اور پوچھو کہ انہیں کچھ خبر ہے مجھ پر کیا گزر رہی ہے وہ یہ سن کر غالباً ہنس دیں گے لیکن مجھے تم یہ لکھنا نہیں،

—— ۱۸۷ ——

آؤ! آؤ! اور تمام ان مختصر سامانیوں کے ساتھ آؤ جو قدرت نے صرف تمہارے لیے مخصوص کر دی ہیں

اے گردِ راہِ تو بہ جہاں نو بہار من

لیکن اسکے کیا معنی کہ آنے سے قبل ہی تم نے اپنی واپسی کی بھی تاریخ متعین کر دی

—— ۱۸۸ ——

سرکار! عتاب نامہ ملا اگر یہ کہوں کہ اس کو دیکھ کر میں کانپ اٹھا تو

واقعہ کے خلاف ہوگا اور یہ نہ کہوں تو آپ اور زیادہ برہم ہوں گے۔ عجیب کشمکش میں ہوں کہ آپ کے غصہ کا احترام اور اپنی بے گناہی کا وقار دونوں بیک وقت کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

اب تو کئی دن گزر گئے ہیں، غالباً غصہ کم ہو گیا ہوگا اور اپنی رنجش بے جا کا احساس تو خیر کیا، لیکن کم از کم دوسروں کی معذرت سننے کی تاب ضرور پیدا ہو گئی ہوگی۔

میں اصل معاملہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا، بلکہ صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں آپ کا دشمن ہو سکتا ہوں کیا میں اس درجہ بداخلاق ہو سکتا ہوں کہ آپ ایسے محسن و کرم فرما سے منحرف ہو جاؤں۔ آپ کو تو خیر کیا غصہ آیا ہوگا، غصہ مجھے آیا ہے جب آپ کا خط ملا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے یہاں قدر وفا اس طرح کی جاتی ہے۔ بہرحال میں پھر وہی عرض کرتا ہوں جو اس سے قبل بارہا عرض کر چکا ہوں اور اگر اب بھی آپ کو اعتماد نہیں تو خدا حافظ،

اگر ز بندگیٔ چوں منے ترا عار ست
تو زندہ باش خریدار بندہ بسیار ست

—— ۱۸۹ ——

اجی کیوں بناتے ہو۔ وہ اور التفات جنہیں ظلم کرنا بھی گوارا نہیں اور تو کیسے

تو در اندرون بہ رستم یار بستہ ایم

ورنہ یہ ساری "ہیمرز انسٹی" کب کی خاک میں مل گئی ہوتی۔

سچ پوچھو تو وضع نباہ رہا ہوں، ورنہ
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا

یہ جانتا ہوں کہ فطرت بُری نہیں، خوبری ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ "خوئے بد" کے لیے بہانوں کی کمی نہیں بہرحال مجھے کوئی خاص شکایت اُن سے نہیں ہے اور ہو بھی تو کس امید پر۔ تم نے یہ ذکر کر کے دبی ہوئی چوٹ اُبھار دی اچھا نہ کیا، مگر تم کیا ان سے کم ہو۔ میں ایک ہفتے کے بعد کلکتہ جا رہا ہوں اگر تم نے حد درجہ اصرار کیا تو شاید ایک دن کے لیے تمہارے پاس ٹھہر جاؤں ورنہ جی تو نہیں چاہتا۔

بے رحم و غافل ایں چنیں سفاک و قاتل اینچنیں

۱۹۰

میرے عزیز دوست!

میں جانتا تھا کہ اس محفل میں میرا ذکر آئے اور تم دبی زبان سے بھی کچھ نہ کہو قیامت تک ممکن نہیں، واللہ لطف آگیا، تم یوں صاف صاف کہتے تو بات ہی کیا تھی، بہرحال تمہارا مقصود پورا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، میرا ذوق ضرور ایک حد تک آسودہ ہوگیا،

پارۂ شوخ دیار دشنگیں ہائے دشنام ناتمام کیسے

۱۹۱

صدیقی — جی ہاں میں کشمیر سے واپس آگیا لیکن اب آپ کو ساری

داستان سنانے بیٹھ جاؤں یہ میرے بس کی بات نہیں

حرفے ست اینکہ در شب مہتاب گفتنی ست

اور اس کا موقع اب شاید ہی کبھی اس زندگی میں میسر آئے۔ چاندنی نام ہے انعکاس ماہ کا، نسیم باغ کی آبشاروں میں شالامار کے فواروں میں۔ سو وہ یہاں کہاں؟ آپ پوچھتے ہیں کہ وہاں سے آپ کے لیے کیا لایا؟ یہ پوچھتے کہ پاس کیا تھا جو بچا لایا

سرزمین حسن و عشق کے زائرین کے لیے مایۂ ناز تہی دستی ہوا کرتی ہے نہ کہ پرمائگی۔ مگر آپ اس سے کیا واقف۔ کبھی قربانی کی ہوتی تو جانتے

۱۹۲

کرم تمامی کا شکریہ۔۔ ایک جلد "جمالستان" کی پیش کرتا ہوں، جب مشاغل حیات سے فارغ ہو کر آپ کسی اور کام میں وقت صرف کرنا پسند کریں تو اس مجموعہ پر بھی اک نگاہ ڈال لیجیے،

داد کا طالب ہوں، کیونکہ شاعرانہ انکسار سے کام لے کر کبھی میں نے خود بھی اس کی برائی کسی سے نہیں کی۔۔ آپ اس کو جس نگاہ سے دیکھیں، لیکن چونکہ میرے ماضی کے بہت سے نقوش اس میں مرتسم ہیں اس لیے میں تو ان کی پرستش کرتا ہوں اور یوں بھی آپ جانتے ہیں کہ:۔

خودنمائی خداشناسی ہاست

—— ۱۹۳ ——

بندہ نواز!

باور کیجیے "پیر کنعاں" کی طرح پیراہن پرست نہیں ہوں —— زمرۂ اہل یقیں سے ہوں، خلوتیانِ راز میں سے ہوں، اور جو کچھ کہتا ہوں اسکی حقیقت مولانا روم بیان ہی کر چکے ہیں کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

اس میں شک نہیں کہ صورت و وضع کے لحاظ سے وہ بہت دلکش چیز ہیں علاوہ اس کے آنکھوں میں کشش بھی ہے اور باتوں میں کافی سے زیادہ دلربایانہ انداز بھی۔ لیکن آپ اس تبلیغ کو عمرو زید تک محدود رکھیے تو بہتر ہے ورنہ کیا فائدہ، کسی وقت کوئی "رندِ ژولیدہ مو" بگڑ گیا اور ان کی کارگاہ دردینی کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے

رہا میرا سوال، سو آپ کے فرمان کی تعمیل میں لات و منات کی پرستش پر بھی تیار ہوں، ورنہ یوں تو آپ واقف ہی ہیں کہ میں خود کس مرتبہ کا انسان ہوں

زطوطیانِ شکر خاگوے وازمن جوے
نشاطِ زمزمہ و لذتِ جگر خواری

—— ۱۹۴ ——

آپ زندہ رہیں کہ آپ کی زندگی، زندگی ہے، میں کیا اور میری حیات

کیا حشرات الارض اپنے وجود کو گوارا بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم درندے نہیں ہیں، حالانکہ نظام عالم قائم ہے صرف درندگی پر اور جو سب سے زیادہ درندہ ہے، اسی کو سب سے زیادہ جینے کا حق حاصل ہے۔

بہرحال آپ کے ولولۂ حیات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں مگر رشک نہیں کرتا خوشی اسلیے کہ اپنے حلقے میں کوئی ایک تو "نبرد آزما" نکلا اور رشک نہ کرنیکا سبب یہ کہ میں آپکی سطح پر آنیکا اہل ہی نہیں، سوختہ پر بھی ہوں اور شکستہ ناخن بھی

رہ نمی آید و لم یار و روزگار
شیشۂ طاقت بہ سنداں می زنم

## ۱۹۵

اگر میں کبھی خط بھیجنے میں تاخیر سے کام لیتا ہوں تو خیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ

ہر دم زیاد دم می روی تا یاد و بسیارت کنم

لیکن تم اپنے تغافل کی کیا تاویل کر سکتے ہو؟

تیغ بر کف، بادہ در سر خندہ پنہاں زیر لب

خیر یہاں تک تو صرف شاعری تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے کچھ خوش نہیں ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں نہیں یاد رکھوں میں نے چلتے وقت تم سے کس منت سے کہا تھا کہ دیکھو عزیز کا خیال رکھنا اور تم نے وعدہ بھی کیا تھا، لیکن مجھے یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ تم اس غریب کو کبھی کبھی حاضری کا بھی موقع نہیں دیتے، ہمدردی کیا خاک کرو گے۔

بہر حال میں تو مایوس ہو چکا ہوں اور اس لیے مطمئن ہوں، اس غریب کو ابھی تک۔ البتہ یقین نہیں آیا کہ تم اس درجہ سنگ دل ہو، لیکن آخر کب تک؟ ایک نہ ایک دن کلیجے پر پتھر رکھ کر وہ بھی بیٹھ جائے گا۔

—— ۱۹۶ ——

عزیز گرامی!

کل مکتوب سامی ملا، آج اس کی تعمیل کر رہا ہوں، امتثال امر کی اگر کوئی اور ایسی مثال نظر آئے تو مجھے بھی مطلع فرمائیے گا۔

تصویر بھی حاضر ہے اور سوانح حیات بھی، یہ بھی مختصر وہ بھی مختصر، خدا کرے آپ آئندہ جغرافیہ و ریاضی کے جھگڑوں میں مجھے مبتلا نہ کریں کیونکہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کب، اور کہاں پیدا ہوا، زندگی کے دیگر سوانح کا ضبط و انحصار کیسا؟ تاہم سن و پیدائش و وفات کی جگہ آپ "ازل تا ابد" لکھ سکتے ہیں اور سوانح زندگی کی جگہ صرف یہ شعر

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بدم، پختہ شدم، سوختم

—— ۱۹۷ ——

صدیقِ مکرّم!

لطفِ عمیم نہیں چاہتا، نوازش خاص کا طلب گار ہوں، نگاہِ تماشہ طلب نہیں رکھتا کہ تماشائے نگاہ کی تمنا ہو، دنیا کے ساتھ آپ کا جو معاملہ بھی ہو مجھے

اس سے غرض نہیں، میں تو کچھ ایسی چیز چاہتا ہوں جو میرے لیے ہو۔ اسلیے سوال التفات و عنایت کا نہیں،

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو

خدا کرے بہ تقریب حسب دل خواہ انجام کو پہنچ جائے ــــ دعا گو ہوں جہاں رہوں گا یہی زبان سے نکلے گا۔ــ شرکت پر اصرار نہ فرمائیے آپ کا حلقۂ احباب وسیع اور یہاں "طبع اندوہگیں" کا یہ عالم کہ خود اپنی زندگی سے بیزار ممکن ہے کوئی صورت ناخوشگوار پیدا ہو جائے

خطے بہ ہستیٔ عالم کشیدیم از مژہ بستن
زخود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را

ــــــــ ۱۹۸ ــــــــ

قبلۂ محترم!

نامۂ گرامی جسے "دفتر تدبیر و مصلحت" کہنا زیادہ موزوں ہوگا، پہونچا مخلصانہ ہمدردیوں کا شکریہ، لیکن کیا کروں فطرتاً کج بیں ہوں اور آپ کی "صراطِ مستقیم" مجھے نظر ہی نہیں آتی، آپ فرماتے ہیں کہ بدنامی و رسوائی بُری چیز ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ :-

عشق منت می نہد آں را کہ رسوا می کند

آپ کا نظریۂ حیات یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے اس آواز کی طرف چلو جدھر ساری دنیا جا رہی ہے، یہاں فلسفۂ زندگی یہ ہے کہ جبتک خود اپنے اندر سے

کوئی آواز پیدا نہ ہو قدم نہ اٹھاؤ۔ آپ جرسِ کارواں کے پابند، میں صدائے قلب کا متمند، آپ کو ایمن وطور کی جستجو اور یہاں

پروانہ چراغ مزارِ خودیم ما

الغرض — من از آتش دخاں بینم تو آتش از دخاں بینی

آپ ہی فرمایئے اتحادِ خیال کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تاہم آپ نے جس محبت و خلوص سے میری رہبری فرمائی ہے اس کی ضرور قدر کرتا ہوں اور متمنی ہوں کہ گاہے گاہے اس "خانماں خراب" کو ضرور یاد فرماتے رہیں۔

—— ۱۹۹ ——

"بزمِ سرور" کا اولین پیام اور میرے لیے

بیار بادہ کہ ماہم غنیمتیم ہنوز

اربابِ بزم کی اس رعایت ذوق کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ فی الحال اس "اعترافِ عجز" ہی کو قبول کیجیے، شبِ ماہ، سبزہ زار اور چند نوجوانوں کا اجتماع! یہ آپ نے کیا سنایا، یہ میں نے کیا سنا، معاذ اللہ!

ببرید از منِ دیوانہ بہ طفلاں خبرے

میں نے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھا کہ شاید مجھے بھی دعوتِ "آب جو" دی گئی ہو، لیکن پھر یہ سوچ کر کہ

بچہ رُو بہ جلوہ آید طلبِ نیاز منداں

نہ دلِ نیاز خرّم، نہ لبِ امید خنداں

صبر کر کے بیٹھ گیا — تاہم میری دعائیں، میری تمنائیں اور میری ہر وہ خواہش جو پوری نہیں ہو سکی آپ کے ساتھ ہے اور میری زندگی کے لیے یہ کیا کم ہے کہ
"ہوں تو کسی کی نگاہ میں!"

—— ۲۰۰ ——

کیوں صاحب!

خود ہی بدگمان ہونا اور خود ہی روٹھ جانا! قیس و فرہاد ہوتے تو ایک نہ ایک دن تنگ آ کر وہ بھی استعفائے محبت پیش کر دیتے چہ جائیکہ وہ جو خود "نازِ یکتائی" میں آپ سے کسی طرح کم نہیں۔

اس میں کلام نہیں کہ آئینِ وفاکیشی میں جس صبر و ضبط کی ضرورت ہے اس سے زیادہ وہ غریب زیادہ واقف نہیں لیکن آپ اپنی دل آزاریوں کو بھی تو دیکھیے کہ رستم و اسفندیار ہوں تو وہ بھی خون تھوکنے لگیں، چہ جائیکہ اس نزاکت پسند تمدن دور کا آپ ہی کی طرح ایک نازک انسان۔

میں جانتا ہوں کہ آپ کی ان تمام بدگمانیوں کا باعث آپ کی شدید وابستگی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ہی کی تسکین سے کب اس کا اضطراب دور ہوتا ہے، نہ اس کے شوق میں اعتدال، نہ آپ کی دار و گیر کی کوئی انتہا ایک نہ ایک دن اس "کارگاہِ مینائی" کا ٹوٹنا ضروری ہے۔

بہرحال اس مرتبہ تو آپ مجھ پر احسان کیجیے اور کسی نہ کسی طرح من جائیے اسکے بعد اگر پھر کبھی آپکو بیگانگی کی شکایت اسکی طرف سے ہو تو بلا لیجیے گا۔

۲۰۱

شفیق محترم!

پرسوں گرامی نامہ ملا، اور ہر چند آپ نے اس کا جواب بہ واپسی ڈاک طلب فرمایا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس وقت سے پہلے مجھ کو جواب دینے کی فرصت نہ مل سکی۔ معذرت خواہ ہوں۔

غالباً اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ جس حد تک سوال صرف تعمیل ارشاد کا ہے، مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے، لیکن اگر بحث مصلحت اور طلب رائے کی آ پڑی تو یقیناً اس باب میں آپ مجھے اپنا ہم نوا نہ پائیں گے

آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ دنیا میں آہن کا جواب آہن ہی سے دیا جا سکتا ہے میں خود علاج بالمثل کا بڑا حامی ہوں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتا ہوں کہ فطرت خود کسی خاص اصول کی پابند نہیں ہے اور اس لیے ابناء فطرت کے سامنے کبھی کبھی ایسی صورتیں آجاتی ہیں کہ جی چاہتا ہے تلوار کھینچ کر سامنے آجانے کو لیکن کاربرآری ہوتی ہے سپر ڈال دینے سے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کو جو تکلیف پہنچائی گئی ہے اس کا اقتضاء یہی ہے کہ انتقام لیا جائے، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی بلندی فطرت سے ایک انچ نیچے نہ اُتریں

آپ کے احساس خودداری کو جو صدمہ پہنچایا گیا ہے اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے وقار نفس کا خون کر دیا جائے، لیکن جب اس کا

ضمیر ہی مردہ ہو تو کیا صرف جسمانی آزار یا صعوبت قید و بند سے تلافی ممکن ہے
اگر اس کے بعد بھی آپ کو اصرار ہو تو میں تعمیل فرمان کیلئے تیار ہوں۔
مسودہ بھجوا دیجیے میں کسی ہوشیار وکیل سے مشورہ کر کے استغاثہ دائر کر دونگا۔

—— ۲۰۲ ——

اللہ، اللہ، آپ اپنا شمار بھی ان لوگوں میں کرتے ہیں کہ "نہ آئیں تو بلائے نہ بنے" کیوں پاگل ہوئے ہو۔ کیوں تماشا بننا چاہتے ہو۔ وہ منظر کبھی دیکھا ہے جب کشاں کشاں جانور کو مذبح کی طرف لے جاتے ہیں ——— بس سمجھ لو کہ یہی حشر تمہارا ہونا ہے

اس لیے اگر خیریت چاہتے ہو تو بے چون و چرا، چپکے کان دبائے ہوئے کل ٹھیک ۷ بجے شام کو یہاں پہنچ جاؤ ورنہ

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری

—— ۲۰۳ ——

خط کیا، "واسوخت" ملی، تم پر رحم بھی آیا اور غصہ بھی۔ غصہ اس لیے کہ میرا کہنا تم نے نہ سنا، اور وہاں کی آمد و رفت ترک نہ کی۔ رحم اس لیے کہ جن نگاہوں کا یہ عالم ہو

کہ اندرونِ حرم می زنند قافلہ را

ان کے نزدیک تمہاری حقیقت ہی کیا ہے اور جو تباہیاں بھی تم پر نازل کریں کم ہیں۔ میں نے پہلے ہی تم کو سمجھا دیا تھا کہ انسان بعض اوقات خود

اپنی صداقت سے بھی دھوکا کھا جاتا ہے اور آخر کار وہی ہوا ——— تم کو اپنے خلوص پر اعتماد، ادھر نمایش بے تعلقی میں بھی محبت کا رنگ۔ تم کیا کوئی فرشتہ ہوتا تو وہ بھی اپنی ایمان سلامت نہ لے آتا — ہاروت و ماروت کی مثال سامنے موجود ہی ہے، اس لیے اب یہ شور و واویلا کیسا؟

محبت میں دل کی سب سے بڑی قربانی یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپکو زخمی کر لیتا ہے بلکہ یہ کہ وہ اندمال جراحت بھی نہیں چاہتا

نہ خورد زخم دراں کوچہ کہ مرہم باشد

ہوش میں آؤ، اب بچے نہیں ہو نام خدا جوانی آئی ہے اور دیوانہ وار آئی ہے، تمہارا دل خون نہ ہو گا تو کیا تمہارے دشمنوں کا ہو گا۔

اب کہ ہاتھ پانوں کانٹوں سے مجروح ہیں میں بھی یاد آ رہا ہوں، وطن کی یاد بھی ستا رہی ہے۔ لیکن جب پھولوں کی سیج پر ہو گے تو میں کیا خدا بھی یاد نہ آئے گا۔

کیوں گھبراتے ہو، بادل آئے ہیں تو نکل بھی جائیں گے، آج زیادہ نہ رو گے تو کل زیادہ ہنسو گے کیونکر؟

—————— ۲۰۴ ——————

استغفر اللہ! تم نے عجیب مذاق کیا کل تمہارا خط لے کر وہ تشریف لائے اور اس تکلف و تصنع کے ساتھ کہ اب کیا کہوں۔

آنکھوں میں سرمۂ دنبالہ دار، ہونٹوں پہ لاکھے کی بہار، گالوں پر غازہ

ابروؤں پر وسمہ، پنڈلیوں میں چپکا ہوا تنگ پاجامہ، پاؤں میں وصلی کا زرکار جوتا، تنزیب کی تنگ اچکن، نیچے جامدانی کے کرتہ کی جھلک بس یوں سمجھ لو

برتنش پیراہن گل تنگ بود

بیٹھتے ہی کلام کی فرمائش کی، مدعا یہ تھا کہ میں فرمائش کروں، بس پھر کیا تھا، یوں سمجھ لو کہ ۷ بجے شام سے آدھی رات تک جسمانی و روحانی کوئی اذیت ایسی نہ تھی جو اٹھا رکھی گئی ہو۔ اتفاقاً پہلے تو دو چار غزلوں کی داد میں نے دی لیکن اس کے بعد جب زبان نے یارانہ دیا تو خاموش ہو گیا، لیکن وہاں تو یہ عالم تھا گویا سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے اور دنیا کی کوئی قوت اسکو روک نہیں سکتی۔

خدا خدا کر کے جب بارہ بجے یہ دورہ ختم ہوا تو فرماتے کیا ہیں، اجازت ہو تو صبح پھر حاضر ہوں۔ میں نے کہا کہ یوں آپ کا گھر ہے جب مزاج میں آئے تشریف لائیے، لیکن کل صبح میں ایک نہایت ضروری کام سے آگرہ جا رہا ہوں فرمانے لگے، خیر کوئی حرج نہیں میں صبح حاضری ضرور دونگا کیونکہ ممکن ہے کسی وجہ سے یہ سفر ملتوی ہو جائے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ ان کے جانے کے بعد ہی فوراً اسٹیشن چلا آیا اور یہیں سے یہ خط لکھ رہا ہوں دیکھیے کب تک خارج البلد رہنا پڑتا ہے، خدا کیلئے کچھ بتاؤ کہ یہ کون ہیں، کیا ہیں اور تمہارے پاس کیونکر پہنچ گئے کہ یہ بلا تم نے میرے سر پر مسلط کر دی۔

---

۲۰۵

مطاعی الاعز!

اس میں شک نہیں کہ آپ سے زیادہ محبت کرنے والا مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا، یہ بھی درست ہے کہ دنیا کی ہر آسایش آپ کے یہاں مہیا تھی اور قولاً فعلاً ہر قسم کی آزادی مجھے میسر۔ لیکن اب کیا کہوں کہ مجھے وہاں کیا وحشت تھی اور میرے لیے وہاں ٹھہرنا کیوں دشوار ہو گیا۔ آہ!

کس چہ می داند کہ در بزم تو غمناکم چرا

آقائے محترم! دنیا میں ظلم و ستم کی تباہ کاریاں اتنی شدید نہیں جتنی لطف و کرم کی ہیں۔ اُس کے انتقام کے لیے تو آستینیں چڑھائی جا سکتی ہیں لیکن اِس کا علاج سوائے سر جھکا کر خاموش رہ جانے کے اور کچھ نہیں۔ پھر غور فرمائیے کہ میں کب تک اپنے دل کا خون کرتا رہتا اور آپ کو کیونکر سمجھا جا سکتا کہ مجھ میں اب تاب تحمل باقی نہیں۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی تھی جو بالکل میرے ضمیر کے خلاف آپ کا دل دکھانے پر مجبور کر رہی تھی اور اگر شاید دو دن اور میں وہاں رہ جاتا، تو آج آپ کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتا،

بہر حال آپ کا ممنون احسان ہوں اور جب تک زندہ ہوں اسکا اعتراف کرتا رہوں گا۔ لیکن اب آپ کے پاس آ کر قیام کرنا بالکل ناممکن ہے امید ہے کہ اس سے زیادہ تفصیل پر آپ مجھے مجبور نہ کریں گے، کیونکہ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ میں بالکل خاموش ہو جاؤنگا اور پھر آپکو اور زیادہ شکایت پیدا ہوگی خدا حافظ

— ۲۰۶ —

پیر صاحب قبلہ!

کل اتفاق سے سینما میں اُن سے ملاقات ہو گئی۔ میں تنہا تھا اور وہ اپنے ساتھ پوری رونق انجمن لیے ہوئے تھے۔ پہلے تو دُور ہی سے اشاروں اشاروں میں گفتگو ہوئی۔ لیکن درمیانی وقفہ میں وہ میرے پاس آئے اور زبردستی اپنے ساتھ لے گئے شاید اس لیے کہ میں ان کی کامیابی و کامرانی کی داد دوں۔

معاف فرمایئے۔ میں آپ سے متفق نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا انتخاب میں آنا باعث حیرت ہو۔ لیکن خود ان کا انتخاب، تو ایسا ہے کہ جلِ وصلِّ۔ میں اپنے جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں یہ تمام برہمی صرف اسلیے ہو کہ عناصر میں وہ اعتدال باقی نہیں۔

یہ درس اخلاق دینے والے بھی کس قدر ظالم ہوتے ہیں، جب تک خود جوان رہتے ہیں کسی کی سنتے نہیں اور بوڑھے ہونے پر چاہتے ہیں کہ دنیا سے جوانی ناپید ہو جائے۔ آپ کیوں خواہ مخواہ کو فت مول لیتے ہیں۔ وہ آپ کے بھتیجے ہیں اور میرے دوست۔ آپ کی طرح میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ان کا اخلاق خراب نہ ہو۔ لیکن اس کا بھی یقین ہے کہ اگر ہمیں آپ کو دوبارہ جوانی نصیب ہو جائے تو اسی عورت کے پیچھے ہم دونوں ایکدوسرے کے نہایت سخت رقیب ہو جائیں۔ اور نہ آپ اس بات کو دیکھیں کہ صورتاً آپ کو مجھ سے کیا نسبت ہے۔ اور نہ میں یہ دیکھوں کہ دولت کے لحاظ سے میں

آپ کے مقابلہ میں کتنا حقیر ہوں۔

خیر یہ تو دل لگی کی باتیں ہیں۔ لیکن میر صاحب واقعہ یہ ہے کہ آپکے بھتیجے نہایت سخت گرفت میں ہیں۔ اور میں کیا اگر موسیٰ بھی ایک بار انکو آکر سمجھائیں کہ جن زلفوں سے کھیل رہے ہو یہ نہایت زہریلے سانپ ہیں۔ تو شاید انھیں اسوقت بھی یقین نہ آئے گا۔

مجھ میں تو ہمت ہے نہیں کہ اس مسئلہ کو چھیڑ کر صلواتیں سنوں۔ آپ میں جرأت ہو تو کہیے اور اپنا وقار کھو دیجئے۔

———— ۲۰۷ ————

من موہن!

تمہارا جانفزا پیام پہنچا۔ لیکن اس وقت جب میں سکرات میں مبتلا ہوں سکرات، دل کی آرزوؤں کا، جب وہ خون ہو کر بہنے پر آمادہ ہو۔ بولو ——— اب کیا کہتے ہو؟

میں اگر تمہاری ناروا برہمی کا انتقام لیتا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ خود اعتراف جُرم کر لیتا اور خاموش رہ جاتا۔ اس لیے حیران ہوں کہ اب جبکہ تم خود اپنی غلط فہمیوں کا اقرار کر رہے ہو۔ میرے پاس کیسا ذریعہ اعتراف احسان کا ہو سکتا ہے،

بہرحال اب یہ خلش بیکار ہے۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اور۔

سر سراغ گر داری غبار بسیار است

تمہیں معلوم ہے کہ میری فطرت حد درجہ کمینہ واقع ہوئی ہے۔ اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کی طرف سے ایکبار دل مکدر ہونے کے بعد صاف ہو گیا ہو۔ پھر کیوں مجھے مجبور کرتے ہو۔ کیوں ستاتے ہو؟

اک کنارے پڑا ہوا ہے امیر
کچھ تمہارا غریب لیتا ہے

۲۰۸

میں آج بہت ملول ہوں۔ اس قدر ملول کہ تم میرے پاس ہوتے تو شاید رو پڑتا۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ پرسوں بیدل کا انتقال ہو گیا اور ایسی درماندگی کے عالم میں کہ خیال کرنے سے دل کانپ اٹھتا ہے، ہائے، ہائے! ایسا جوہر نایاب اور یوں ناقدری کی زندگی گذار دے۔ وہ جو دل میں جگہ پانے کے قابل ہو اس دنیا اتنا ٹھکرائے کہ کہیں سر چھپانے کی جگہ بھی اسکو نہ ملے۔ سنا ہے کہ رات کسی وقت پانی پینے کے لیے اٹھے اور بستر تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو گئے۔ میں ایک ہفتہ سے یہاں نہیں تھا۔ کل آیا تو حال معلوم ہوا۔

عرصہ سے سل کے مریض تھے۔ کلکتہ پہنچکر بخار میں مبتلا ہوئے۔ وہاں سے وطن واپس آئے تو معلوم ہوا کہ پھیپھڑا خراب ہو چکا ہے۔ یہاں بھوپال میں ان کے ایک ہموطن افسر الاطباء کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ ان کے پاس علاج کی غرض سے آئے لیکن ان سے بھی نہ بنی۔ بیدل کی نازک مزاجی سے تم واقف ہی ہو۔ حکیم ضیاء الحسن صاحب کا علاج شروع کیا۔ اور دوسرے

مکان میں اُٹھ گئے۔ اس غریب الوطنی، افلاس و کس مپرسی کے عالم میں بھی اس شخص کی شگفتگی کا وہی عالم تھا۔ علاج و ادارج تو بیکار تھا۔ یوں کہیے کہ مٹی یہاں کھینچ لائی تھی۔

ہائے! وہ بلبل ہزار داستان اس وقت گور غریباں میں ہزاروں من مٹی کے نیچے خاموش پڑا ہوا ہے اور کوئی ایک شخص بھی آنسو بہانے والا نہیں۔ سچ کہتا ہوں دل بہت بیقرار ہے اور ایک لمحہ بھی ان کی یاد سے خالی نہیں گذرتا۔ افسوس:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

۲۰۹

میں نے تم کو لکھا کہ جس طرح ممکن ہو چند دن کے لیے یہاں چلے آؤ۔ تم نے جواب تک نہ دیا۔ پھر یہ درخواست پیش کی کہ اچھا انھیں کو اپنے پاس بلا لو۔ یہ بھی سُنی اَن سُنی کر دی۔ سب سے اخیر میں مجبور ہو کر لکھا کہ بھیج رہا ہوں تو فوراً گھبرا کر بول اٹھے کہ "میرا تو دہلی جانا ضروری ہے" پھر حیران ہوں کہ باوجود ان تمام بے رحمیوں اور سفاکیوں کے جو ہیں یہ چاہتا ہوں کہ:۔

کاشکے تم مرے لیے ہوتے

سو، کیوں۔؟

تمہیں خبر نہیں کال ایک ہفتہ سے اسی فکر میں مبتلا تھا کہ ادھر یا اُدھر فیصلہ کر لینا ضروری ہے۔ اس لیے میں تم کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فیصلہ

میں کر چکا اور اب اگر تمام کرّ و بیان ملاءِ اعلیٰ جمع ہو کر مجھے اس عزم سے ہٹانا چاہیں گے تو نہ مانوں گا۔ اچھا تو سنو۔ کہ پرسوں شام کو نکاح ہو رہا ہے۔ تمہاری مرضی ہے۔ آؤ یا نہ آؤ گے تو بھی یہی ہو کر رہے گا۔ اور نہ آؤ گے تو بھی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لو گے سو یہ میں خدا سے چاہتا ہوں۔ تکلیف تو ہو گی مگر بلا سے۔ آیندہ کے سکون کے لیے جرّاح کا نشتر کیا۔ جلاد کی تلوار بھی گوارا کرنا پڑتی ہے خدا حافظ!!

―――――― ۲۱۰ ――――――

عجیب مصیبت ہے۔ تم سے باتیں کرنے کے لیے چاندنی رات اور سبزہ زار کہاں سے لاؤں۔ میں چاہتا ہوں اک "جہانِ مختصر" جہاں میرے تمہارے سوا کسی اور کی گنجایش ہی نہ ہو۔ اور تم شکوہ و شکایت کو بھی اک "تماشہ" بنانا چاہتے ہو،

بیکسی کہو یا نا اہلی۔ صبر و شکر کہو یا خدا کی مار۔ یہاں طبع اندوہگیں کا یہ عالم کہ نسیم و صبا کی منت پذیری بھی گوارا نہیں اور

دل را در آتش افگنم و بوئے او کنم

برخلاف اس کے تمہارے کھلنڈرے پن کا یہ حال کہ

ہر سایۂ خارے شکن طرفِ کلاہ ست

پھر تمہیں بتاؤ کہ تمہارے اس طلب و تقاضہ کا جواب مجھ ایسے بے برگ و ساز

انسان کی طرف سے سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہو رہوں۔ بہتر ہے سنائے جایئے اور میرے اس احساس کو برابر قوی کرتے جایئے کہ

داغم ازیں کہ با تو چرا آشنا شدم

—— ۲۱۱ ——

بندہ نواز!

کل ہی شام کو پشاور سے واپس آیا ہوں۔ اور ہر چند گرامی نامہ مجھے وہیں مل گیا تھا۔ لیکن جواب چونکہ اسی سرزمین سے متعلق تھا اس لیے تعمیل ارشاد میں غیر معمولی تعویق ہو گئی۔ معافی چاہتا ہوں۔

اول تو یہاں کوئی قابل ذکر کتب خانہ موجود نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جس کتاب کی آپ کو جستجو ہے وہ ممکن ہے مدرستہ الواعظین میں مل سکے لیکن وہاں کسی سے میری شناسائی نہیں ہے۔ اور نہ پیدا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایک بار میں نے جناب شہر بانو کے مسئلہ میں خالص شیعی نقطۂ نظر سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی تھیں۔ اور یہاں کے اکابر سے خط و کتابت کی تھی، لیکن آپ غالباً یہ سنکر حیران ہوں گے کہ کسی ایک نے بھی مجھے لائق خطاب نہ جانا۔ پھر آپ ہی بتایئے کہ اب وہاں کیا منھ لیکر جاؤں۔

چونکہ آپ بھی "منہم" ہیں اس لیے آپ لکھیے۔ شاید جواب مل جائے۔ گو میں جانتا ہوں کہ لکھنؤ کے شیعہ حضرات سوائے اپنے کسی دوسری جگہ کے شیعہ

کو بھی اچھی قسم کا شیعہ نہیں سمجھتے۔ جیسے عرب کہ اُن کے نزدیک مسلمان وہی ہے جو مکہ میں پیدا ہوا ہو۔ خواہ بخواہ ہجرت مدینہ کے وقت اس کے خاندان نے رسول اللہ کی چغلی ہی کیوں نہ کھائی ہو۔

——— ۲۱۲ ———

صدیق محترم!

کل کا حادثہ سنو۔ صبح سے تیاریاں کر رہا تھا کہ شام کو ان سے ملوں گا۔ تو یہ کہوں گا۔ اس اس طرح شرمندہ کروں گا۔ اور جب وہ لاجواب ہو جائینگے تو فاتحانہ انداز سے واپس آؤں گا۔ اور تمہیں لکھوں گا کہ دیکھی تم نے میری جادو بیانی؟ اس کو کہتے ہیں "مرداں چنیں کنند" لیکن شام کو کیا ہوا۔ اب تفصیل پوچھ کے کیا کرو گے۔ ہزیمت و شکست کی داستان دُہرانا کون سا دلچسپ شغلہ ہے۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ

نگہے کرد کہ صد ملتمس از بام رفت

الفاظ زبان تک آ آکر واپس گئے۔ شکایتیں لب تک آ آکر رک گئیں اور "نگاہیں، ڈوب کر رہ گئیں جام لبالب میں"

میں سمجھتا تھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس میں مبالغہ ہی مبالغہ ہے لیکن کل وہاں پہنچکر پتہ چلا کہ حقیقت اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ اچھا تو آؤ ہم تم دونوں ملکر کسی دن پھر قسمت آزمائی کریں۔ لیکن کیا ہوگا اگر وہ اس وقت بھی عذر آزما نہ ہو سکے۔

اللہ، اس قوم سے بچائے۔

—— ۲۱۳ ——

جراحت نواز!

تم بھی وہی کہنے لگے جو ساری دنیا کہتی ہے۔ تمہیں تو میں اس درجہ ناآشنائے راز نہ سمجھتا تھا۔ لوگ مجھے ہنستا ہوا دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ واقعی میں بہت خوش ہوں کسی کے پاس غرض لیکر نہیں جاتا تو زمانہ سمجھتا ہے کہ میں بہت فارغ و مطمئن ہوں کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتا تو باور کیا جاتا ہے کہ میں بڑا سرمایہ دار بڑا دولت والا ہوں۔ مگر کسی کو کیا خبر۔

چو غنچہ شیشۂ ما را ہزار پیوند ست

خود بھی فریب میں مبتلا ہوں اور دوسروں کو بھی اسمیں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔ کسی کو کیا خبر کہ میرے اس سکون کی تہ میں کیسا عظیم طوفان برپا ہے اور اس ہاتھ پاؤں توڑ کر ایک جگہ بیٹھ جانے میں کتنی گرانجانیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر میری خلوت میں اگر میرے ساتھ رایتیں آنسوؤں سے تر نہیں کر سکتے۔ تو کیوں میری جلوت میں اگر میرے ساتھ ہنسنا چاہتے ہو

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ

—— ۲۱۴ ——

غالب نے اپنی ایک فارسی مثنوی میں خدا کو خطاب کر کے کہا ہے کہ

چو تا گفتہ دانی نہ گفتن چہ سود

آپ خدا نہ سہی۔ میرے خداوند سہی۔ لیکن جب آپکی روشن ضمیری کا یہ عالم ہے کہ بے کہے سب کچھ آپ کو معلوم ہے کہ تو پھر آپ سے حقیقت کیوں چھپاؤں یہ بالکل حقیقت ہے کہ زبیر کو میں نے ہی خط لکھا اور اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں کہ آپ کی شکایت کرنے والا بھی میں ہی تھا۔ لیکن زبیر سے خط طلب کر دیکھیے میں نے کیا لکھا ہے اور میر صاحب سے خود جا کر دریافت فرمایئے کہ میں نے اُن سے کیا کہا۔؟ مگر یہ آپ کیوں کرنے لگے آپکے صفا باطن اور کشف وکرامت کے بھرم کھُل جانے کا اندیشہ ہے نا

ہاں، وہاں، خدا دشمن ایں چہ بد گمانیہاست

میں تو اب بھی تیار ہوں کہ یہ تمام ظلم برداشت کروں اور کچھ نہ کہوں۔ بشرطیکہ آنکہ یہ سب کچھ کہنے کے بعد آپ کی تسکین ہو سکے۔ مجھے اس سے زیادہ عذر خواہی کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور یہاں سر جھکا ہوا۔ آپ کا وار او چھا پڑے تو بھی کیا ہے، جان دینے والے سلامت رہیں دنیا آپ ہی کے ہاتھ کی صفائی کی داد دے گی۔ تف ہے مجھ پر کہ میں نے اتنا بھی کیوں کہا۔

— ۲۱۵ —

عزیزم!

میں ۲۰ر کو یہاں سے ایک ہفتہ کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ کہاں؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ بیوی علیل ہو کر کانپور چلی گئی ہیں۔ صدیقی صاحب رخصت پر ہیں۔ اس لیے اب سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ تم آؤ اور میری غیبت میں کم از کم وہی خدمت انجام دو جو بیوی کے سپرد تھی۔ یعنی گھر کی دیکھ بھال اور ڈاک کی وصولی و روانگی۔ پوچھو گے ایسے وقت میں سفر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں کہوں گا کیا تم مر گئے تھے جو مجھے پیش ہونا۔

خط دیکھتے ہی روانہ ہو جاؤ اور مجھ سے ہدایتیں حاصل کر لو۔ ورنہ اگر میرے مر جانے کے بعد آئے تو تم سے کچھ نہ ہو سکے گا اور پھر یہ جانتے ہی ہو کہ مسلمان ہوں اور اس خدا کا ماننے والا ہوں جو مجرم کو سزا دیے بغیر مانتا نہیں۔ اور نافرمان سے انتقام جب تک نہ لے لے اسے چین نہیں۔

— ۲۱۶ —

میرے محترم بزرگ

آپ نے جو مشورہ "نگار" کے باب میں دیا ہے۔ وہ یقیناً بہت مفید ہے

اور میں اس پر کاربند ہونے کی کوشش بھی کروں گا۔ لیکن سوچ یہ رہا ہوں کہ اگر صحافت نام صرف ضمیر فروشی کا ہے۔ تو کیوں نہ میں کوئی اور ایسا شغلہ اختیار کروں جس میں ایمان وصداقت کا سودا زیادہ گراں قیمت پر ہو سکے مگر افسوس ہے کہ آپ اس کی بھی مخالفت کریں گے۔ پھر خدارا۔ آپ ہی بتائیے کہ جب ضمیر کی پاسداری و داغداری دونوں آپ کے نزدیک مردود ہیں تو تیسری صورت زندگی کی کیا ہے۔ آخرت کا ذکر نہیں۔ یہیں اسی دنیا کی بات کرتا ہوں اور اسی کی بابت آپ سے پوچھتا ہوں۔

آپ کی محبت میں شک نہیں۔ لیکن اس میں شک ہے کہ میں اسکا اہل ہوں۔ یوں آپ فرمائیں تو میں "نگار" بند کر دوں لیکن اسکو جاری رکھنا اور صرف اس غرض سے کہ "بدررو" کی پیداوار پیش کر کے روپیہ کماؤں میرے بس کی بات نہیں حصول دولت کی تمنا میرے دل میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اور پیدا کیا ہوتی، جانتا ہوں کہ اسکا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ لالچ تو مجھ پر کارگر ہونے کی نہیں۔ رہ گیا خدا کا ڈر۔ سو جانتا ہوں کہ اگر ایک گناہ یہ نہ کیا تو کیا۔ اس سے قبل اور ہزاروں لاکھوں گناہ اتنے کر چکا ہوں کہ انھیں کے عذاب سے

چھٹکارا ملنا محال ہے۔ محض اس مخصوص معصیت کی وجہ سے وہ کوئی الگ جہنم بنانے سے رہے۔ پھر جب سر سے پانی گذر جائے تو خواہ وہ ایک بالشت ہو یا ایک فرسخ سب برابر ہے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہو گا۔

—— ۲۱۷ ——

یوسف صاحب!

یوں تو بظاہر کل الہ آباد سے واپس آگیا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل و جان سب وہیں ہیں۔ کیا کہوں آپ کس قدر یاد آئے اور اس تین دن کی صحبت میں آپ کی کمی کس بُری طرح محسوس کی گئی۔

سب سے پہلی مرتبہ وہیں جا کر معلوم ہوا کہ عورت کا تعلق رقص و موسیقی سے کیا ہے اور رقص و موسیقی کا تعلق جس عورت سے ہے، وہ وہ نہیں ہے جو تختۂ بازار پر نظر آتی ہے۔ حیران ہوں کہ یہ قوم کیا کر کے رہے گی اور ہمارے آپکے کافر نہ ہونے کا انتظام کس کس طرح لینے والی ہے۔

تمہیں یاد ہو گا۔ میں نے اپنے ایک مضمون میں "رقاصہ" کو خطاب کر کے لکھا تھا کہ "میرے لیے یہ ضروری نہیں کہ جذبات میں ہیجان پیدا کرے تو انکی

تسکین کا سامان بھی بہم پہنچائے" اس کی تعمیل اب کی جا رہی ہے اور اس طبقہ کی طرف سے جو تسکین جذبات کے لیے آمادہ ہو بھی جائے تو یہاں تھر تھر کانپنے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑے۔ پھر اب بولو کیا ارادہ ہے۔ میں تو ہجرت کے لیے تیار ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کعبہ میں جا کر بیٹھ رہوں۔

تا آنکہ دگر بُت کدہ سازند حرم را

لیکن تم کیوں آمادہ ہونے لگے، جوان ہو اور کافی بدتمیزی کے ساتھ جب تک اچھی طرح ٹھوکریں نہ کھالو گے۔ ہوش تھوڑا ہی آئے گا۔

—— ۲۱۸ ——

ناصح مشفق بننے کا تو بڑا شوق ہے۔ لیکن یہ بھی خبر ہے کہ مجمع عشاق میں کتنی اس کی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ اس لیے اگر یہ بارِ گراں اپنے سر لیا ہے تو پہلے اپنی صورت ویسی بناؤ۔ یہ نہیں کہ عشق تو کریں آپ سب کے برابر اور جب دوسرا بازی لیجائے تو آپ اپنا دفترِ تدبیر و مصلحت کھول کر بیٹھ جائیں۔

آغا صاحب کل آئے تھے وہ تمہاری طرف سے بہت بُددل ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ تم نے دوستی کے پردہ میں ان کے ساتھ دشمنی کی تو حقیقتاً تم

اس قابل نہیں ہو کہ آیندہ سے تم سے کسی قسم کا تعلق قایم رکھا جائے۔

مانا کہ ان کی دیوانگی کا ساتھ دینا اُن کا ساتھ دوستی کرنا نہیں ہے۔ لیکن یہ میں کہہ سکتا ہوں۔ تم نہیں کہ ان کی جس دیوانگی کو بُرا کہتے ہو۔ اسی کو اپنے لیے اچھا سمجھ کر اختیار کرنا چاہتے ہو۔

حلقۂ احباب میں اس نوع کی اندرونی سازشیں کسی طرح مناسب نہیں، اور اگر تم نے ایسا ہی غیر شریفانہ دل پایا ہے تو صفائی رنگ ساز اور شبراتی شربت فروش کی صحبت میں جا کر بیٹھو۔ اُن سے کیوں ملتے ہو جن کی کسوٹی پر تمہارا کھوٹ عرصہ تک پوشیدہ نہیں رہ سکتا، لاحول ولا قوۃ۔

——— ۲۱۹ ———

صدیقی!

آپ نے جس عہد شاعری کا ذکر کیا ہے وہ اس میں شک نہیں انتہائی عروج کا دور تھا۔ لیکن انداز بیان کی خوبی کے لحاظ سے آپ سوائے مومن اور غالب کے کسی اور کا ذکر نہ کیجیے۔ غالب اس باب میں زیادہ خوش قسمت تھا کہ اس کو شاگرد بھی اچھے مل گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت بھی

غالب کا تتبع جاری ہے۔ مومن کے سلسلہ میں نسیم، تسلیم۔ اور حسرت موہانی کا کیا کہنا۔ لیکن مومن کا سا انداز بیان کسی کو نصیب نہ ہوا۔

معمولی سی بات کو طرز ادا کی خصوصیت سے دلچسپ بنا دینا۔ یہی ہے اصل شاعری اور اسی کو کہتے ہیں معنی آفرینی۔ ورنہ کوئی ایسی بات کہنا جو بالکل نئی ہو بہت دشوار ہے۔

دربانِ محبوب کو اکثر شعراء نے رضوان سے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور اس بیان میں حقیقتاً کوئی ندرت نہیں ہے۔ لیکن غالب کو دیکھیے کہ محض انداز بیان سے کتنی تازگی پیدا کر دیتا ہے

بہ یک عمر ربع بار تو دینا بارے ‏ ‏ ‏ کاش رضواں ہی در یار کا درباں ہوتا

کوچۂ دوست کو بہشت پر ترجیح دینا معمولی بات ہے۔ بہت شعراء نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے لیکن غالب کی انفرادیت اس باب میں ملاحظہ ہو

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچہ سے بہشت ‏ ‏ ‏ یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں

اب مومن کو دیکھیے۔ آپ نے ہزاروں جگہ شاعروں کو یہ شکایت کرتے سنا ہوگا کہ "آشیاں" کی تباہی لازم ہے۔ خواہ وہ بجلی سے ہو یا صیاد کے ہاتھ سے۔ بالکل

یہی بات ہے۔ لیکن مومن نے ندرت بیان سے اسے کتنا اچھوتا بنا دیا ہے

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے
صیاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

آئینہ دیکھ کر محبوب کا خود اپنے اوپر فریفتہ ہو جانا۔ نیا مضمون نہیں۔ اکثر آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا۔ لیکن مومن کے اسلوب ادا کو بھی دیکھیے ؎

آئینہ جلدی سے پٹک دو کہیں
دل ہی نہیں ہاتھ سے دیکھو گیا

رہا یہ امر کہ مومن و غالب میں بہ لحاظ انداز بیان کیا فرق ہے۔ اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے۔ غالب کا ایک شعر ہے اور بہت مشہور شعر ہے۔

بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس مضمون کے لیے اس سے بہتر طرز ادا کوئی اور ہو سکتا ہے۔ لیکن مومن کے کمال کو دیکھیے لکھتا ہے ؎

شبنم خراب مہر و کتاں سینہ چاک ماہ	تو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہیں

میں تو دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ لیکن مومن کی شاعری کا ایک رنگ اور بھی ہے۔ جس میں وہ بالکل منفرد نظر آتا ہے مثلاً

تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے

---

میں کسی سے خفا نہیں ہوتا نارسائی سے دم رُکے تو رُکے

---

ہمکو تو کہتے تھے بھلا اب تم تو دلکو تھام لو اے ناصحو آہی گیا وہ فتنۂ ایام لو

---

جا نہ کہا، وصل عدو سچ ہی سہی پہ کیا کروں

جب گلہ کرتا ہوں ہمدم وہ قسم کھاجائے ہے

غالب کے یہاں شوخی، مومن سے زیادہ ہے لیکن اسکا لطف حاصل کرنا ہو تو اس کا فارسی کلام دیکھو۔

---

# نگار کے خاص نمبر

| | |
|---|---|
| مصحفی نمبر | عا؍ |
| نظیر نمبر | عا؍ |
| ریاض نمبر | عہ؍ |
| غزلگو شعراء نمبر | ۳؍ |
| انتقاد نمبر | عا؍ |
| ترقی پسند شاعری نمبر | عا؍ |

طابع :- مختار پرنٹنگ ورکس لکھنؤ

ناشر :- نگار بک ایجنسی

بار دوم سنہ ۴۴ء ۱۰۰۰ جلد

قیمت علاوہ محصول ۳؎ ر

(تین روپیہ)